دل اور دنیا

حمیدہ جبیں

قیمت : ——— دس روپے

ناشر : — چمن بک ڈپو۔ اُردو بازار۔ دہلی

مطبوعہ : ——— یونین پریس دہلی

کلکتہ کے لئے سول ایجنٹ

نفیس احمد عزیزی۔ ۱۰۔ کولوٹولہ اسٹریٹ

(پہلی منزل) کلکتہ ۱

۳

پہاڑ کی چاندنی میں ڈوبی ہوئی رات تھی۔
سلمان تنہا جھیل کی طرف چل دیا ــــ جھیل کے کنارے سیاحوں کا جمگھٹا تھا ــــ رات بہت سہانی تھی ــــ نیلی جھیل میں نیلے بلبوں کی روشنی اس طرح غوطے کھا رہی تھی جیسے نیلے کپڑے پہنے کوئی کافر ادا نہا رہی ہو ــــ اور اس کے کپڑے اس کے جسم سے چپک گئے ہوں۔
دیکھنے والوں کے یہی تاثر تھے۔
لیکن سلمان کا کچھ اور ہی تاثر تھا ــــ اس کی نگاہوں میں پہاڑ کے حُسن کا جنازہ نکل رہا تھا۔
وہ سوچ رہا تھا ــــ!
پہاڑ کا یہ خوبصورت سا شہر بدصورت ہوتا ــــ ویران اور خشک ہوتا ــــ یہاں نیلے پانی کی جھیل نہ ہوتی ــــ یہاں کے پہاڑ اور وادیاں حسین نہ ہوتیں ــــ تو کیسا اچھا ہوتا۔

تب اُسے وہ واقعہ یاد آگیا وہ پہلی بار جنگلات کے محکمہ میں تعینات ہو کر یہاں آیا تھا۔

اس کا سامان ایک قلی لڑکی نے اٹھایا ہوا تھا ـــــ اور اسے ندامت محسوس ہو رہی تھی۔

گھر پہنچنے پر اس نے لڑکی کو پانچ روپے کا نوٹ دینا چاہا تو اس نے حقارت سے صرف آٹھ آنے اٹھا لئے تھے۔

" بابو مزدوری کر رہی ہوں ـ"

اور اسے یوں لگا تھا جیسے وہ لڑکی اس کے منہ پر تھپڑ مار گئی ہو۔

تب وہ اکثر سوچا کرتا۔

میرا ملک کتنا غریب اور کتنا سنگدل ہے ـــــ جس نے پہاڑوں کو حُسن دیا ہے اور مزدور لڑکی کو غربت اور افلاس ـ!

اس نے دیکھا ـــ

اس کے دفتر کا ایک کلرک چلا آرہا ہے۔

" کل آپ دفتر نہیں آئے سلمان صاحب۔!"

" کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی ـ!

" آپ کا کام اب ہلکا ہو جائے گا ـ" کلرک، جس کا نام چراغ تھا۔ بولا۔

" کیوں ـــــ ؟

" آپ کا ایک اور ساتھی بھی آرہا ہے ـ"

"اچھا وہ جگہ جو خالی تھی کسی کا تقرر ہو گیا ہے۔"
سلمان کے سر سے بوجھ سا ٹل گیا تھا ——— وہ چین کی سانس لیتے ہوئے وہیں چراغ کے ساتھ بنچ پر بیٹھ گیا۔
"آرڈر تو پہنچ گئے ہیں وہ صاحب، جانے کیا نام ہے اُن کا ——— کل ڈیوٹی پر آئیں گے ———"
——— چراغ نے کہا۔
"یہ تو بہت اچھی خبر سنائی ———"
"رونق بڑھ گئی ہے ———"
——— چراغ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا۔
"ہاں خاصی ———"
"آپ بھی شادی کر ڈالئے اب ———" چراغ ہنستے ہوئے کہنے لگا۔
"کیوں ——— ؟"
"تنہا گھومتے ہیں نا ———"
"اس کی کوئی ضرورت نہیں ———"
——— سلمان مسکرا کر بولا
چراغ تو ادھر ادھر کی ہانکنے کے بعد چلا گیا ——— اور سلمان کو اداس کر گیا ——— اس نے آج تک شادی کے لئے نہ سوچا تھا ——— !
کالج کے زمانے میں ایک لڑکی کو اس نے پسند ضرور کیا تھا مگر ——— وہ لڑکی اسے چھوڑ کر اس کے ہی عزیز دوست سے پینگیں بڑھا بیٹھی ———

اور اسی لڑکی پر انس کا عزیز ترین دوست بھی اس سے بچھڑ گیا تھا۔

وہ دوست

— جسے اس نے اپنے ہی جسم کا ایک حصّہ سمجھا تھا۔

وہ دوست

— جسے ملے بغیر اسے چین نہ آتا تھا۔

وہ دوست

— جو اس کے بغیر کہیں نہ جاتا تھا۔

وہ ہی دوست صرف ایک لڑکی کے لئے اس سے تمام ناطے توڑ بیٹھا تھا —!

اب بھی کبھی کبھی ظفر اسے بیحد یاد آتا —

اس کے بعد اس نے نوکری کر لی —

ظفر اور وہ ایک دوسرے سے نہ مل سکے — اسے پتہ نہ تھا کہ ظفر کہاں ہے — کیا کر رہا ہے —

اس نے گولڈ فلیک کا سگریٹ سلگایا اور دھوئیں کے مرغولے بناتا ہوا بیتے ہوئے دنوں کی یاد میں کھو گیا — رات زیادہ ہو گئی تو پھر وہی چھوٹا سا سفید بنگلہ تھا —

اور وہ — اکیلا — تنہا

٭

بہت ساری فائلیں دیکھنے کے بعد وہ تھک سا گیا تھا۔
اس نے گھنٹی بجائی اور چپڑاسی سے چائے لانے کو کہا۔
"چائے میں بھی پیؤں گا ـــــ"
ـــــ ایک جانی پہچانی آواز سن کر وہ چونکا
اس نے دیکھا ـــــ ظفر اس کے سامنے تھا۔
"ظفر ـــــ تم ـــــ؟"
ـــــ وہ اٹھ کر اس سے بغلگیر ہو گیا۔
"مجھے یقین نہیں آرہا ظفر ـــــ"
ـــــ سلمان دوبارہ اس سے چمٹ گیا۔
"یقین کرو ڈیئر ـــــ تمہارا وہی نااہل ظفر ہوں ـــــ" ظفر کی آواز میں ندامت تھی۔
"مگر ـــــ مگر ـــــ تم یہاں کیسے ـــــ؟"

" مجھے علم تھا نہ کہ تم یہاں پر ہو ـــــ اس لئے میں نے یہیں ٹرانسفر کروالی سوچا ایک دم چلوں گا ـــــ اور ـــ اور ـــــ تم سے ساری خطائیں بخشوالوں گا ـــ !"

" چھوڑ دیار ایسا ہوتا ہی رہتا ہے ـــــ سُناؤ کیسی گذری ـــ ؟"

" سب سے پہلے تو تمہیں اتنا بتا دوں کہ رخشی کو میں چھوڑ آیا ہوں "

" وہ کیوں ـــــ ؟

سلمان ہنستے ہوئے ایکدم رنجیدہ ہو گیا

" یار اس کمبخت کی وجہ سے تم چھوٹے ـــــ پھر بھی وہ میری نہ رہی. ایسی کی تیسی ان لڑکیوں کی ـــــ اب تو میں نے عہد کر لیا ہے کہ کوئی لڑکی بھی میری زندگی میں نہیں آئے گی "

" تم کیا باتیں لے بیٹھے "

سلمان نے کہا۔

" فساد کی جڑ اکھاڑ پھینکی ـــــ تب ہی تو دل صاف ہوا ہے "

" اچھا یہ باتیں پھر ہوں گی ـــــ چلو گھر چلیں ـــــ سامان کہاں ہے تمہارا "

" ہوٹل میں ـــــ " ظفر بولا

" تو چلو سامان لے لیں پہلے "

" چلو "

دونوں خوشی خوشی ہوٹل پہنچے ـــــ سامان اُتروایا ۔

" بابوجی قلی ___ !"
سلمان نے دیکھا وہی لڑکی تھی ___ !
" یہ ___ یہ سامان اُٹھائے گی ___ ؟"
___ ظفر حیرت بولا
لڑکی کھلکھلا کر ہنس پڑی ___ کہنے لگی
" پہلی بار پہاڑ آئے ہو ___ ؟
ظفر گھبرا رہا تھا
" اپنے پہاڑ پر آنے والوں کا سامان ہم ہی ڈھوتے ہیں بابو ___" وہ ہنستے ہوئے سامان اٹھانے لگی۔
سر پر بوجھ اٹھانے سے اس کی کمان نُما کمر لچک گئی۔
اونچائی پر جاتے ہوئے لڑکی کی کمر دوہری ہو رہی تھی۔
جب وہ اُوپر پہنچے تو سلمان نے لڑکی کو آٹھ آنے نکال کر دیئے۔
لڑکی مسکرائی اور للچا کر بولی
" اور بابو بخشیش ___"
سلمان چونک گیا۔
" تم ___ تم تو ___"
" وہ کل تھا بابو ___ اور یہ آج ___"
اس نے سلمان کا ہاتھ پکڑ لیا۔
" اب تو بخشیش دے دو ___"

سلمان کے کان سنسنانے لگے اُس نے پانچ روپے کا نوٹ نکال کر اُسے تھما دیا ـــــ

"تو کیا ـــــ تم بھی بک گئی ہو ـــــ؟"

ـــــ اُس کا ذہن اُلجھ گیا۔

وہ مسکراہٹ کے پھول بکھیرتی ہوئی مڑ مڑ کر دیکھتی جا رہی تھی۔

"کتنا ظلم ہے یار ـــــ"

ـــــ ظفر بولا

سلمان کا کشمیری نوکر ہاتو اپنی بتیسی نکالتے ہوئے باہر نکل آیا۔

"سلام صاب ـــــ!"

"سلام ہاتو ـــــ میرا بھائی آیا ہے ـــــ"

"اچھا ہے صاحب ـــــ!"

ـــــ ہاتو ہنستے ہوئے بولا

"بہت بیوقوف ہو تم ـــــ" سلمان ہنسا

ہاتو چائے بنا کر لے آیا

دونوں دوست پرانے قصّوں میں کھو گئے ـــــ ایک دوسرے سے معافی مانگتے رہے۔

دونوں ہی خوش تھے ـــــ سلمان کی تنہائی کٹ گئی تھی ـــــ اور ظفر کو بچھڑا ہوا دوست مل گیا تھا۔

٭

۱۱

کلب کی رنگین سی رات تھی۔

خوبصورت ہال کے مدھم سے نورانی غبار میں مرمر کے سفید چمکتے ہوئے ٹیبلوں پر شراب کے ارغوانی جام چھلک رہے تھے۔

شراب میں نہلائے ہوئے ہونٹ آتش برسا رہے تھے چہرے سُرخ بیروں کی طرح لَو دے رہے تھے اور آنکھوں میں سیّال نشے کے سمندر لہرا رہے تھے۔

کاؤنٹر کے سامنے خوبصورت ڈائس پر سیاہ سوٹوں میں ملبوس دراز قد انگریزی ساز ندے اب جرک کی ایک اور ملی جلی سحر کار دُھن پیش کر رہے تھے۔ اور رنگ بستہ چکنے فرش پر ایک نازک سی رقاصہ رقص کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی چمک ـــ نم آلود ہونٹوں کی آگ ـــ اور عُریاں باہوں کی حرکت مرتعش سی ـــ ٹھنڈی سی ـــ اور پُراسرار روشنی میں یوں اُبھر رہی تھی ـــ جیسے کہر آلود سمندر کی دھندلی سطح پر بجلیاں تیر رہی ہوں ـــ

سلمان اور ظفر ہال سے ملحق خوبصورت سے تکونے لان میں بہت آسودگی اور طمانیت کے عالم میں کافی سے دل بہلا رہے تھے۔

گلاب کے بڑے بڑے سُرخ اور سفید پھول ہوا کے مہکتے ہوئے نرم نرم جھونکوں سے ہل رہے تھے۔

چاندنی بہکی ہوئی تھی ــــــ اور نشے میں ہلکورے لے رہی تھی۔

"سلمان میں نے تو عہد کر لیا ہے ــ"

ـــــ ظفر آہستہ سے بولا

"کیا ــــ ؟"

"یہی کہ اب کوئی عورت میری زندگی میں نہیں آئے گی ــــ"

"کچھ جچا نہیں ــــ"

ـــــ سلمان ہنسا

"لکھوا لو ــــ !"

"مجھے کیا ضرورت ــــ !"

"یار ویسے بھی ــــ یہ عورت ذات ہے ہی ایسی ــــ کہ بڑے بڑوں کو چکر میں ڈال دے ــــ تم خود غور کر لو ــــ تخت و تاج اس کے پیچھے چھوٹ گئے ــــ دُنیا تباہ و برباد ہو گئی ــــ یونان اور روما کی اُن صندلی شہزادیوں کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ جنہوں نے مصری شہزادوں کو اپنی سنبل سے مہکی زُلفوں میں اسیر کر کے نیلگوں آنکھوں کے زندان میں ڈال دیا تھا اور پھر اپنے شہابی رخساروں کی شراب پلا پلا کر اس قدر بیخود

کردیا تھا کہ وہ بے چارے سب کچھ فراموش کر بیٹھے اور اتنا ہوش بھی نہ رہا کہ وہ رودِ نیل کے اُس پار سے یُونان کو فتح کرنے آئے ہیں۔

"بڑے چلے بیٹھے ہو ۔!"

ـــــ سلمان ہنس کر بولا

"ٹھیک کہتا ہوں ـــــ دیکھو نا ـــــ اپنی آزاد زندگی ـــــ نہ غم نہ فکر۔ یہ عورت جس وقت گھر میں آتی ہے ساری بیماریاں لے آتی ہے ـــــ پھر کوئی بھی زندگی نہیں ہوتی ـــــ"

"یہ تم کہہ رہے ہو ـــــ؟"

ـــــ سلمان نے بھنوؤں کو جنبش دی۔

"تم بار بار مجھ پر طنز کرتے ہو بجا ہے ـــــ چلو رخشی کی مثال لے لو ـــــ ہم دونوں میں کتنی دوستی تھی ـــــ ایک دوسرے کے دیوانے تھے ـــــ رخشی کمبخت درمیان میں آ ٹپکی ـــــ ہم دونوں یوں جُدا ہو گئے ـــــ جیسے ایک ندی کے دو کنارے ـــــ اس سلسلے میں میں تم سے الگ شرمندہ ہوں ـــــ" ظفر بولا

"شرمندہ تو میں بھی ہوں تم سے ـــــ" سلمان بولا

"وہ کیوں ـــــ؟" ظفر حیرت سے بولا

"وہ اس طرح کہ جب رخشی تمہاری طرف آمادہ نظر آئی تو میں اسے تمہارے خلاف ورغلانے لگا ـــــ خواہ مخواہ جھوٹی باتیں ـــــ اب تو سوچ کر دُکھ ہوتا ہے۔ سلمان نے چھپی ہوئی حقیقت بے نقاب کردی۔

" پھر اب تو مان جاؤ ـــ اور اس ذات سے نفرت کرنا سیکھو "

" نفرت تو اسی دن سے تھی مجھے ـــ "

" سچ ـــ "

ـــ ظفر خوش ہو گیا

" بالکل ـــ! "

" تو آؤ آج عہد کریں کہ آئندہ ہم دونوں کی زندگی میں کوئی عورت نہیں آئے گی ـــ! "

" میں تیار ہوں ـــ بلکہ میں تو اس وقت سے عہد کئے بیٹھا ہوں "

سلمان نے ظفر کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

" بس جی دھندہ ختم ـــ ساری زندگی یوں ہی آزادی سے گزریگی "

ظفر نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

" اگر کوئی اس عہد سے پھرا تو ـــ؟ "

ـــ سلمان نے خدشہ ظاہر کیا۔

" جو پھرا کی سزا اس کی ـــ "

ـــ ظفر کے لہجے میں عزم تھا

" تو ٹھیک ہے ـــ مگر بیٹا کبھی گڑبڑ کی تو منہ کالا کر کے سارے شہر میں پھراؤں گا "

ـــ سلمان نے کہا

" تم اتنا کہتے ہو ـــ اس سے بھی زیادہ سزا ـــ! "

" سوچ لو " سلمان نے کہا

" سوچ لیا اور اچھی طرح سوچ لیا ــــــ "

" میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں ــــــ "

ــــــ کندن کی طرح دمکتی ہوئی ایک لڑکی ان کے قریب کھڑی تھی۔

دونوں کی نظریں ایک دم ملیں ــــــ دونوں نے ایکسا تھ کہا۔

" نہیں ــــــ ! "

" ایڈیٹ ــــــ "

ــــــ کہتی ہوئی وہ دوسری طرف چلی گئی۔

" اوہ ــــــ "

ــــــ سلمان نے چین کا سانس لیا

" شاباش لڑکے۔ اسی طرح امتحان میں پورے اُترنا ــــــ "

" تم اطمینان رکھو ــــــ "

" آؤ فلم کا وقت ہو رہا ہے ــــــ ! "

ــــــ سلمان اٹھا

" ہاں چلو ــــــ "

دونوں اپنے فیصلہ پر شاد سینما چلے آئے ــــــ شو ابھی ابھی ختم ہوا تھا۔ دُور دراز سے آتے ہوئے لوگ یہاں پر پیر پر یوں جھپٹے تھے جیسے کبھی دیکھا نہ ہو

" ٹکٹ مل جائے گا ــــــ ؟ "

ـــــ سلمان نے رش دیکھکر کہا
" قسمت آزمائی کرتے ہیں "
وہ ٹکٹ کی کھڑکی کے پاس ہی کھڑے تھے ۔
" پلیز ہمیں بھی ٹکٹ لے دیجئے "
دونوں نے ایک ساتھ دیکھا
ایک حسین لڑکی تھی ۔
دونوں نے ہی نظریں جھکالیں۔
" میں نے آپ سے کہا ہے مسٹر ـــ " لڑکی پھر بولی
" آپ خود لے لیں نا ـــ !"
ـــــ ظفر ہمت کرکے بولا
" آپ لے کر دیں گے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا ـــ " لڑکی بڑی تیز تھی۔
" دیکھئے محترمہ ـــ آپ اپنا وقت خراب کررہی ہیں "
ـــ سلمان بولا
" کیوں ان بے وقوفوں سے الجھتی ہو ـــ "
ـــــ ایک دوسری لڑکی بولی ۔
" ویسے مجھے پوچھ تو لینے دو ـــــ کیوں جی کیا بیچتے ہیں آپ "
لڑکی اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے بولی۔
" خدا کی قسم کچھ بھی نہیں ـــ "
" سلمان پریشان ہوکر بولا

"آپ کس دنیا کی مخلوق ہیں ــــ؟ لڑکی ظفر کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔

"آپ کے یہ دار ہم پر نہیں چل سکتے محترم ــــ"

ــــ ظفر غصے سے بولا

لڑکی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا ــــ تلملائی ہوئی آواز میں بولی

"بد تمیز ــــ"

سلمان خفت مٹانے کے لئے ہنس پڑا۔

اور ظفر کھو کھلی ہنسی ہنستے ہوئے بولا

"یار خطرہ ایک دم بڑھ گیا تھا ــــ"

"ہاں لڑکی حسین تھی ــــ!"

"تم نے کیسے دیکھا ــــ" ظفر ایک دم بولا

"دیکھا تو نہیں ــــ البتہ آواز سے اندازہ لگایا کہ حسین ہوگی ــــ میں نے تو نظریں نیچی ہی رکھی تھیں ــــ!"

ــــ سلمان گھبرا گیا

"میں نے اچھا کیا نا ــــ؟ ظفر ہنستے ہوئے بولا

"ہاں ہاں بہت اچھا کیا ــــ ایسے موقعوں پر تو محبت ہونے کا خطرہ ہوتا ہے ــــ"

ــــ سلمان بولا

"دیکھو نا بات بڑھ سکتی تھی ــــ" اور پھر یوں ہی اور ملاقاتیں ہونے

کا امکان تھا ــــ اور پھر عہد ٹوٹ جاتا ــ "

" چلو یار پیچھے نہیں دیکھتے ــ "
ــ سلمان نے کہا

" کیوں ــــ ؟

" ان کمبختوں سے پھر ملاقات ہونے کا خطرہ ہے ــــ بڑی تیز ہیں
کیا پتہ ہمیں متاثر کر ہی لیں ــ "

" اتنے کچے ارادے ہیں ــ " ظفر بولا

" نہیں یار جہاں تک ہو ہمیں ایسے اتفاقات سے بچنا ہی چاہیے "

" تم سچ کہتے ہو ــــ چلو گھر چلیں ــ "

❖

کئی دن بیت گئے۔

زندگی بڑی اچھی گزر رہی تھی ــــ

سلمان اور ظفر ایک ہی گھر میں رہنے لگے تھے ــــ کشمیری نوکر کھانا پکاتا کام کرتا ــــ کبھی تاش کبھی کیرم ــــ اور کبھی باہر گھومنا ــــ گرمی کی وجہ سے بڑی رونق تھی ہر طرح کے لوگ موجود تھے۔ سرِ شام ہی دلفریب مسکراہٹیں اور رنگ برنگے آنچل سڑکوں پر نظر آنے لگتے۔

دونوں ہی اپنے عہد پر قائم تھے ــــ کبھی کوئی لڑکی دکھائی دیتی تو نظریں جھکا لیتے۔

جس طرف لڑکیاں ہوتیں کترا کر نکل جاتے ــــ اور پھر ایک دوسرے کو یوں دیکھتے جیسے معرکہ فتح کر لیا ہو۔

اتوار ہونے کی وجہ سے دونوں گھر پر تھے۔

"صاب آج کیا پکاندی ــــ؟ ماتو اپنے گنجے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے

بولا

"کیا کھاؤ گے ظفر ــــ؟"

ـــــ سلمان نے پوچھا

"جو کھلاؤ ــــ"

"جو تمہارا جی چاہے ہاتو ــــ"

ـــــ سلمان نے ہاتو سے کہا

"مرغی پکاندی صاحب ــــ!"

"مرغی نہیں مرغا ــــ!"

ـــــ ظفر ہنس کر بولا

"ایک ہی بات ہے صاب ــــ!"

ـــــ ہاتو بھی کھی ہنسنے لگا ۔

"اس گھر میں عورت ذات کا داخلہ ممنوع ہے پتہ ہے نا ــــ؟"

ـــــ سلمان بولا

"میں اندر آسکتی ہوں ــ!"

نسوانی آواز سُن کر دونوں ہی بُری طرح چونکے

سامنے آسمانی کپڑوں میں لپٹی ہوئی دبلی پتلی لڑکی تھی ۔!

"کیا کام ہے ــــ؟"

ـــــ سلمان ہکلاتے ہوئے بولا

"جی ــــ جی ـــــ وہ ـــــ میرا مطلب ہے آپ اس گھر میں اکیلے

ہیں کیا ــــ؟

"ہاں ــــ آپ کو مطلب ــــ؟

ــــ ظفر سختی سے بولا

"معاف کیجئے گا ــــ ہم نے ساتھ والی کوٹھی کرایہ پر لی ہے۔ میں نے سمجھا شائد میری ہم عمر کوئی لڑکی ہوگی اس گھر میں ــــ مگر ــــ مگر ــــ"

لڑکی پریشان نظر آنے لگی ــــ

"جی نہیں ــــ یہاں کوئی لڑکی تو در کنار لڑکی کا تصور بھی گناہ سمجھا جاتا ہے ــــ سمجھیں آپ ــــ؟"

ــــ ظفر گھر والے لہجے میں بولا

لڑکی روہانسی ہوگئی ــــ

"آئندہ تکلیف نہ کیجئے گا ــــ!"

سلمان آہستہ سے بولا

"جی ــــ جی ــــ!"

ــــ لڑکی سہمی سہمی واپس چلی گئی ــــ

"ہونہہ ــــ یہ سب ملاقات کے بہانے ہیں ــــ"

ــــ ظفر بولا

"ہاں ہاں ــــ بالکل ــــ تم جاؤ ماتو مرغا پکانا ــــ مرغی نہیں

ــــ سلمان بولا

ادر ماتو عجیب و غریب مالک پر حیران ہوتا ہوا کمرے سے باہر نکل

گیا۔

"ان لڑکیوں نے تو زندگی گزارنا مشکل کر دیا ہے۔"

—— سلمان جھلا گیا

"ہر موڑ پر بکھری پڑی ہیں ——"

—— ظفر فکر مند ہو گیا

"بس بچ بچ کر گزرتے رہو ——"

سلمان نے شیو بنانے کا سامان نکال لیا —— تولیہ پھیلا کر کہنے لگا ——

"آج کہیں چلنے کا ارادہ ہے ——"

"شام کو چلیں گے ——"

—— ظفر سوچ میں کھویا ہوا بولا

"کیا سوچ رہے ہو ——؟"

"وہ یار —— وہ سامنے والے بنگلہ میں جو لڑکی رہتی ہے گونگی ہے کیا ؟"

"دیکھو مسٹر —— گونگی ہو یا بہری ہمیں کیا مطلب —— ؟"

—— سلمان جھنجلا کر بولا

"ہاں واقعی ہم تو عہد کر چکے ہیں کہ اب ہم کسی لڑکی کے بارے میں سوچیں گے تک نہیں ——"

—— ظفر جھینپ گیا۔

" یار مجھے تو شک ہے تم عہد توڑ دو گے "
——— سلمان چہرے پر صابن لگاتے ہوئے بولا
" نہیں سلمان ——— یوں ہی پوچھ لیا تھا ——— اصل میں اُسے بولتے جو نہیں دیکھا ——— ! "
——— ظفر خفت چھپانے کی کوشش کرتا ہوا بولا
" خیر چھوڑو ——— بس میں تو کہتا ہوں گولی مارو ان سب کو ——— "
" مار دی گولی ——— ! "
——— ظفر ہنس پڑا
" ایک خطرہ اور ہے ——— "
" سلمان ہنسا
" وہ کیا ——— ؟
" یہ ——— کہ تم سج بن کر نہ نکلا کرو ——— "
" یار یہ تو ہونے سے رہا ——— اس میں کیا حرج ہے ——— ؟ "
" دیکھو بیٹا ——— تم دو گھنٹے تک شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر بال بناؤ گے تو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا ——— "
" اس سے کیا ہوتا ہے یار ——— "
——— ظفر جھلا کر بولا
" کیوں نہیں ہوتا ——— لڑکیاں سب سے پہلے ہیر اسٹائل سے متاثر ہوتی ہیں ——— "

"میں تو کہتا ہوں کہ ثابت قدم رہنا چاہیئے ـــ بس ....."

"اچھا دیکھ لیں گے ـــ!"

باہر بارش کے آثار تھے ـــ بادل گرجا تو ظفر کہنے لگا۔

"میں اس پہاڑ کے موسم سے بہت تنگ ہوں ـــ"

"موسم تو خیر جو ہے ـــ یہاں سکون بہت ہے ـــ اب تو سیزن شروع ہوا ہے نا ـــ سردیوں میں آتو بولیں گے ـــ!"

"یعنی میں اور تم ـــ!"

ـــ ظفر ہنستے ہوئے بولا

"یہی سمجھ لو ـــ"

ـــ سلمان نے قہقہہ لگایا

کالی گھٹا اُمڈ آئی تھی ـــ فضا کچھ تاریک ہو گئی تھی ـــ! ظفر اور سلمان اپنی باتوں میں مگن تھے۔

٭

سلمان لان میں بیٹھا اخبار دیکھ رہا تھا کہ ظفر بھاگتا ہوا آیا۔ اُس کے ہاتھ میں خط تھا ۔!

" سلمان مصیبت ـــ مصیبت آنے والی ہے "

ـــ وہ گھبرایا ہوا بولا

" کیوں کیا ہوا ـــ؟

ـــ سلمان نے جلدی سے پوچھا

" یہ خط دیکھو ـــ تباہی کا سامان ـــ !"

ـــ ظفر نے خط آگے بڑھا دیا

" کچھ بتاؤ گے بھی ـــ!"

" یہ خط پڑھ لو ـــ"

ـــ ظفر سہمی ہوئی آواز میں بولا

" لاؤ ـــ اِدھر ـــ ارے یہ تو اختر کا خط ہے ـــ اس میں

گھبرانے کی کیا بات ہے ـــ"

ـــ سلمان حیرت سے بولا

" تم پڑھو تو سہی یار ـــ"

ـــ ظفر آہستہ سے بولا

سلمان خط پڑھنے لگا ـــ جوں جوں وہ خط پڑھتا جا رہا تھا اس کا چہرہ زرد پڑتا جا رہا تھا ـــ بھنویں سکڑتی جا رہی تھیں۔

لکھا تھا ـــ!

پیارے ظفر و سلمان ـــ!

یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ تم دونوں اکٹھے ہو گئے ہو۔ میرا بڑا دل چاہتا تھا کہ تم لوگوں کے پاس آتا ـــ مگر چھٹی نہیں مل سکی ـــ تم دونوں کو یہ تو علم تھا نا کہ میری چھوٹی بہن لندن میں پڑھتی ہے۔ وہ حال ہی میں واپس لوٹی ہے ـــ آج کل وہ ناول لکھ رہی ہے ـــ یہاں کی گرمی سے پریشان ہے۔ اس کا پروگرام پہاڑ کا بن گیا ہے۔ جمعرات کو خالہ کے ساتھ اسے بھیج رہا ہوں۔

اس کا خیال رکھنا ـــ اور سیر کرانے کا بھی تم دونوں کا ذمہ ـــ اُمید ہے اُسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دو گے ـــ چھٹی ملی تو خود بھی آؤں گا ـــ

والسلام ۔ تم دونوں کا دوست

"اختر"

"اب کیا ہوگا — ؟
— سلمان گھبرا کر بولا
"ظاہر ہے وہ ٹھہریں گی بھی یہیں — اور ہم دونوں تو پہلے ہی گھبراتے ہیں — !"
ظفر پریشان ہو کر بولا
"اب سوچ کیا رہے ہو — بانو سے کہو اس طرف والے دو کمرے اس کے لئے ٹھیک کر دے — عجیب مصیبت ہے —"
— سلمان کہنے لگا۔
"اور ٹائم بھی نہیں لکھا — کہ کون سی بس سے پہنچیں گی — پہلے سارا دن بس کے اڈے پر انتظار کرونا — !"
— سلمان بولا
"خطرہ ایک دم بڑھ گیا ہے —"
"ہوشیار رہنا —"
"بالکل ہوشیار — خبردار —"
"محترمہ آئی بھی لندن سے ہیں —"
"خطرہ بہت زیادہ —"
"اُسے سیر کروانا بھی ہمارا ذمہ —"
"دفعہ ۱۴۴ لگوا لو اپنے اُوپر —"
"بالکل — مگر — فکر کی بات ہے —"

"یار مرد ہو کر حوصلہ ہار بیٹھے ہو ——؟
—— سلمان نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔
"حالات انسان سے بہت کچھ چھین سکتے ہیں ——"
"مگر حالات کے پنجے تو مروڑے جا سکتے ہیں ——"
"اللہ کرے وہ کالی ہو —— بد صورت ہو ——"
—— ظفر بولا
"اس سے کیا ہو گا ——؟"
"میں تو مذاق کر رہا ہوں یار —— دُنیا کی کوئی طاقت ہمیں اپنے عہد سے نہیں پھرا سکتی ——"
"زندہ باد ——"
"چلو آؤ آج ذرا آزادی سے گھوم لیں ——"
—— سلمان بولا
"آزادی ——"
"ہاں جب تک وہ محترمہ رہیں گی ان کی قید میں ہی تو رہیں گے"
"چلو آؤ ——!"
دونوں ہنستے ہوئے باہر نکل آئے ۔

❖

بس کے اڈے پر بیٹھے بیٹھے دونوں تنگ آ گئے تھے۔
کئی بسیں آئیں مگر ان میں سے کوئی بھی صورت ایسی نہ نکلی جو
اختر کی بہن ہو سکتی تھی۔
"چلو یار بھوک لگ گئی اب تو ۔۔۔"
۔۔۔ ظفر تنگ آ کر بولا
"انتظار کرو بیٹا ۔۔۔!"
"میں جا رہا ہوں ۔۔۔!"
۔۔۔ ظفر کہنے لگا۔
"تم مجھے مصیبتوں کے طوفان میں اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتے ۔۔۔!"
"تو پھر ۔۔۔"
"ایک دو بسیں اور دیکھ لیں ۔۔۔"
"مگر ہم اسے پہچانتے بھی تو نہیں ۔۔۔"

— سلمان بولا

" اس کے ساتھ اس کی خالہ بھی ہو گی —"

" ابھی تک تو ایسی کوئی لڑکی نہیں اتری جس کے ساتھ خالہ نما قسم کی چیز ہو —"

" بیٹھو نا —!"

" بابو کوئی آ رہا ہے کیا —؟"

سلمان نے دیکھا — وہی تلی لڑکی تھی

" ہاں —"

" سامان میں اٹھاؤں گی —"

" تم ہی اٹھا لینا —"

" بخشیش ملے گی نا —؟"

لڑکی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

" تم لوگوں کی بھی عجیب عادتیں ہیں —"

— سلمان تلخی سے بولا

" کیا عادتیں بابو —"

" تم سمجھتی ہو —؟"

لڑکی کی آنکھیں بھر آئیں — پلّو سے آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی۔

" مہنگائی زیادہ ہے نا بابو —"

سلمان کو لگا جیسے ایک بار پھر وہ اُسے تھپڑ مار گئی ہو۔

" زیادہ منہ نہ لگاؤ سلمان "

ظفر جو اتنی دیر سے خاموش کھڑا تھا نہ رہ سکا ——!

بس آ گئی ——!

سلمان اور ظفر نے دیکھا —— ایک بوڑھی عورت کے ساتھ سڈول سے جسم والی —— سنہری سنہری بالوں والی ایک لڑکی ہے۔ لڑکی نے کوٹ پہن رکھا تھا —— اور اس کے سیدھے سیدھے سنہرے بال ہوا میں لہرا رہے تھے۔

" سلمان —— شائد یہی اختر کی بہن ہے "

—— ظفر بولا

دونوں آگے بڑھے

" بیٹا —— تم سلمان —— !"

بوڑھی عورت کہنے لگی۔

" جی ہاں —— آداب —— "!

" جیتے رہو —— "

—— خالہ نے دعائیں دیں ——

" ہیلو —— "

—— لڑکی کہنے لگی

فلمی لڑکی کو کوئی اور زیادہ دلچسپ سامان مل گیا تھا —— اس

لئے سلمان نے دوسرا قلی لے لیا ۔۔

خالہ بار بار چھینک رہی تھیں ۔۔۔

"آؤ چاند بیٹی ۔۔"

۔۔۔ خالہ نے اسے پکارا ۔۔۔ جو آس پاس کے مناظر میں کھوئی ہوئی تھی۔ حسن و جمال کے اعتبار سے بھی وہ منفرد تھی۔ ستک ناک نقشہ ۔۔۔ گورا چٹا رنگ پھول سے رخسار ۔۔۔ اور پھول کی طرح نرم و نازک پتیوں جیسے ہونٹ خوبصورت لانبی لانبی آنکھیں

سلمان اور ظفر آنکھیں جھکائے ہوئے تھے ۔۔۔ مگر ایک دوسرے سے چوری نظریں اٹھا لیتے ۔۔

"چلئے ۔۔۔!"

ظفر بولا

وہ ان دونوں کے ساتھ ساتھ چلنے لگی ۔۔۔ خالہ بار بار پیچھے رہ جاتیں ۔۔

"ہائے اللہ ۔۔۔ کتنا جان لیوا منظر ہے ۔۔۔ خالہ اماں دیکھ رہی ہیں آپ ۔۔۔؟"

۔۔۔ چاند گہرا سانس لیتے ہوئے بولی

"توبہ ۔۔۔ توبہ ۔۔۔ میں تو تھک گئی ہوں ۔۔"

خالہ اونچے اونچے راستوں پہ چلتے ہوئے ہانپ رہی تھیں۔

ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ۔۔۔ پہاڑ ہی پہاڑ ۔۔۔ قدرت

کا بے پایاں حسن ـــــ!

"ہے نا سلمان صاحب ـــــ"

ـــــ وہ ایک دم سلمان کی طرف مڑ کر بولی

"جی ـــــ جی ہاں ـــــ!"

ـــــ سلمان بُری طرح گھبرایا ہوا تھا ـــــ!

سورج غروب ہو رہا تھا ـــــ اُفق سرخی سے لالہ زار بنا ہوا تھا سڑکوں پر ـــــ ڈھلوانوں پر ـــــ بلندیوں پر ـــــ رنگ برنگے جاذب نظر لباس یوں لہرا رہے تھے جیسے بہار کے موسم میں کسی خوبصورت پارک میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوں ـــــ

"کتنی دور جانا ہے بیٹا ـــــ"

ـــــ خانہ بُری طرح تھک گئی تھیں ـــــ

"بس وہ سامنے سفید بنگلہ ہے نا ـــــ"

ـــــ سلمان نے اشارہ کیا

"اوہ گڈ ـــــ آئیڈیل پلیس ـــــ"

لڑکی اچھل پڑی

"کتنی پیاری جگہ رہتے ہیں آپ ـــــ آپ کو تو کچھ بن جانا چاہیئے۔

وہ ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہنے لگی

"کیا بن جانا چاہیئے ـــــ؟"

ـــــ ظفر نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا

" ادیب ــــ یا مصوّر ـــ "

ـــ وہ بے پرواہی سے بولی

" جی ـــ "

ـــ سلمان بھونڈی سی ہنسی ہنس دیا

" جی کیا ـــ ؟

ـــ لڑکی نے یوں کہا جیسے کہہ رہی ہو ـــ تم بہت بیوقوف ہو۔"

" کچھ نہیں جی ـــ !"

ـــ سلمان کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔ خالہ ہانپ رہی تھیں ـ

ظفران کا بازو پکڑتے ہوئے کہنے لگا۔

" آپ تھک گئی ہیں ـــ کوئی ڈانڈی والا بھی تو نظر نہیں آتا ـ

" آپ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں ـــ میں نے تو زندگی میں پہلی بار اپنے آپ کو اتنی اونچائی پر پایا ہے ـــ "

ـــ اوپر چڑھتے ہوئے وہ چپاخ پٹاخ باتیں کرتی جا رہی تھی۔ خالہ ہانپتی کانپتی چل رہی تھیں ـــ اور وہ دونوں ہونقوں کی طرح ساتھ تھے۔

" آپ کو تسکار سے دلچسپی ہے ـــ ؟"

ـــ لڑکی نے مڑکر پوچھا

" جی ہاں تھوڑی بہت ـــ "

ـــــ سلمان نے جواب دیا

" ونڈر فل ـــــ مزے ہو گئے ـــــ ایک روز شکار کا پروگرام بھی بنائینگے"

ـــــ وہ بچوں کی طرح تالی پیٹتے ہوئے بولی

" آ ـــ آپ ـــــ شکار پر جائیں گی ـــــ

ظفر ہکلا کر پوچھنے لگا۔

" ہاں ـــــ"

دروازے پر ہی ہاتو اپنی پوری بتیسی نکالے کھڑا تھا

جلدی جلدی قلی سے سامان لے کر رکھنے لگا۔

" اب جلدی سے چائے مل جائے ـــــ"

ـــــ لڑکی بے تکلفی سے صوفے پر دراز ہو گئی۔

" جی ہاں ضرور ـــــ"

ـــــ ظفر کہتے ہوئے باہر نکل گیا

خالہ پلنگ پر نیم دراز بے حساب چھینکیں لے رہی تھیں۔

سلمان بو نگا بنا کھڑا تھا۔

" آپ دفتر کس وقت جاتے ہیں سلمان صاحب ـــــ"

ـــــ لڑکی نے پوچھا

" جی ـــــ صبح ـــــ!"

" اور ظفر صاحب ـــــ"

" وہ شام کو ـــــ"

"کیوں ___؟"

"میری اور اس کی ڈیوٹی میں فرق ہے ___!"

"کیسا فرق ___ اختر بھائی نے بتایا تھا کہ آپ دونوں ایک ہی محکمہ میں کام کرتے ہیں ___"

___ وہ بالوں کو ربن باندھتے ہوئے بولی

"یہ صحیح ہے ___ مگر مجھے صبح کام کرنا پڑتا ہے اور اُسے شام کو۔"

"اوہ ___ یہ تو مصیبت ہو گئی ___"

"کیوں ___؟"

"مجھے کون گھمائے گا ___!"

"یہ ___ تو ___ واقعی پرابلم ہے ___"

___ سلمان سر کھجاتے ہوئے بولا

"پرابلم کیسی ___ ٹھیک ہے ___ میں نے سوچ لیا ___"

"کیا ___؟"

"آپ دونوں چھٹیاں لے لیں ___"

"جی ___!"

___ سلمان حیرت سے بولا

"ہاں چھٹیاں لے لیں ___ لے لیں گے نا ___؟" وہ بھولپن سے کہنے لگی ___

"جیسا آپ چاہیں گی ___"

—— سلمان گھبرا سا گیا

"ہے نا پگلی —— نا بیٹا نا —— تم چھٹیاں نہ لینا —— گھوم لیں گے —— تھکن تو اُتر ے"

—— خالہ بولیں

"نہیں خالہ —— اس طرح میں خاک ابخوائے کروں گی —— اور پھر مجھے اپنا ناول بھی تو مکمل کرنا ہے"

ماتو چائے لے آیا —— کچھ پھل اور بسکٹ بھی تھے۔

چائے پی کر سلمان اور ظفر تو اپنا اپنا سر پکڑے کمرے سے باہر نکل آئے خالہ خراٹے لینے لگیں اور چاند وہیں صوفے پر بیٹھی بیٹھی پروگرام بنانے لگی۔

۞

بارش ہونے سے صبح خوب نکھری ہوئی تھی ـــــ چونکہ اتوار تھا اس لئے ظفر اور سلمان دونوں ہی گھر پر تھے۔

چاند کھڑکی میں کھڑی پہاڑی مناظر میں کھوئی ہوئی تھی سفید رنگ کے چست پائجامے پر سڈول بدن سے چپکا ہوا سرخ کرتا اور سرخ ہی باریک ریشمی دوپٹہ اس کے سینے میں لہرا رہا تھا۔

ـــــ کنول جیسی آنکھوں میں عمر خیام کی رباعیوں جیسی مستی جھلک رہی تھی۔ غنچہ دہن شبنم سے دھلے ہوئے گلاب کی طرح نکھرا ہوا چاندنی جیسا چہرہ ـــــ گداز مرمریں بانہیں ـــــ بھرے بھرے شانوں پر بکھری ہوئی مشکبار زلفیں کانوں میں جھلملاتی ہوئی سنہری بالیاں۔

"باہر جانے کا موڈ ہے ـــــ؟"

ـــــ ظفر نئی نویلی دلہن کی طرح شرماتے ہوئے بولا

"جی ـــــ"

— اس کے گلابی ہونٹوں کی پنکھڑیاں کھل اٹھیں — اور بادامی آنکھوں میں سرمئی پلکوں کے غلاف پڑ گئے۔

" میرا مطلب ہے — کہیں باہر —"

— وہ بوکھلا گیا

" ہاں ہاں کیوں نہیں —"

— جھکی ہوئی بادامی آنکھوں پر سے سرمئی جھالر اٹھ گئی — ہونٹوں کے گلاب کھل سے گئے۔

" تو — پھر —"

" آپ بھی کہتے ہوں گے میں کہاں کھوئی ہوئی تھی — اصل میں میں سوچ رہی تھی — کہ کیوں نا میری ہیروئن ایک پہاڑی لڑکی ہو — جس کا محبوب بچھڑ گیا ہو — اور وہ برہا کی ماری اس کے غم میں پاگل ہو گئی ہے — ہے نا —"

— وہ ہتھیلیوں پر چہرہ جمائے بڑی بھلی لگ رہی تھی۔

" جی — جی ہاں — اسے پاگل ہو جانا چاہیئے "

ظفر نے بے تکی ہانک دی ۔

" مگر کیوں —؟

— چاند نے پوچھا

" جی — وہ — وہ اس لئے کہ آپ کہتی ہیں "

— وہ بری طرح گھبرا گیا ۔

" پاگل ہونے کا کوئی جواز بھی تو ہو "

— چاند بولی

" میرے خیال میں ہمیں چلنا چاہیئے — سلمان تیار ہو گیا ہے "

" — ظفر پریشان ہو کر بولا

" اچھا چلئے — "

— اپنا بیگ پکڑ کر وہ بولی

سلمان بھی آ گیا — کہنے لگا

" خالہ نہیں چلیں گی "

" نہیں — انہیں نزلہ ہو گیا ہے — آرام کر رہی ہیں "

" اچھا — "

— سلمان بے بسی سے بولا

" چلئے — مگر ٹھہریئے — میرے کھانے کے لئے کچھ ساتھ لیا یا نہیں۔

چاند ایک دم مڑ کر بولی

" جی — ! "

— دونوں ایک ساتھ مڑ کر بولے

" مجھے بھوک بہت لگتی ہے — اور پھر ذرا بھی برداشت نہیں ہوتی " ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں — ذرا بھی ہمت نہیں رہتی "

" تو پھر — میرے خیال میں "

ـــــ سلمان آہستہ سے بولا

" چلئے کچن میں دیکھتے ہیں کچھ ـــ"

وہ دونوں بدھو بنے اس کے ساتھ کچن میں آ گئے۔

وہ کھڑی ہاتو کو آرڈر دے رہی تھی ـــ

" دیکھو ٹوکری میں پھل رکھ دو ـــ اور تھرموس میں کافی بنا کر ڈال دو ـــ"

ـــ پھر سلمان کی طرف دیکھکر بولی

" کافی میری کمزوری ہے۔ جب تک کافی یا چائے نہ پیوں ـــ دماغ میں خوبصورت باتیں نہیں آتیں ـــ"

وہ دونوں خاموش ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ہاتو نے کافی بنا کر تھرموس میں ڈال دی ـــ ٹوکری میں پھل رکھ دیئے۔

" یہ لیجئے سلمان صاحب ـــ یہ تھرموس اور میری لوٹ ٹمب آپ پکڑ لیجئے اور ظفر صاحب یہ باسکٹ آپ لے لیجئے ـــ چلئے اب ـــ"

اور اگلے لمحے وہ اپنے دودھیا بدن کی مہکاروں سے جادو جگاتی ہوئی اونچی ہیل کی سینڈلوں کی آواز کا طلسم بکھیرتی ہوئی اُن کے ساتھ چلی جارہی تھی ـــ

وہ دونوں لدے پھندے ساتھ تھے ـــ

سلمان کے ہاتھ میں تھرموس اور چاند کی لوٹ ٹمب تھی ـــ ظفر نے پھل کی باسکٹ پکڑی ہوئی تھی۔

اُونچے نیچے راستے ـــــ خوبصورت راستے ـــــ مہکے ہوئے راستے ـــــ

"یوں تو پہاڑ کی ہر چیز حسین اور رومان انگیز ہوتی ہے وہ آس پاس نظریں دوڑاتے ہوئے بولی۔

"مگر ـــــ نیلے نیلے پہاڑوں کے نشیب و فراز اور ان پر بنے ہوئے خوبصورت مکان اس طرح نظر آتے ہیں جیسے بگولوں کی ایک بہت بڑی قطار زمین سے آسمان کی طرف محوِ پرواز ہو ـــــ ہے نا سلمان صاحب "

"جی ـــــ جی ہاں بالکل ـــــ"

ـــــ سلمان بات کا مطلب سمجھے بغیر بولا

"اور ظفر صاحب وہ دیکھیے ـــــ تار کول کی بل کھاتی ہوئی سڑکیں۔ ان پر چلتے ہوئے کتنا اچھا لگتا ہوگا ناں ـــــ"

"جی ہاں ـــــ !"

ـــــ ظفر بے خیالی میں بولا

"بالکل یوں جیسے عمر خیام کی کوئی حسین رباعی ـــــ اوہو ـــــ یہ مثال کچھ غلط ہو گئی ـــــ"

وہ ہنس پڑی

"کوئی بات نہیں جی ـــــ"

وہ دونوں بھی بے وقوفوں کی طرح ہنس دیئے

"میرے خیال میں ان سڑکوں پر چلنے والوں کو یوں لگتا ہوگا جیسے ــــ جیسے وہ کسی رومانی شاعر کا حسین تخیل بن کر بلندیوں پر پرواز کر رہے ہوں۔

چاند کے وجود میں لطیف سی تڑپ تھی ــــ وہ تو تھی آرٹسٹ اور فنکار ایسے ماحول میں جذباتی ہو جایا کرتا ہے ــــ کچھ ایسی ہی کیفیت تھی اس کی ــــ"

"ارے آپ دونوں تو بالکل "صُم" "بکم" ہیں ــــ"

وہ ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی

"کچھ بولئے ناں ــــ"

ــــ وہ ہنس دی۔

"بولو ظفر ــــ"

ــــ سلمان نے اسے ٹھوکا دیا

"تم بولو نا ــــ"

ــــ ظفر کی نظروں میں بے بسی تھی

"ہاں تو پھر بسم اللہ ــــ"

ــــ وہ ہنستے ہوئے دوہری ہوئی جا رہی تھی

"آپ ــــ آپ کہانیاں لکھتی ہیں ــــ"

ــــ ظفر کھنکارتے ہوئے بولا

"جی ہاں ــــ!"

۔۔۔ وہ ہنسی چھپاتے ہوئے بولی

"کیسے لکھ لیتی ہیں ۔۔۔"

۔۔۔ سلمان نے ظفر کی مدد کی۔

"سلمان کا مطلب ہے کہ آپ ۔۔۔ وہ ۔۔۔ وہ پلاٹ کیسے منتخب کرتی ہیں ۔"

ظفر یوں خوش ہو گیا جیسے اس نے اپنا نام عقلمندوں کی لِسٹ میں دیکھ لیا ہو۔"

"مجھے الف لیلوی پلاٹ بالکل پسند نہیں ۔"

پہاڑی پر چڑھنے سے اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا ۔۔۔ سانس پھُول رہا تھا۔

کہنے لگی ۔ !

"الف لیلوی خاکوں میں محض خیالی پلاؤ دم کئے جاتے ہیں ۔ جنہیں پڑھ کر انسان کھو جاتا ہے ۔۔۔ لیکن پاتا کچھ بھی نہیں ۔۔۔ ایسی کہانیوں میں حقیقت کا گمان ہونے لگے ۔ ہے ناں ۔"

"جی ہاں بالکل صحیح فرماتی ہیں آپ ۔"

۔۔۔ سلمان سنجیدگی سے بولا

"اس لئے میں اپنی کہانی کے لئے ایسا پلاٹ منتخب کرتی ہوں جو صحیح معنوں میں زندگی کی عکاسی کرے ۔۔۔ اور میں تو ان لوگوں کی زندگی سے پلاٹ منتخب کرتی ہوں ۔۔۔ جنہیں قریب سے دیکھا ہو ۔"

"جی ــــ!؟
ــــ ظفر گھبرا کر بولا
"جی ہاں ــــ"
ــــ وہ لاپرواہی سے بولی
پھر ایک دم قیس کی ظفر کی طرف مڑ کر بولی
"ظفر صاحب ۔ آپ کی زندگی میں کبھی کوئی لڑکی آئی ہے ــــ"
"جی ــــ جی ــــ میں ــــ بالکل نہیں ــــ بالکل نہیں جی"
ــــ ظفر بوکھلا گیا
"سلمان صاحب آپ کہیئے ــــ"
ــــ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی
"میں تو ــــ میں بہت شریفانہ طبیعت ہوں جی ــــ"
ــــ سلمان پریشان ہو کر بولا
"یہ لو ــــ شریف آدمی کو محبت نہیں ہو سکتی ــــ"
ــــ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی
"ہوتی تو ہو گی ــــ مگر میں نے قسم ہے کبھی نہیں کی ــــ"
ــــ سلمان جھینپ گیا۔
"پہلے مجھے یہ بتائیے کہ محبت کی جاتی ہے یا ہو جاتی ہے ــــ؟"
ــــ وہ اس کی طرف غور سے دیکھتی ہوئی بولی
"ہوتی ہو گی جی ــــ ضرور ہوتی ہو گی ــــ"

—— سلمان کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا

"آپ دونوں ہیں کیا شئے —!"

—— وہ ہنستے ہوئے لوٹ رہی تھی۔

"جی —"

—— دونوں ایک ساتھ بولے

"خیر جانے دیجئے — ٹھہریئے میں ایک تصویر لے لوں — کتنا خوبصورت منظر ہے —"

وہ ہنستے ہنستے رک گئی اور کیمرہ ٹھیک کرنے لگی۔

"کس مصیبت میں پھنس گئے یار —"

—— سلمان آہستہ سے بولا

"مجھے دیکھو نا — محترمہ نے اپنا پرس بھی مجھے پکڑا دیا ہے —"

ظفر سرگوشی کے لہجے میں بولا

"ارے آپ لوگ رک کیوں گئے — آیئے نا —"

—— وہ کیمرہ بند کرتے ہوئے کہنے لگی

"یہ آپ کا پرس —"

—— ظفر روہانسا ہو رہا تھا

"اوہ تھینکیو — مجھے تصویریں اتارنے کا بھی بڑا شوق ہے۔ میرے البم میں لندن — پیرس — سوئٹزرلینڈ — روم کے تقریباً سارے خوبصورت مناظر قید ہیں —"

"اچھا ۔۔۔!"

۔۔۔سلمان حیرت سے بولا

"ہاں ۔۔۔ آپ کبھی کراچی آئیں گے نا تو دکھاؤں گی ۔"

"شکریہ ۔۔۔!"

۔۔۔سلمان کھی کھی ہنستے ہوئے بولا

"میں بھی دیکھوں گا ۔"

۔۔۔ظفر جل گیا

"ہاں ہاں آپ دونوں کو دکھاؤں گی ۔"

۔۔۔وہ یوں بولی ۔۔۔ جیسے تصویریں دکھا کر ان دونوں پر بڑا احسان کرے گی ۔

"مس ۔۔۔!"

۔۔۔ظفر اس کا نام نہ لے سکا ۔۔۔!

"آپ میرا نام کیوں نہیں لیتے ۔"

"آپ کا نام ۔۔۔"

۔۔۔سلمان کا حلق خشک ہونے لگا ۔

"ہاں ۔۔۔ چاند کہا کیجئے نا ۔۔۔"

"چا ۔۔۔ ند ۔۔۔"

ظفر بمشکل کہہ سکا ۔

"پہلے پہل ذرا عجیب لگتا ہے ۔۔۔ دو چار بار پکاریں گے تو عادت

ہو جائے گی۔"

— وہ ہنستے ہوئے بولی

"یہ — جھیل آگئی —!"

— سلمان جلدی سے بولا

"اوہ — کتنی پیاری جھیل ہے — بالکل میرے ناول کے ہیرو کی آنکھوں کی مانند گہری —!"

"آپ کے ہیرو کی آنکھیں نیلی ہیں —!"

— سلمان نے پوچھا

"میرے خیال میں نیلی ہی ٹھیک رہیں گی — کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نیلی آنکھیں بیوفا لوگوں کی ہوتی ہیں — مگر میرا ہیرو تو وفادار ہے —

وہ سوچتے ہوئے بڑی معصوم لگ رہی تھی —!

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے — نیلی ہوں یا کالی — جس نے بے وفائی کرنی ہے وہ تو کرے گا ہی — ہے نا سلمان —!"

ظفر بولا

"ہاں ٹھیک ہی کہتے ہیں آپ —"

چاند پتھر پہ بیٹھتے ہوئے کہنے لگی —!

"ویسے آنکھیں آپ کی بھی بُری نہیں — مگر ایسی آنکھوں کو کیا کہا جاتا ہے —!"

وہ پھر سوچنے لگی —

"کیا کہا جاتا ہے — ؟"

ظفر جلدی سے بولا

"غلافی آنکھیں ہے نا سلمان صاحب —"

"کہا جاتا ہوگا —"

— سلمان ناگواری سے بولا

"آپ لوگ بیٹھ جائیں نا — مجھے تو بھوک لگی ہے —"

— وہ باسکٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی

"سلمان صاحب — یہ سیب ذرا چھیل دیجئے — اور ظفر صاحب میرے لئے کپ میں کافی توڑ ڈالئے — اور ہاں یہ بسکٹ بھی دیجئے —

"لیجئے — !"

ظفر نے کافی کپ میں انڈیل کر سامنے کردی — !

سلمان اس کے لئے سیب چھیل رہا تھا — ظفر بسکٹ کا ڈبہ کھول کر بسکٹ سامنے رکھ رہا تھا — ! اور وہ مزے سے کھاتی جارہی تھی — اس نے کسی کو بھی تو نہ پوچھا — کبھی سلمان کے ہاتھ سے سیب لیتی — اور کبھی ظفر کے ہاتھ سے بسکٹ — !

کھاتے کھاتے ٹھنڈا سانس لیکر کہنے لگی — کوئی چیز نہ بدلے گی — صرف انسان بدل جائے گا — اس کے چہرے کی چمک دمک ماند پڑ جائے گی —

"اُف میں کتنی خوبصورت باتیں سوچتی ہوں ــــ ہے ناں ـــ"

"جی ہاں ـــ اس میں کیا شک ہے ـــ"

ـــ سلمان آہستہ سے بولا

"یہ خوبانی لیجئے ـــ"

ـــ ظفر اس کو کھلانے پر لگا ہوا تھا ـــ اور اسے بھی انکار کسی چیز سے نہیں تھا ـــ کھائے جا رہی تھی ـــ بغیر انہیں پوچھے ہوئے کہنے لگی ـــ !

"ہاں تو میں کہہ رہی تھی ـــ !

" انسان بدل جائے گا ـــ اس کے بالوں میں چاندی کے تار گھل مل جائیں گے ـــ اور وہ چند گزرے ہوئے لمحوں کو ہتھیلی پر لئے لئے دُنیا کی بھول بھلیوں میں کھویا کھویا پھرے گا ـــ روح کی تلاش میں ـــ بغیر کسی آسرے کے ـــ بغیر کسی اُمید کے ـــ ہائے ـــ میں کتنے خوبصورت الفاظ کہتی ہوں ـــ"

"جی ہاں بالکل ـــ"

ـــ سلمان آہستہ سے بولا

"یہ چیزیں بند کر لیجئے ـــ ! اور چلئے نیچے چلتے ہیں ـــ"

وہ اُٹھ کھڑی ہوئی ـــ !

"چلئے ـــ !

دونوں کپڑے جھاڑ کر بھوکے پیاسے اُٹھ کھڑے ہوئے ۔

"ٹھہریئے — !
— چلتے چلتے وہ رُک گئی — !
"کیوں —"
"قلم ہے آپ کے پاس —"
دونوں نے اپنے قلم ایک ساتھ نکال لیئے —
"میرے ذہن میں ایک خوبصورت فقرہ آیا ہے — !" ذرا نوٹ کر لیجئے — !"
"جی — !"
"لکھئے — لمحے دھواں بن کر اُڑتے ہیں — اُڑتے ہیں نا — وہ پوچھنے لگی — !
"ہاں ہاں بالکل اُڑتے ہیں —"
ظفر یقین سے بولا
"چلئے پھر —"
تب وہ ان کے ساتھ تیز رو آبشاروں کی نزاکت بنی چلتی رہی۔ وہ دونوں اس کا سامان اُٹھائے ہونقوں کی طرح ساتھ تھے — !

❀

دوپہر کا وقت تھا ۔۔۔!

آسمان کی نیلاہٹوں پر اُمڈی ہوئی گھٹاؤں کے پہرے لگے تھے۔

یوکلپٹس کے بلند پیکر درخت چپ چاپ کھڑے تھے ۔۔۔ فضا میں سُرمئی تاریکی پھیل رہی تھی ۔۔۔ برسات کی آمد کی خوشبو اُمڈ رہی تھی ۔۔۔

ظفر اور سلمان ابھی دفتر سے نہیں لوٹے تھے ۔۔۔!

چاند کھڑکی میں کھڑی ۔۔۔ اُونچے اُونچے کہساروں سے دبے پاؤں اُترتے ہوئے جھینپی اُجالے بکھیر رہی تھی ۔۔۔!

" چاند بیٹی ۔۔۔ مجھے ذرا وہ اسپرو دے دینا ۔۔۔ خالہ اپنے سُرخ ناک پر رومال رکھے بولیں "

" اچھا خالہ ۔۔۔"

" اگر ایسا رہا تو میں نہیں رہوں گی ۔۔۔"

۔۔۔ خالہ بولیں

" نہیں خالہ ابھی تو ہم آئے ہیں ___ گھومے بھی نہیں ___"

" بیٹی میں اپنی طبیعت کا کیا کروں ___"

" موسم کی تبدیلی کا اثر ہے ___ اچھی ہو جائیں گی آپ ___" چاند انہیں بخار کی ٹکیہ دیتے ہوئے بولی

" بی بی ___ چائے بنا دوں ___"

___ ہاتو اپنے سر کو کھجاتا ہوا بولا

" نہیں ___ اب کھانے کے بعد پیوں گی ___ سنو"

ہاتو قریب آگیا ___!

" یہ سلمان صاحب اور ظفر صاحب کس وقت آتے ہیں ___"

" بس ابھی آنے ہی والے ہیں ___"

" سلمان صاحب تو کہتے تھے کہ ان کی ڈیوٹی شام کو ہوتی ہے ___"

" ہفتے میں دو دن ___!"

ہاتو نے بتایا ___!

" اچھا اچھا ___!

اسی لمحے وہ دونوں آگئے ___!

" ہیلو ___"

___ چاند ہنس کر بولی

" ہیلو ___"

___ دونوں نے ایک ساتھ کہا

"چلئے پہلے کھانا کھائیں بڑی بھوک لگی ہے —"

— چاند کہنے لگی —!

"ہاں ہاں چلئے —!"

ظفر ہاتھ دھونے لگا — تو چاند بولی

"مجھ سے انتظار نہیں ہوتا —"

"جی —!"

سلمان گھبرا سا گیا —!

"آئندہ آپ نے دیر کی تو میں کھالوں گی ہاں — اُسے واقعی بڑی بھوک لگی تھی —!

ظفر بھی آگیا —!

تینوں کھانا کھانے لگے —!

"ظفر —!"

سلمان کہنے لگا —!

"ہوں —"

"دیر سے نہ آیا کرو —"

سلمان ڈرتے ڈرتے چاند کی طرف دیکھتے ہوئے بولا

"کیوں —؟"

— ظفر نے پوچھا —

"بس چاند کو بھوک لگتی ہے —"

— سلمان بے وقوفوں کی طرح ہنس دیا
" بھوک تو سب کو لگتی ہے بھائی —"

— ظفر بولا
" مس چاند کو زیادہ بھوک لگتی ہے نا —"

— سلمان پانی پیتے ہوئے بولا
" مگر — مگر —!

" مس چاند آپ کھانا کھا لیا کیجئے —!"

— ظفر بولا
چاند دونوں کی باتوں سے بے خبر کھانے میں مصروف تھی —
" ہاں مس چاند انتظار نہیں کیا کرتیں —"
سلمان بولا
" تو ہم جلدی آجایا کریں گے —"

— ظفر بولا
" کوئی بات نہیں آئندہ میں کھانا کھا لیا کروں گی —"

— چاند بولی
" آں —"
ظفر اُداس ہو گیا
" ہاں ناں — مجھے بھوک بھی لگتی ہے اور انتظار بھی نہیں ہوتا۔"

— چاند بولی —

"جیسا آپ چاہیں ــ"

ــــ ظفر نے کہا ۔

"آپ کو کچھ پکانا آتا ہے ــ"

ــــ چاند نے پوچھا

"جی ــ!"

"ہاں کوئی خاص ڈش ــــ!"

"مجھے مرغ روسٹ کرنا آتا ہے ــ"

سلمان فخر سے بولا

"اور آپ ظفر صاحب ــ!"

"مجھے پڈنگ بنانی آتی ہے ــ"

ــــ ظفر بولا

"بس تو پھر ٹھیک ہے ــــ کل سلمان صاحب مرغ روسٹ کریں گے ــــ اور ظفر صاحب پڈنگ بنائیں گے ــ"

چاند خوش ہو کر بولی

"اور آپ ــــ!"

ــــ سلمان ہنسا

"میں ــــ میں کھاؤں گی ــ"

وہ ہنس پڑی

"ہاں بالکل ــــ"

"تو پھر پکّی رہی ـــــ"

چاند نیپکن سے منہ صاف کرتے ہوئے بولی

"پکّی جی ـــــ!"

⁂

ہاتو نے سلمان اور ظفر کو دیکھ کر دانت نکالے ـــــ اور کھی کھی
ہنسنے لگا ـــ!
"کیوں ہنس کیوں رہے ہو ـــ!"
ـــ ظفر بولا ـ
صاب آپ ـــ آپ باورچی خانے میں آندی ـــ"
"تو کیا ہوا ـــ؟
سلمان بولا
صاب دیکھو تو سہی ـــ"
"کیا دیکھوں بے ـــ!"
سلمان بولا
"صاحب شیشہ ـــ وہ آئینہ ـــ
دونوں کی نظر ایک ساتھ اپنے جسموں پر پڑی ـــ عجیب

حلیہ تھا دونوں نے ایپرن باندھے ہوئے تھے ــــ ہاتھ بھرے ہوئے ــــ ظفر کے چہرے پر انڈے کی زردی چمٹی ہوئی تھی ــ اور سلمان کے سر پر میدے نے سفیدی بکھیر دی تھی ــ !

"صاب تم پکاندی ــ"

دونوں کھسیانے ہو گئے ــ!

"جاتو اپنا کام کر ــ"

ــــ ظفر بولا

"جاندی صاب جاندی ــــ !"

ہاتو ہنسی ضبط کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"سلمان ــــ !"

ــــ ظفر بولا

"کیا ہے یار ــ"

"اپنا حلیہ دیکھ رہے ہو ــ"

"تم ہی نے تو کہا تھا یار کہ مجھے پڈنگ بنانی آتی ہے ــــ نہ تم ڈینگ مارتے ــــ اور نہ یہ حال ہوتا ــ"

ــــ سلمان جھلا کر کہنے لگا۔

"میں نے اکیلے نہیں کہا تھا ــــ بات تم نے شروع کی تھی ــ"

ظفر نے جواب دیا

"تو ــــ تو پھر ــ"

دونوں ہنسنے لگے ۔۔۔!

ایکدوسرے کو دیکھ دیکھ کر ۔۔۔!

"یار اور تو سب کچھ ٹھیک ہے ۔۔۔ وہ مرغ میں نمک تیز ہوگیا ذرا ۔۔۔"

۔۔۔ سلمان سر کھجاتا ہوا بولا

"یہاں بھی کوئی زیادہ حوصلہ افزا نتائج نہیں ہیں ۔۔۔"

ظفر کی پڈنگ کے ذائقے میں مٹی کے تیل کی خوشبو آرہی تھی۔!

"یہ عورت ذات واقعی مصیبت ہے ۔۔۔"

"اپنے عہد کا خیال ہے نا ۔۔۔"

۔۔۔ سلمان ڈرتے ڈرتے پوچھ بیٹھا

"عہد ۔۔۔ کونسا عہد ۔۔۔"

۔۔۔ ظفر نے پوچھا

"اچھا ۔۔۔ تو اب بھول ہی گئے جناب"

"اوہ ۔۔۔ وہ والا عہد ۔۔۔" وہ بالکل پکّا یار ۔۔۔"

"اچھا چلو اب اپنی ہنڈیا کی خبر لو"

"ظفر ۔۔۔ یہ ذرا نمک چکھو ۔۔۔"

۔۔۔ سلمان نے چمچہ اس کے سامنے کردیا

"ارے بہت تیز ہے"

۔۔۔ ظفر منہ بناتے ہوئے بولا

"یار میں کیا کروں ـــــ بھاڑ میں جائے ـــــ" سلمان جھلا گیا

"کیا حال ہے آپ صاحبان کا ـــــ تیار ہو گئیں آپ کی ڈشز"

ـــــ چاند بوئے گل کی طرح مہکتی باورچی خانے میں آ کر بولی

"جی ہاں ـــــ!"

ـــــ دونوں ڈرے ڈرے سے تھے ـــــ!

"کیوں کوئی گھپلا ہو گیا کیا ـــــ؟"

ـــــ چاند مسکراتے ہوئے کہنے لگی

"کوئی خاص گھپلا تو نہیں ہوا ـــــ وہ ذرا نمک تیز ہو گیا ہے"

سلمان آہستہ سے کہنے لگا

"اچھا ـــــ کوئی بات نہیں ہم دہی ملا کر کھا لیں گے"

ظفر بھیگی بلی بنے کھڑا تھا

"آپ نے کیا کمال کیا"

ـــــ چاند نے پوچھا

"وہ جی ـــــ یہ ـــــ یہ پڈنگ بھی سینٹ ملا کر کھانا پڑے گی"

ـــــ وہ آہستہ سے بولا

"کیا مطلب ـــــ؟"

ـــــ چاند نے پوچھا

"جی ـــــ وہ معلوم نہیں ـــــ مٹی کے تیل کی بو اس میں کس طرح چلی گئی ـــــ!"

چاند کھلکھلا کر ہنس پڑی ۔۔۔ کہنے لگی

" دیکھ لیا آپ کا سگھڑ پن ۔۔۔"

" اے یہ لڑکے کیوں ایپرن باندھے ہوئے ہیں ۔۔۔"

خالہ بھی وہیں آ گئی ۔۔۔!

" خالہ ۔۔۔ یہ آج پکانے کے موڈ میں تھے ۔۔۔"

" انہوں نے خود ہی تو کہا تھا جی ۔۔۔!"

سلمان نے چاند کی شکایت کی ۔۔۔

" تو بالکل پاگل ہے چاند ۔۔۔ خواہ مخواہ بے چارے لڑکوں کو مصیبت میں ڈال دیا ۔۔۔ چلو بیٹا منہ ہاتھ دھو لو ۔۔۔ یہ ہانڈی چولہا عورتوں کو زیب دیتا ہے ۔۔۔"

" جی ۔۔۔!"

۔۔۔ ظفر اور سلمان نے ندامت بھری نظروں سے ایکدوسرے کو دیکھا اور کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے باہر نکل گئے ۔۔۔!

٭

"میں مونگ پھلی کھاؤں گی"

—— وہ مچل گئی

"اچھا ——"

"ہاں بڑا دل چاہ رہا ہے"

"تو پھر چلو سلمان مونگ پھلی تو نیچے ہی ملے گی"

—— ظفر بولا

"تم لے آؤنا ——"

—— سلمان بولا

"ہائے آپ دونوں میرے لئے مونگ پھلی بھی نہیں لا سکتے"

—— چاند بے چارگی سے بولی

"ابھی لاتے ہیں جی ——"

—— دونوں ایک ساتھ اُٹھے اور نیچے ڈھلوانوں میں غائب ہو گئے ۔

وہ ہنس دی ——!

"کتنے سیدھے ہیں یہ دونوں —— مگر ان دونوں کا شرمانا —— آنکھیں جھکا لینا —— اُسے سمجھ نہ آیا تھا ——!

حالانکہ جب وہ دفتر جاتے اور کبھی اچانک وہ بھی دفتر چلی جاتی تو وہ دونوں کتنے شاندار لگتے تھے —— افسرانہ شان میں —— اپنے ماتحتوں کے ساتھ کتنے سخت تھے —— مگر خود چاند کے ساتھ ایسا رویہ اسے سمجھ

نہ آیا تھا — !

کتنے عجیب ہیں دونوں —"

— وہ ہنس دی —

ڈوبتے سورج کی کرنیں اس پر پڑ رہی تھیں — اس کی نارنجی ساڑھی اور نارنجی سلیولیس بلاوز شفق آلود ہو رہا تھا — خوبصورت گردن کو چومتا ہوا موتیوں کا ہار ستاروں کی طرح چمک رہا تھا — غازے کی ہلکی ہلکی تہوں کے پیچھے رخساروں کی سُرخی یوں نظر آرہی تھی جیسے بلوریں جام میں شراب ارغوانی لرزاں ہو —"

اس کے قریب ہی پھول اپنی خوشبو بکھیر رہے تھے —!

شام کے سُرمئی آنچل پھیل رہے تھے — اور اس آنچل میں منہ چھُپائے غنچوں کی مہکاریں — کلیوں کی حیا باز نگاہیں — نوشگفتہ پھولوں کی شرمیلی ادائیں — ! ایک عجیب سا حُسن بکھیر رہی تھیں ۔

ان شرمیلے پھولوں کو دیکھ کر اس کا خیال سلمان اور ظفر کے گرد گھومنے لگا —

اور اسی لمحے وہ دونوں ہانپتے کانپتے پسینے سے شرابور تھکن سے چوُر اُوپر چڑھتے آرہے تھے —

دونوں کے ہاتھ میں لفافے تھے — !

اس کی ہنسی چھُپائے نہ چھُپ سکی

" یہ لیجئے مونگ پھلی — !

دونوں نے لفافے آگے کر دیئے ــــ!

"اوہ شکریہ ـــــ!"

دونوں چپ چاپ بیٹھے تھے ـــــ اور وہ مونگ پھلی کھا رہی تھی ــ!

"آپ دونوں خاموش کیوں ہیں ـــــ!"

ہنسی چھپاتے ہوئے وہ بڑی پیاری لگ رہی تھی ــ!

"چلئے آگے چلتے ہیں ــ"

ـــــ چاند کہنے لگی ۔

"چلئے ـــــ"

ـــــ دونوں سعادتمندی میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے ــ!

باتیں کرتے ہوئے دونوں نیچے آگئے ــ!

سڑکوں پر خاصی رونق تھی ـــ لوگ ٹہل رہے تھے

"بابو ـــ"

ـــ تلی لڑکی نے انہیں آواز دی ۔

"کیا ہے ـــ؟"

ـــــ سلمان نے ناگواری سے پوچھا

"بابو ـــــ یہ تمہاری کون ہے ـــ"

ـــــ لڑکی اداسی سے بولی

"تم کیوں پوچھتی ہو ـــــ!"

ـــــ چاند بولی

" یوں ہی ـــــ تم کون ہو ـــــ"

" میں ـــــ میں چاند ہوں ـــــ"

چاند ہنس کر بولی

" تم واقعی چاند ہو ـــــ"

ـــــ لڑکی حسرت سے بولی

" اور تم کون ہو ـــــ؟

ـــــ چاند نے پوچھا۔

" میں ـــــ"

ـــــ لڑکی ہنسی ـــــ پھر بولی

" میں کچھ بھی نہیں ـــــ"

تینوں نے ایک ساتھ دیکھا ـــــ لڑکی بس کے اڈے کی طرف چلی گئی ـــــ!

اور سلمان کو لگا جیسے وہ پھر ایک بہت بڑی بات کہہ گئی ہو ـــــ

" ارے تم ـــــ؟

ـــــ چاند ایک لڑکی کو دیکھ کر اس کی طرف بھاگی

" اوہ ـــــ چاند ـــــ تم ـــــ ہاؤ آر یو ـــــ"

ـــــ دوسری لڑکی بھی چاند سے لپٹ گئی۔

" کہاں جناب ـــــ تم تو یوں غائب ہوئیں کہ ـــــ

" اور تم محترمہ ـــــ"

لڑکی نے درمیان سے ہی اس کی بات کو اُچک لیا۔

" اچھا سُناؤ ــــ کہاں ٹھہری ہو ــــ؟

ــــ چاند نے پوچھا

" انکل کی کوٹھی ہے یہاں پر ــــ"

" سلمان صاحب ــــ !"

" چاندان دونوں کی طرف مڑ کر بولی

" یہ میری بہت پیاری دوست ہے ــــ زرّی ــــ اور زرّی ڈیئر یہ سلمان اور ظفر ــــ"

" بڑی خوشی ہوئی جی آپ سے مل کر ــــ !"

ــــ زرّی لاپرواہی سے بولی

" سچ مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے تمہیں یہاں دیکھ کر ــــ !"

ــــ چاند بولی۔

" اور وہاں تو گھاس بھی نہیں ڈالتی ــــ"

ــــ زرّی نے جواب دیا۔

" بکو مت ــــ !"

" اب تم روز ہمارے ساتھ رہو گی ــــ !"

" میں بھی خاصی بور تھی ــــ !"

زرّی بولی

" اگر ناگوار نہ ہو تو چائے پی لی جائے ــــ"

ـــــ سلمان ہمت کر کے بولا

" جی ہاں بالکل ـــــ "

چاروں ہوٹل میں آ گئے

" ہال میں زیادہ لوگ نہیں تھے

چاند اور زرّی تو اپنی باتوں میں کھوئی ہوئی تھیں ـــــ اور سلمان اور ظفر ہونقوں کی طرح منہ کھولے دیکھے جا رہے تھے۔

چائے آئی ـــــ چاند نے چائے بنائی

رات کافی ہو گئی تھی ـــــ چاند نے زرّی کو بنگلے کا پتہ بتا دیا پھر گھر کی طرف لوٹ آئے ـــــ!

راستے میں چاند کہنے لگی۔

" زرّی اور میں کالج میں ملے تھے ـــــ اس کے بعد ہماری پکی دوستی ہو گئی بڑی اچھی لڑکی ہے ـــــ مجھے تو اُسے یہاں دیکھکر بے انتہا خوشی ہو رہی ہے۔ کم از کم بور تو نہیں رہوں گی "

" کیا آپ ہمارے ساتھ بور ہوتی ہیں ـــــ ؟

سلمان آہستہ سے بولا

" سچ پوچھتے ہیں ـــــ ؟"

" ہاں ـــــ!"

" تو میں واقعی بور ہوتی ہوں ـــــ آپ دونوں میری سمجھ میں نہیں آتا کیا ہیں ـــــ کیا لڑکے ایسے ہوتے ہیں ـــــ!"

چاند رہ نہ سکی ــــ!

"کیسے ہوتے ہیں ــــ"

ــــ ظفر نے پوچھا

"بس آپ کو کیا بتاؤں ــــ"؟

ــــ چاند جھنجھلا گئی

"بتا ہی دیں تو اچھا ہے ــــ"

ــــ ظفر آہستہ سے کہنے لگا۔

"اب اختر بھائی کو ہی لے لیجئے ــــ گھر میں آتے ہی وہ اُودھم مچاتا ہے کہ توبہ ــــ نوکر اس کے ہاتھ سے تنگ ہیں ــــ میری سہیلیاں اس کی شرارتوں سے عاجز ہیں ــــ میں خود کسی وقت لڑ پڑتی ہوں میری چیزیں جو خراب کر دیتے ہیں ــــ بچوں کے چاکلیٹ چُرا کر کھا جاتے ہیں۔

"تو پھر ــــ وہ اچھا کیسے ہوا ــــ؟

ــــ سلمان بولا

"ان باتوں کے باوجود ہم انجوائے کرتے ہیں ــــ میری سہیلیوں میں وہ مقبول ہے ــــ میں دو دن اس کی شرارتوں سے دُور ہو جاؤں تو یوں لگتا ہے جیسے میری زندگی میں کوئی زبردست کمی ہے ــــ مطلب یہ کہ یاد تو دل میں چھوڑ دیتا ہے نا ــــ! اور آپ دونوں ــــ بالکل ڈل۔ ہاں میں ہاں ملانے والے ــــ بس ــــ آپ کی عمر کے نوجوان یوں ہوتے ہیں کیا۔؟"

چاند بڑی بوڑھیوں کی طرح ناک پر ہاتھ رکھ کر بولی

"جی ـــــ وہ ـــــ وہ ـــــ"

ـــــ سلمان بُری طرح گھبرا گیا

اور ظفر تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا ـــــ اس کا دل چاہا کہ وہ چاند سے کہہ دے

"کہ میں بھی ایسی صفات رکھتا ہوں ـــــ مگر بُرا ہو اس کمبخت عہد کا جس نے سب کچھ مجھ سے چھین لیا ہے"

چلتے چلتے چاند نے چیخ ماری

"کیا ہوا ـــــ؟

ـــــ دونوں گھبرا گئے

"پیر اُلٹ گیا ـــــ ہائے"

وہ بچوں کی طرح رونے لگی ـــــ!

"اب کیا ہوگا ظفر ـــــ!"

ـــــ سلمان گھبرایا ہوا تھا

"گھر تھوڑی دُور رہ گیا ہے ـــــ بس چاند ـــــ"

ـــــ ظفر اس کی ہمت بندھانے لگا ـ

"میں بالکل نہیں چل سکتی ـــــ پیر میں سخت تکلیف ہے ـ ہائے اللہ ـــــ!"

وہ روتے روتے بولی

" کوئی ڈانڈی والا بھی کمبخت دکھائی نہیں دیتا ۔"

سلمان بولا

" آپ کو ڈانڈی کی پڑی ہے ـــ مجھے اُٹھا کر لے چلیے ـــ ہائے میں مری ـــ میں بالکل نہیں چل سکتی ۔"

وہ بین کرنے والے انداز میں بولی

" حوصلہ رکھیے نا ـــ !"

ـــ سلمان بولا

" مجھے سہارا دیجیے اور لے چلیے ـــ "

وہ روتے ہوئے بولی

" یار سہارا دو ـــ !"

ـــ ظفر سلمان سے کہنے لگا

" تم رونا یار ـــ !"

ـــ سلمان کے ماتھے پر پسینے کے قطرے اُبھر آئے ـــ

دونوں نے چاند کو سہارا دیا ـــ

ایک طرف سے سلمان نے بازو تھام رکھا تھا ـــ دوسری طرف ظفر نے اور وہ ہچکیاں بھرتی ہوئی، آہستہ آہستہ چل رہی تھی

راستے میں ظفر اور سلمان کے دفتر کے کئی لوگوں نے انھیں دیکھا

ان کا باس BOSS اپنی بیوی کے ہمراہ ٹہل رہا تھا ـــ

دیکھ کر بولا

"کیا ہوا سلمان ــــ"

"جی موچ آگئی ہے ــ"

ــــ سلمان نظریں جھکائے بولا

"اچھا اچھا ــــ" وہ پائپ پیتے ہوئے مسکراتے چلا جا رہا تھا۔!

"ذرا رومال دیجئے ــــ"!

ــــ چاند بولی

"لیجئے ــ"

ــــ ظفر نے فوراً رومال نکال کر دیا۔

"ذرا میرے آنسو پونچھ دیجئے نا ــــ"

وہ ہچکیاں لیتے لیتے بولی

"جی ــــ"

ظفر ــــ بُری طرح گھبرا گیا ــــ پھر بولا ــــ "لو سلمان تم پونچھ دو نا ــــ!" "آنسو ــ!"

"اوہ ــــ آپ دونوں تکرار ہی کرتے رہیں گے ــــ لائیے مجھے دیجئے ــــ!"

چاند نے ایک جھٹکے سے رومال چھین لیا ــــ اور چہرہ صاف کرنے لگی ــــ رومال ظفر کو واپس کر دیا ــــ!

گھر آگیا ــــ خالہ چاند کو اس حالت میں دیکھ کر پریشان ہو گئیں ــــ!

کہنے لگیں ـــــ

" جانے ابھی بچی کے پاؤں کو ٹھیک ہونے میں کتنے دن لگ جائیں گے "

" میں ابھی ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں "

ـــــ سلمان بولا

چاند بستر پر لیٹ گئی ـــ !

ظفر نے ماٹو کو چائے بنانے کو کہا ـــــ سلمان ڈاکٹر کے ہاں گیا تھا ـــــ

چاند آنکھیں بند کئے لیٹی تھی ـــ

تھوڑی دیر میں ڈاکٹر آگیا ـــ !

سلمان جس پریشانی میں ڈاکٹر کے پاس گیا تھا ـــ ڈاکٹر یہ سمجھا کہ شائد کوئی موت زندگی کی کشمکش میں ہے ـــــ وہ نہایت گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا تھا ـــ !

لیکن پاؤں کی معمولی سی موچ دیکھ کر ڈاکٹر کو بے اختیار ہنسی آگئی ـــ

" ڈاکٹر آپ ہنس کیوں رہے ہیں ـــ ! "

ـــ خالہ بولیں

" محترمہ یہ صاحب اس طرح گھبرائے ہوئے گئے ہیں ـــ کہ میں کھانا چھوڑ کر اٹھا ہوں ـــــ مگر ـــــ یہ تو ـــــ معمولی بات ہے

" آپ معمولی بات کہہ رہے ہیں ـــــ مجھے اتنی تکلیف ہے "

چاند منہ بنا کر بولی۔
"آپ کا علاج یہی ہے کہ اب آپ ایک ہفتہ آرام کریں ـــ"
ڈاکٹر ہنستے ہوئے بولا
ظفر اور سلمان ابھی تک پریشان صورتیں لئے کھڑے تھے ـــ!
ڈاکٹر نے دوا دی ـــ مالش کا تیل ـــ اور ٹیبلٹس وغیرہ۔
ڈاکٹر تو چلا گیا ـــ!
اور چاند کو دونوں کی صورتیں دیکھ کر ہنسی آگئی ـــ!
خالہ بھی مسکرادیں ـــ!

❖

پوری رات بارش

پوری رات بارش ہوئی تھی ـــــ اس لئے صبح بڑی نکھری ہوئی تھی ہر چیز دھل کر صاف ہو گئی تھی ـــــ پتّوں کی گرد دُھل چکی تھی اور وہ روئی ہوئی آنکھوں کی مانند دلکش نظر آنے لگے تھے ـــــ ٹھنڈی اور معطّر ہوا بے خود کئے دے رہی تھی ـ

چاند اپنی سفید کشمیری شال کندھوں پر پھیلائے پلنگ پر ہی بیٹھی تھی ـ پاؤں بندھا ہوا تھا ـــــ!

خالہ ہاتو کو پکانے کی ہدایت کرنے کچن گئی ہوئی تھیں

سلمان اور ظفر دفتر تھے

چاند نے سرہانے پڑا ہوا رسالہ اُٹھایا اور یوں ہی ورق گردانی کرنے لگی ـــــ

"میں آسکتی ہوں حضور ـــــ؟"

دروازے میں کھڑی زری بولی ـ

"ارے زرّی ــــ آؤ ــــ آؤ ــــ!"

"یہ بستر کس خوشی میں ستم کا نشانہ بنا ہے ــــ!"

ــــ زرّی پلنگ پر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی

"ارے تمہیں تو علم ہی نہیں رات تم سے مل کر آ رہے تھے کہ پاؤں میں موچ آ گئی ــــ!"

ــــ چاند پاؤں کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی

"پھر ــــ؟"

"پھر یہ کہ سلمان اور ظفر بڑی مشکل سے گھر تک لائے ــــ"

"یہ سلمان اور ظفر ہیں کیا شئے ــــ؟"

ــــ زرّی مسکرائی

"یہ تو میں بھی نہیں سمجھ سکی ــــ"

"سمجھنے کی کوشش کرو ــــ!"

" زرّی ہنسی

"نہ بابا نہ ــــ!"

ــــ چاند نے کان پکڑ لئے

"ویسے ہیں خاصے سمارٹ ــــ!"

زرّی معنی خیز لہجے میں بولی ــ

"ہوں گے ــــ"

ــــ چاند نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات ہوئی کبھی ــــ؟"

"باتیں تو روز ہی ہوتی ہیں ـــ"

"ایسی باتیں نہیں ــــ مطلب کی بات ــــ"

ــــ زرّی ہنستے ہوئے بولی

"بڑی کمینی ہو ــــ میں ایسی باتیں کرنے تھوڑی آئی ہوں ــــ!"

"تو کیا حرج ہے ــــ ہو سکتا ہے کہ تمہیں اسی غرض سے یہاں بھیجا گیا ہو کہ زندگی کا ساتھی چن لو ـــ"

"ہونہہ ــــ!"

"ویسے دونوں کے لئے کیا جذبات واحساسات وخیالات ہیں تمہارے؟"

"دونوں نہایت فرمانبردار آدمی ہیں ـــ"

ــــ چاند ہنس دی

"تو پھر ــــ؟"

"پھر یہ کہ تم پسند کر لو ـــ" چاند نے زرّی پر حملہ کر دیا ۔

"میں پسند کروں ــــ دماغ تو ٹھکانے ہے تمہارا ـــ"

"جب سے آئی ہو یہی باتیں کر رہی ہو ــــ پھر میں تو تمہیں پتہ ہے ــــ ادیب ہوں ــــ بقول شخصے ــــ دھڑکنوں کا کاروبار کرتی ہوں ــــ پھر کیسے نہ سمجھ لوں گی ــــ سوچو تو سہی ــــ!"

چاند ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی ۔

"اچھا اپنی بکواس بند کرو ـــ"

—— زرّی بولی

" چائے پیوگی کہ کافی —— !"

—— چاند بولی

" کافی —— !"

—— زرّی روٹھے سے انداز میں بولی

" ہاتو —— ہاتو —— !"

—— چاند نے آواز دی

" جی بی بی جی —— !"

—— ہاتو دُور سے ہی نعرہ لگاتے ہوئے بولا

" کافی بنا کر لاؤ —— !"

" اچھا بی بی جی ——"

وہ جانے کے لئے دروازہ کی طرف بڑھا پھر مُڑ کر بولا

" بی بی جی —— وہ بڑی بی بی کہندی —— تم کو کھانا پکانا نہیں آندی —— !"

" جاؤ —— کافی بنا لاؤ پہلے ——"

" اچھّا —— جاندی —— جاندی ——"

—— کہتے ہوئے وہ باہر نکل گیا —— !

" اچھّا اب سُناؤ —— !"

—— چاند زرّی کی طرف مُڑ کر بولی

"کیا سُناؤں ـــ"

"کہاں رہیں ـــ کیا کیا کیا ـــ؟ وغیرہ وغیرہ ـــ"

"چاند ـــ بس کیا بتاؤں ـــ بڑی بور رہی ـــ کتابیں پڑھنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا ـــ"

"منگنی تو نہیں ہوئی تمہاری ـــ"

ـــ چاند نے پوچھا

"نہیں ـــ!"

"کیوں ـــ؟"

"وہ لوگ بنتے بہت ہیں ـــ ہیں کچھ بھی نہیں ـــ"

زرّی آہستہ سے بولی۔

"تو یوں کہو دولت مند لوگ نہیں ـــ"

"نہیں دولت مند کا سوال نہیں ـــ نہیں ہیں ـــ ٹھیک ہے ـــ جو صحیح حالت ہے وہ ہی بتائیں ـــ خواہ مخواہ جھوٹ کیوں بولتے ہیں ـــ"

"اس لئے کہ انہیں پتہ ہے کہ دُنیا چڑھتے سورج کو سلام کرتی ہے۔"

"ایسی بات نہیں ـــ وہ صاحب جو اس سلسلے میں پیش پیش تھے اچھے خاصے تھے اگر سچائی سے سب کچھ بتا دیتے تو شاید سلسلہ طے ہو جاتا ـــ مگر انہوں نے جھوٹ بولا ـــ لہٰذا نہ ہو سکا ـــ"

ـــ زرّی صاف گو سی لڑکی تھی ـــ اس نے جو کچھ جانا کہہ دیا۔

"اچھا دفعان کرو ___ تم سلمان یا ظفر میں سے کسی کو پسند کرو دونوں ہی نہایت سعادت مند ہیں ___ جو بھی تم پسند کرو گی ___ تمہاری ہاں میں ہاں ملائے گا ___ جو تم کہو گی بلا چوں چرا ماننے گا ___"

چاند ہنستے ہنستے دُہری ہوئی جا رہی تھی ___

"دفعان دُور ___ مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتے ایسے مرد ___"

"وہ مرد ہی کہاں ہوئے ___ میں تو اپنے ذہن میں جو نقشہ بنائے بیٹھی ہوں وہ کچھ اور ہی ہے ___"

"کیا ___؟"

"دن میں کم از کم دو بار تو وہ مجھ سے روٹھا کرے ___"

___ اور پھر بڑبڑائی

"ہفتے میں ایک لڑائی ضرور ہونی چاہیئے ___ مہینہ میں ایک مرتبہ ہلکی سی مار پیٹ ___!"

___ زری اپنے آئیڈیل کے بارے میں گوشوارے کے مطابق بتا رہی تھی۔

"توبہ توبہ ___"

"ایسی زندگی مزے کی ہوتی ہے جناب ___"

"یعنی مار دھاڑ سے بھرپور شاہکار ___"

___ چاند ہنسی

"ہاں ___"

"اور پھر سال میں ایک مرتبہ طلاق تک نوبت آجائے گی ۔۔۔ ہے نا۔
"نہیں میرے گوشوارے کے مطابق سال میں ایک مرتبہ روٹھ کر میکے جا بیٹھنا ہے"

۔۔۔ زری نے بتایا

ہاتو کافی اور خشک میوہ لے آیا

اور پھر ۔۔۔!

کافی کے دوران بڑی باتیں ہوئیں ۔۔۔!

زری جانے لگی تو چاند نے اُسے کھانے تک روکنا چاہا ۔۔۔ لیکن وہ دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی ۔۔۔!

❖

چار روز بعد کہیں وہ چلنے کے قابل ہوئی ــــ اس بیماری کے دوران ظفر اور سلمان نے اس کی بڑی خدمت کی ــــ!

ظفر اس کے لئے دوائیں لاتا ــــ

ــــ تو سلمان پھل لے آتا ــــ

دونوں کا التفات جب حد کو پہنچ جاتا تو دونوں چپکے چپکے عہد دُہرا لیتے اور اس پر پُورا اُترنے کی قسمیں کھاتے ــــ لیکن علیحدگی میں دونوں ایک دُوسرے کو ملامت کرتے ــــ!

اس روز موسم ہمیشہ کی طرح خوشگوار تھا ــــ چاند اپنے کمرے میں تھی ــــ!

ظفر اور سلمان باہر لان میں کرسیوں پر بیٹھے تھے ــــ!

"ظفر ــــ"

سلمان شاکی نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے بولا

" ہوں "

" یار مجھے ڈر ہے کہ تم اپنے عہد پر پورے نہیں اُترو گے "

" اور مجھے تمہاری طرف سے خدشہ ہے "

— ظفر کہنے لگا

" تم کبھی کبھی اوور ہو جاتے ہو نا — ! "

— سلمان بولا

" کیا — ؟ "

" ہاں بھلا — سوچ تو آئی تھی مس چاند کے پیریڈ میں قیامت تو نہیں آئی تم نے اپنے آپ کو یوں پریشان کر لیا جیسے مر ہی تو جاؤ گے — یہ سب کیا ہے آخر — ! "

— سلمان نے بُرا سا منہ بنا لیا — !

" واہ واہ — کیا کہنے — ساری اپنی باتیں مجھ پہ کس خوبصورتی سے چسپاں کر دیں — ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالو سلمان — اور میرے سوالوں کا جواب دو — کیا تم پریشان نہیں تھے — کیا تم دوڑ دوڑ کر اس کے لئے چیزیں نہیں لاتے تھے — کیا تم گھنٹوں اس کے پاس نہیں منڈلاتے تھے — بولو جواب دو — "

— ظفر غصہ سے بولا

" یار — دونوں برابر ہی تھے — "

— سلمان آہستہ سے بولا

"ہاں ___ تو یوں کہو نا ___ مجھ پر الزام کیوں لگاتے ہو"

"پھر کیا کیا جائے ___ ؟"

سلمان بے بسی سے بولا

"کیا کیا جائے ___ اپنے آپ کو کنٹرول کرو"

"اور تم ___"

"میں بھی کنٹرول کروں گا ___ بلکہ مجھے تو اپنے آپ پر پورا کنٹرول ہے"

___ ظفر بڑے زعم سے بولا

"وہ تو مجھے بھی ہے"

"یار یہ کب واپس جائے گی ___ ؟"

___ ظفر عاجزی سے بولا

"کیا معلوم ___ ؟"

"چین سکون لٹ گیا ہے ___ ہر وقت یہی خدشہ لگا رہتا ہے کہ کوئی چوک نہ ہو جائے ___ دیکھو نا آخر انسان خطا کا پتلا ہے۔ ہے نا"

"ہاں یار ___"

"اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ"

___ ظفر بڑی رازداری سے بولا

"یار تنگ نہ کرو ___ تم سنبھل جاؤ ___ میں تو سنبھلا ہوا ہوں"۔

"بالکل ___ بالکل ___ دونوں ہی اپنے رویے سے ظاہر کر دیں کہ

ہمیں عورت ذات سے کوئی دلچسپی نہیں ــــ!"

ـــــ دونوں نے ایک بار پھر ہاتھ سختی سے ملایا ـــــ!

"کیا ہو رہا ہے بیٹا ــــ!"

ــــ خالہ قریب آگئیں

"کچھ نہیں جی ــــ!"

ــــ سلمان گھبرا گیا

"خالہ آپ تو گھومنے بالکل نہیں جاتیں ــــ!"

ــــ ظفر کہنے لگا

"بیٹے میں بلڈ پریشر کی مریضہ ہوں ــــ یہیں سے سب نظارے کرلیتی ہوں ــــ!"

"کبھی تو چلا کیجئے نا ــــ"

"چلوں گی کبھی ــــ چاند کا دل ہی نہیں بھرتا ــــ کہتی ہے ابھی ایک ماہ اور رہوں گی ــــ!"

"جی ــــ جی ــــ!"

ــــ دونوں نے شکستہ آواز میں کہا

"گھر بھر کی لاڈلی ہے چاند ــــ"

ــــ خالہ چاند کی تعریفیں کرنے لگیں

دونوں سر جھکائے سنتے رہے ــــ!

خالہ دونوں کو نہایت فرمانبردار ــــ سعادتمند سمجھتی تھیں ــــ!

دعائیں دیتی ہوئی واپس کمرے میں چلی گئی ــــ!"

" پھر کیا سوچا ظفر ــــ!"

ــــ سلمان آہستہ سے بولا

" کس بارے میں ــ"

" اپنے عہد کے بارے میں اور کس کے بارے میں ــ!"

" یار تم کمال کرتے ہو ــــ تم اس معاملے کو مذاق میں لے رہے ہو شاید ــ!

" لیکن میں سنجیدہ ہوں ــ!"

ــــ ظفر سلمان کو سمجھانے لگا

" کیا کہا ــ مذاق ــ"

ــــ سلمان چونکا

" اور کیا ــ؟

" نہیں یار میں بڑا سنجیدہ ہوں ــــ خود سوچو ــــ رخشی کے لئے ــــ ہم دونوں دوست کس طرح جدا ہو گئے تھے ــــ ایسا نہ ہو کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرانے لگے ــ!

" نہیں میری جان ایسا نہیں ہوگا ــ"

ظفر سلمان کے رنجیدہ لہجے کی تاب نہ لا سکا

" بس تو پھر ٹھیک ہے ــ!"

ــــ سلمان کو اطمینان ہو گیا

"ہم دونوں چٹان کی مانند ہیں ـــــ ہے نا"

ـــــ ظفر ہنس کر بولا

"ہاں اس چٹان کی مانند جو سمندر کے درمیان ہو ـــــ!"

ـــــ سلمان کہنے لگا ـــــ!

"لہریں سر ٹکرا کر لوٹ جائیں گی ـــــ!"

ـــــ دونوں نے پھر بڑے زور سے ہاتھ ملایا

عین اسی وقت چاند کمرے سے نکلی ـــــ!

اس نے ہلکا گلابی چُست پائجامہ اور کُرتہ پہن رکھا تھا ـــــ گلابی باریک شیفون کا دوپٹہ اس کے چہرے کا ہم رنگ تھا

"مجھے گلابی رنگ کا پھول چاہیئے ـــــ!"

وہ قریب آ گئی

"یعنی گلاب ـــــ"

ـــــ ظفر بولا

"ہاں مگر پوری طرح کھِلا ہوا نہیں ـــــ ادھ کھِلا ـــــ

دونوں جلدی سے اُٹھ کر پودوں کے گرد منڈلانے لگے۔

دونوں کی یہی کوشش تھی کہ وہ پہلے چاند کو اس کی پسند کا گلاب ڈھونڈ دیں ـ وہ بے نیازی سے کھڑی کوئی پیاری سی دُھن گنگنا رہی تھی ـــــ!

اُوپر چوٹی پر لال پیلے آنچل لہرا رہے تھے ـــــ شاید کوئی ٹولی سیر کے لئے بلندیوں پر پہنچی ہوئی تھی ـــــ

تھوڑی دیر میں وہ دونوں ہی حاضر ہو گئے
ظفر کے ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا ۔ !
۔۔ اور سلمان کی شرٹ کا کف پھٹ چکا تھا
لیکن دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک پھول تھا
" ارے ۔۔ یہ کیا ۔۔ ؟"
چاند انہیں دیکھ کر ہنسی ضبط نہ کر سکی
" یہ ۔۔ یہ گلاب ۔۔ !"
۔۔ دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا
" مگر ۔۔ آپ کا حلیہ ۔۔"
۔۔ وہ شگفتہ پھول کی مانند تر و تازہ نظر آرہی تھی ۔
" وہ ۔۔ وہ کانٹے تھے نا ۔۔"
۔۔ ظفر تھوک نگلتے ہوئے بولا
" ہاں ہاں ظفر سچ کہتا ہے ۔۔"
سلمان نے جلدی سے اس کا ساتھ دیا
" مجھے بھی معلوم ہے کہ پھول کے ساتھ کانٹے تو ہوتے ہیں ۔۔
یہ کوئی نئی بات تو آپ مجھے بتا نہیں رہے ۔۔"
۔۔ چاند ہنستی ہوئی بڑی پیاری لگ رہی تھی ۔۔ !
دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کھسیانی سی ہنسی ہنس
دیئے ۔۔

" میں تو یہ کہہ رہی تھی ـــــ اتنی سخت محنت کی ضرورت کیا تھی ـــــ پھول ہی تھا نا ـــــ!

" جی ہاں پھول تو تھا ـــــ مگر آپ نے مانگا تھا نا ـــــ!
سلمان بولا

" تو پھر کیا ہوا ـــــ؟
وہ مسکرائی

وہ خاموش خاموش سی فضاؤں میں دیکھنے لگے ـــــ!

" چلئے باہر چلیں ـــــ!
ـــــ چاند بولی

" کہاں ـــــ!"
" کہیں بھی ـــــ آج زرّی کے ہاں بھی جانا ہے مجھے ـــــ!"
" ٹھیک ہے ـــــ"
ظفر بولا

" آپ دونوں بھی چلیں گے ناں ـــــ!

" جی ـــــ جی ـــــ ہم ـــــ"
سلمان نے ظفر کو حیرت سے دیکھا

" ہاں ـــــ!

ـــــ وہ لاپرواہی سے بولی

" میرا مطلب ہے ہمارا جانا ضروری ہے کیا ـــــ؟

___ سلمان ہمت کر کے بولا
" ضروری تو نہیں ___ یونہی ذرا تفریح ہو جاتی "
چاند کہنے لگی ___!
" آپ کہتے ہیں تو چلے جائیں گے "
___ ظفر دبی زبان میں کہنے لگا ___!
" اچھا اب جایئے کپڑے بدل آیئے ___"
___ چاند یوں کہنے لگی جیسے وہ دونوں بہت چھوٹے بچے ہوں "
اور وہ دونوں بھی اس کا کہا مان کر چلے گئے ___
چاند گنگناتے ہوئے جالی دار جنگلے کی طرف بڑھی
نیچے ڈھلوانوں پر لوگ کیڑیوں کی طرح ہر طرف بکھرے ہوئے نظر آر ہے تھے۔ آج رونق زیادہ تھی ___!
گرمی سے گھبرائے ہوئے لوگ جی بھر کر ٹھنڈی ہواؤں کو لوٹ رہے تھے
سڑکیں یوں نظر آرہی تھیں ___ جیسے پہاڑوں کے درمیان سفید سفید لکیریں"
کچھ ہی دیر میں وہ دونوں فریش اَپ ہو کر آ گئے ___!
ظفر نے گرے پتلون اور سفید بوشرٹ پہنی ہوئی تھی ___ اور سلمان براؤن پتلون اور بوسکی کی قمیص میں شاندار لگ رہا تھا ___!
دیکھنے میں وہ دونوں کتنے سمارٹ تھے ___
دونوں کے ساتھ چلتی وہ کتنی اچھی لگتی تھی ___!
ہنستے مسکراتے ___ وہ تینوں ڈھلوانوں پر آ گئے ___!

چاند کی ہنسی جاندار تھی ـــ!

"اُن دونوں کی ہنسی دبی دبی سی تھی ـــ جب بھی وہ ہنستے ـــ ایک دوسرے کی طرف یوں دیکھتے جیسے چوری کر رہے ہوں ـــ"

ایک ٹولی اُن کے قریب سے گزری ـــ پیارے پیارے گول مٹول صحت مند بچے ـــ خوبصورت لڑکیاں ـــ سمارٹ لڑکے ـ اور زندہ دل زن و مرد ـ

چاند نے ایک بچے کو پکڑ لیا ـــ"

وہ سب ہی ہنس دیئے تھے ـــ!

"کیا نام ہے تمہارا ـــ؟"

ـــ چاند نے پیار سے بچے سے پوچھا

"چُوچُو ـــ" بچے کی آنکھوں میں شرارت تھی ـ

"یہ کیسا نام ہے بھئی ـــ

ـــ چاند بولی

"اور آپ کا نام کیا ہے ـــ؟"

ـــ بچے نے پوچھا

"چاند ـــ!"

چاند نے مسکرا کر اس کے گالوں پر چپت لگائی ـ

"چاند ـــ وہ جو آسمان پر ہوتا ہے"

"ہاں ـــ"

"وہ جس میں بڑھیا چرخہ کاتتی ہے ـــــ"

ـــــ بچہ حیرت سے بولا

"شریر ـــــ وہ ساری کہانیاں مرگئیں ـــــ چاند آسمان کی طرف

دیکھتے ہوئے بولی ـــــ!"

"کیوں مرگئیں آنٹی ـــــ!"

ـــــ بچے نے معصومیت سے پوچھا

"اپالو جو آگیا ـــــ!"

"اپالو ـــــ"

ـــــ بچہ بولا

"ہاں ـــــ!"

"اچھا ـــــ اچھا ـــــ میں سمجھ گیا ـــــ یہ جو آپ کے ساتھ کھڑے

ہیں یہ اپالو ہیں نا ـــــ!"

ـــــ بچہ سلمان اور ظفر کی طرف اشارہ کرکے بولا ـــــ

ـــــ جو بالکل صمٌ بکمٌ کھڑے تھے ـــــ!

"شریر ـــــ"

چاند نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے کہا

بچہ بھاگ کر انہوں سے جا ملا

اور چاند کہنے لگی ـــــ!

"چلئے اپالو صاحبان ـــــ"

وہ دونوں بھی کھسیانی سی ہنسی ہنس دیئے۔

تھوڑی سی تلاش کے بعد زرّی کا گھر مل گیا ۔۔۔ یوکلپٹس کے درختوں میں گھری ہوئی سُرخ سی کوٹھی تھی وہ ۔۔۔ لیکن زرّی گھر پر نہ تھی ۔۔۔ وہ کہیں چائے پر گئی تھی ۔۔۔!

اس لئے وہ تینوں گھومتے ہوئے واپس آ گئے۔

چاندا اپنے اُلجھے ہوئے ناول کے پلاٹ کے بارے میں سوچ رہی تھی ۔۔۔!

اور وہ دونوں چپ چپ تھے ۔۔۔!

❖

نیلے آسمان پر امڈی ہوئی گھٹائیں بسیرا کر رہی تھیں — بلند و بالا درخت چپ چاپ کھڑے تھے —!

فضا میں تاریکی پھیل رہی تھی —!

چاند لان میں کھڑی پر بتوں کے پیڑوں پر دبے پاؤں اترتی ہوئی سیاہی میں کھوئی ہوئی تھی —!

ہلکی ہلکی بوندیں گرنے لگیں تو وہ کمرے میں چلی آئی —!

کمرے میں پھیلی ہوئی تاریکی اسے بھلی لگی — اس لئے اس نے لائٹ نہ جلائی۔

سفید ریشمی لباس اس کے متناسب جسم پر خوب پھب رہا تھا — سفید دوپٹہ اس کی گردن سے یوں لپٹا ہوا تھا جیسے سرو سے لپٹی ہوئی شاداب بیل —!

ہونٹوں پر ہلکی ہلکی لپ اسٹک کی تہیں یوں نظر آ رہی تھیں —

جیسے آگ کی دو لکیریں ـــــ!"

"مس چاند ـــــ!"

ـــــ سلمان نے بتی جلادی ـــــ سلمان کی آواز نے سکوت کا دبیز پردہ

بکھیر دیا ـــــ کمرہ بُقعہ نور بن گیا

چاند نے گھنی پلکوں کی اوٹ سے مُڑ کر دیکھا

"آیئے سلمان صاحب ـــــ"

فضا کے دوش پر ترنم ریز موجیں بہنے لگیں ـــــ

"آپ ـــــ آپ ـــــ"

ـــــ وہ مُسکرائی ـــــ اُس کے عارضوں کے گلاب کھِل اُٹھے ـــــ!

"جی ـــــ میرا مطلب ہے ـــــ میں نے کافی بنوائی تھی ـــــ سوچا

پوچھ لوں ـــــ"

"کیا ـــــ؟

مُسکرانے سے اس کے رخساروں میں دو ننھے ننھے گڑھے پڑ جاتے

تھے ـــــ

"یہی کہ آپ ـــــ کافی پیئیں گی ـــــ"

وہ نظریں جھکائے بولا

"ضرور پیئوں گی ـــــ!"

اس کی آنکھوں میں شوخ کنول تیر گئے

سلمان باہر نکل گیا ـــــ یوں جیسے جان چھڑا کر بھاگ رہا ہو ـــــ

تھوڑی دیر میں وہ پھر آگیا — ! ساتھ ماتو تھا — ٹرے اُٹھائے۔

"رکھ دو یہاں —!"

— سلمان بولا

"صاب —"

"ہوں —"

"دوسرے صاحب کدھر جاندی —؟"

— ماتو بولا

"کہیں کام سے گیا ہے — جاؤ تم اپنا کام کرو —"

"بی بی جی —"

— ماتو بولا

"میں تیرے نال شہر جاندی —!"

— ماتو روہانسی صورت بنا کر بولا

"ہم سے کوئی خطا ہوگئی ہے جناب —!"

— سلمان ہنس کر بولا

"نہیں صاب تم کو میں چھوڑ نہیں سکدی — میں تو سیر کرنے جاندی صاب —"

"اچھا اچھا لے چلیں گے ماتو —!"

— چاند ہنس کر بولی

"بی بی جی — اور بڑی بی بی کا ناک بیمار ہے —"

ہاتو بولا

"ناک بیمار ہے — !"

— چاند نے حیرت سے پوچھا

"ہاں بی بی جی — سارا دن اچھیں — اچھیں — !"

— ہاتو چھینکنے لگا —

چاند ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئی — !

"جاؤ بدتمیز کہیں کے —"

— سلمان نے اسے ڈانٹا

"کوئی خطا ہو گئی صاحب —"

"جاؤ دفعان ہو جاؤ —"

— سلمان غصے سے بولا

"جاندیس ہاب. گھسہ نہیں کر صاب تیری جان خراب ہوندیس "

ہاتو منہ لٹکا کر چلا گیا

"یہ ہاتو بھی خوب ہے —"

چاند ہنستے ہوئے کہنے لگی — !

"ہاں جی — بالکل —"

— سلمان نے فوراً اس کی ہاں میں ہاں ملائی حالانکہ چند لمحے وہ اُسے ڈانٹ رہا تھا —

سلمان نے کافی کی پیالی اس کی طرف بڑھا دی

" بارش تھم جائے، تو زری کے ہاں ہو آؤں "

—— چاند بولی

" جی —— !"

" ظفر صاحب کہاں گئے ہیں "

—— چاند نے پوچھا

" اس کا کوئی دوست آیا ہے —— ہوٹل میں ٹھہرا ہے اسے ملنے گیا ہے —— اسی لمحے خالہ چھینکتی ہوئی آگئیں ——

" توبہ توبہ —— طبیعت بیزار ہوگئی اس پہاڑ کے موسم سے —— !

اُن کی ناک سُرخ ہو رہی تھی ——

اور یہ سُرخ ناک دیکھ کر چاند کو ہاتو کی بات یاد آگئی —— !

" چلئے —— آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے چلوں "

—— سلمان بولا

" جیتے رہو بیٹا —— میرے پاس دوائیں بہت ہیں —— !

نگوڑی یہی دوائیں تو رہ گئی ہیں میرے لئے —— اتنا کھانا نہیں کھاتی جتنی دوائیں استعمال کرتی ہوں "

" میرا مطلب تھا —— شاید یہاں کے ڈاکٹر سے آپ کو فائدہ نہیں ہوتا —— مُوا پرانا نزلہ ہے "

بارش تھم گئی تھی

چاند وہاں سے اُٹھتے ہوئے کہنے لگی

"میں تو زری کے ہاں جاؤں گی ــــ"

"اکیلی ــــ"

ــــ خالہ نے پوچھا

"نہیں سلمان صاحب کے ساتھ چلی جاؤں گی ــــ چلئے سلمان صاحب"

"جی ــــ میں ــــ"

ــــ وہ گھبرا گیا

"ہاں ــــ!"

ــــ چاند نے جیسے حکم دیا

"اچھا ــــ!"

دونوں باہر نکل آئے

سارا شہر دُھلا دُھلایا لگ رہا تھا ــــ پتوں سے ابھی پانی ٹپک رہا تھا نیچے والے پہاڑی نالے کا شور بڑھ گیا تھا۔ گدلا پانی شور مچاتا ہوا بہہ رہا تھا ــــ فضا میں خنکی آگئی تھی ــــ!

ــــ جھرنے کے قریب وہ رک گئے

لال پیلے کپڑوں والی دو لڑکیاں سر پر گھڑے اُٹھائے کھڑی تھیں ایک کے مہندی رچے پاؤں میں پازیب چھنک رہی تھی ــــ!

حنائی ہاتھوں کی لمبی لمبی خوبصورت اُنگلیوں نے پانی سے لبریز گھڑے کو جکڑ رکھا تھا ــــ!

ایسی لڑکی کو دیکھ کر یہ احساس جاگنے لگتا کہ مغل بادشاہوں نے

نہ صرف اپنے زمانے میں کشمیر کے رہنے والوں کو لباس دیا بلکہ ان کا لباس آج بھی وہی ہے۔ جو جہانگیر نے اپنی فیاضی سے انہیں عطا کیا ــــ لیکن یہ لباس کشمیر کے ننگے جسم پر کیوں دکھائی دیتا ہے ــــ؟

شائد اس لئے کہ مغل شہنشاہوں نے کشمیر کو ہمیشہ اس کی خوبصورتی کی وجہ سے پسند کیا ــــ کشمیر کا حق ــــ اس کی وادیوں ــــ جھرنوں ــــ جھیلوں اور آبشاروں تک محدود نہیں تھا بلکہ مغلوں کی نظر یہاں کے رہنے والوں پر بھی کافی گہری تھی ــــ!

نجانے کیوں آج بھی ہمیں کشمیر کے حسن میں مغل بادشاہوں کی جھلک دکھائی دیتی ہے ــــ وہی ناک ــــ وہی نقشہ ــــ وہی رنگ ــــ وہی روپ۔

اچانک چاند نے سوچا ــــ!

"کوئی دلہن معلوم ہوتی ہے ــــ"

ــــ مگر فوراً اسے خیال آیا ــــ یہ وادی کبھی دُلہن نہیں بن سکتی۔!

اس کا سہاگ ہمیشہ سے لٹیروں کی ملکیت رہا ہے جن کی نشانیاں اب بھی روزِ روشن کی طرف عیاں ہیں ــــ

"کوئی دلہن معلوم ہوتی ہے ــــ!"

ــــ چاند بیساختہ بول پڑی

"جی کون ــــ؟"

ــــ سلمان جو سر جھکائے مجرم کی طرح ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

چونک کر بولا

" وہ لڑکی ـــــ !"

ـــــ چاند ہنس کر بولی

" ہوگی ـــــ !"

" کیوں آپ نے کبھی کوئی دُلہن نہیں دیکھی ـــــ "

" نہیں ـــــ !"

ـــــ سلمان کا چہرہ آپ ہی آپ سُرخ ہو گیا ۔

" کمال ہے ـــ !"

چاند حیرت سے اس کا منہ تکنے لگی ۔

" میں سچ ہی تو کہہ رہا ہوں ـــــ "

ـــــ وہ بمشکل بولا

" آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے ـــــ ؟"

ـــــ چاند نے معصومیت سے پوچھا

" آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں ـــ ؟

ـــــ وہ بوکھلا گیا ـــ !

" ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں ـــ "

" نہیں ـــ "

ـــــ وہ گھبرایا گھبرایا بڑا اچھا لگ رہا تھا

" اُن دونوں نے گھبرا کر ایک دوسرے کی طرف یوں دیکھا جیسے ـــ

دو بلوریں جام ٹکرا گئے ہوں ۔۔۔
خیر ہو گئی کہ زرّی کا گھر آ گیا ۔
سرخ کوٹھی کی مثالی اینٹیں ڈھل کر سُرخ ہو گئیں تھیں ۔۔۔ !
وسیع دالان کی شفق آلود آغوش نے انہیں سمیٹ لیا ۔۔۔
زرّی برآمدے میں ہی مِل گئی
وہ چاند سے لپٹ گئی ۔۔۔ !
سلمان ساتھ کھڑا تھا ۔۔۔ زرّی نے سلمان کی مزاج پُرسی بھی کی اور اسے ساتھ لئے ڈرائینگ روم میں آ گئی ۔۔۔
مخملیں قالین ۔۔۔ صوفہ سیٹ ۔۔۔ روغنی دیواریں ۔۔۔ برقی قمقمے ۔۔۔ کھڑکیوں اور دروازوں پر ریشمی پردے ۔۔۔ سب چیزوں سے مغربیت ٹپک رہی تھی
" بڑا خوبصورت گھر ہے تمہارے انکل کا ۔۔۔ "
۔۔۔ چاند بولی
" انکل کو خوبصورت چیزیں لانے کا خبط ہے ۔۔۔ "
۔۔۔ زرّی مسکرائی ۔۔۔ اس نے ہلکے سبز رنگ کا بیل باٹم لباس پہن رکھا تھا ۔۔۔ !
منقش گلدان میں مہکتے ہوئے پھولوں سے ایک پھول نکال کر اس نے چاند کے بالوں میں اٹکا دیا ۔۔۔ اور سلمان کی آنکھیں جھک گئیں ۔
" آپ لوگ چائے پئیں گے نا ۔۔۔ ؟ "

—— زرّی اُٹھتے ہوئے بولی

"یہ پوچھنے کی بات ہے کیا —؟

—— چاند مسکرائی

"تم بیٹھو میں ملازم سے چائے کہہ آؤں ——؟"

وہ لہراتی ہوئی کمرے سے باہر نکل آئی

"پسند آئی میری سہیلی ——؟"

—— چاند نے سلمان سے پوچھا

"جی ——!"

"میں پوچھتی ہوں پسند آئی میری سہیلی —"

—— وہ زور سے بولی جیسے سلمان بہرہ ہو

"آپ کیسی باتیں پوچھ لیتی ہیں ——!"

—— وہ روہانسا ہو گیا

"آپ تو بالکل عجیب ہیں —!"

زرّی آگئی —— !

—— آتے ہی اس نے اپنی سرگذشت سنانا شروع کردی — میں نتھیا گلی گئی —— وہاں یہ دیکھا —— وہ دیکھا جانے کیا کیا ——!

سلمان کو یہی لگ رہا تھا کہ تیز تیز آوازیں اس کے کانوں کو چیر رہی ہیں۔

نوکر چائے لے آیا —— !

زرّی نے چائے بنائی —— ساتھ شامی کباب تھے ——

بھنے ہوئے مڑ تھے ـــــ آلو کے چپس تھے ـــــ !

" سلمان صاحب بڑے خاموش ہیں ـــــ !"

زرّی آنکھ میچ کر مسکرائی

" عادت ہے ان کی ـــــ ؟"

ـــــ چاند لاپرواہی سے بولی

" یوں بیٹھے ہیں جیسے تم زبردستی پکڑ لائی ہو ـــــ !"

" یہ ہی سمجھ لو ـــــ "

" جی نہیں ـــــ ایسی تو کوئی بات نہیں ـــــ "

ـــــ سلمان بولا

" تو پھر آپ اِتنے گم سم کیوں ہیں ـــــ ؟

" میں زیادہ باتونی نہیں ہوں ـــــ !"

ـــــ سلمان جل کر بولا

دونوں کھلکھلا کر ہنس دیں

" بولے ـــــ بولے ـــــ کچھ تو بولے ـــــ "

زرّی نے کہا

سلمان کی رُوح فنا ہو رہی تھی ـــــ اس کا جی تو بہت چاہتا تھا کہ وہ بھی ہنسے بولے

" وہ کوئی بدھو تو نہیں ـــــ ان ساری باتوں کا وہ اچھی طرح جواب دے سکتا ہے ـــــ اگر کوئی مرد ہوتا تو وہ مزہ چکھا دیتا ـــــ مگر تم

دونوں تو لڑکیاں ہو ـــ"

لڑکیاں ـــ!

جن کے ساتھ سختی کی میں نے قسم کھا رکھی ہے ـــ!"

"چاند ـــ تم کلب نہیں آتیں ـــ"

ـــ زری نے پوچھا

"دل تو چاہتا ہے ـــ مگر میں اکیلی کیسے آسکتی ہوں ـــ"

"آپ کہیں گی تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے ـــ"

ـــ سلمان جلدی سے بولا

"ہفتے کی شام کو مصری رقاصہ کا پروگرام ہے ضرور آنا ـــ"

ـــ زری بولی

"اچھا آؤں گی ـــ!"

کچھ دیر بعد زری کے انکل آ گئے ـــ بڑے دلچسپ انسان تھے۔ انہوں نے اپنی لائبریری اپنے البم اور کئی اقسام کے گلاب کے پودے انہیں دکھائے انکل کسی زمانے میں فٹ بال کے کھلاڑی تھے اور فٹ بال کی باتیں کرتے ہوئے وہ دوسروں کو بہت بور کرتے تھے ـــ!

زری بچ رہی تھی کہ فٹ بال کی باتیں نہ شروع ہوں مگر تمہید کئے بغیر ہی انکل نے فٹ بال کی باتیں شروع کر دیں بس پھر تو رات تک کس کا چھٹکارا تھا ـــ؟

رات کھانا بھی اکٹھے کھایا گیا ـــ!

جب وہ گھر لوٹے تو ظفر انہیں باہر ہی مِل گیا
اس کی نظروں میں بلا کا طنز تھا ــــــــ جسے صرف
سلمان ہی جان سکا ــــــــ !"

٭

"یار مس چاند میک اپ کیوں کرتی ہے ـــــ"

ـــــ بستر پر لیٹے لیٹے ظفر بولا

"ہوں ـــــ میں بھی تم سے یہی کہنے والا تھا ـــــ!"

ـــــ سلمان نے کروٹ لے کر منہ ظفر کی طرف پھیر لیا ـــــ!

"میرا مطلب ہے اگر سادہ رہے تب بھی خوبصورت ہے ـــــ

ہے نا ـــــ"

"ہاں بہت ـــــ"

"لالی تو اس کے رخساروں کو گلنار بنا دیتی ہے ـــــ"

"ہاں اور کپڑے بھی بہت اچھے پہنتی ہے ـــــ"

"ہاں رنگوں کا انتخاب تو ختم ہے اس پر ـــــ"

ـــــ ظفر مسکرایا ـــــ!

"بالکل موسم کے لحاظ سے لباس کا انتخاب کرتی ہے ـــــ"

— سلمان تکیہ دوہرا کرتے ہوئے بولا
"چہرے کی حفاظت بھی تو بہت کرتی ہے نا — !
"رات کو کئی قسم کی کریمیں اور لوشن چہرے پر لگاتی ہے اور تو اور کل میں باتھ رُوم گیا تو پانی سے خوشبو آرہی تھی —
"ہیں — پانی سے خوشبو..... ؟"
— سلمان نے حیرت سے پوچھا
"ہاں میں حیران تھا — میں نے ٹب میں بچا ہوا پانی سونگھا تو اس میں کوئی لوشن ڈالا گیا تھا — اور مس چاند — غسل فرما کر گئی تھیں — !"
"سچ — !"
"ہاں — !"
"جب ہی تو اس کے پاس سے گزرو تو وہ پیاری خوشبو آتی ہے کہ بس — ظفر آگے کچھ نہ کہہ سکا
"یار جو کچھ بھی ہے لباس کا بڑا سلیقہ ہے اُسے — !"
"اس روز رائیڈنگ کے لئے گئی تو برجس نما پتلون — اور پھر بالوں کی دو چوٹیاں — ربن سے بندھی ہوئی تھیں نا"
"تم رائیڈنگ کہتے ہو — پرسوں شام کو نارنجی ساڑھی میں بہت پھب رہی تھی اسے — شام تھی نا — سورج ڈوب رہا تھا — اور ڈوبتے سورج کا رنگ — کیا کہنے ہیں انتخاب کے — !

ظفر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کل جب وہ مس زری کے ہاں گئی تھی — تو سفید ریشم کا لباس کیا سج رہا تھا۔ اور کانوں میں موتیئے کے بالے — کلائیوں میں موتیئے کے گجرے — انتخاب ہوا نا — ؟

"ناول نگار بھی ہے —"

— ظفر بولا

"شعر سمجھنے کا ذوق بھی —!"

— سلمان بھی اُٹھ کر بیٹھ گیا

"انگلینڈ بھی رہ کر آئی ہے —!"

— ظفر نے کہا

"مگر طبیعت میں سادگی ہے"

"باتیں تو بہت خوبصورت کرتی ہے —"

"باتوں میں ترنم بھی ہے — یوں لگتا ہے جیسے ہلکے ہلکے کوئی دلکش سا نغمہ اُبھر رہا ہے — ہے نا —!"

"ہاں —!"

"مگر یار —"

— ظفر اسے ٹیڑھی نظر سے دیکھتے ہوئے بولا

"ہاں —"

"تم — کیا کہہ رہے ہو —"

" میں ــــ ہاں ــــ واقعی کیا بکواس میرے منہ سے نکل رہی ہے ــــ معاف کرنا ــــ !"

ــــ سلمان گھبرا گیا

" تم نے اتنی تعریفیں کیوں کیں ــــ "

ــــ ظفر چڑ گیا

" یار منہ سے نکل گئیں باتیں ــــ " دیکھو نا چمڑے کی زبان ہے ــــ پھسل ہی جاتی ہے ــــ "

" تمہیں اس کا ہر لباس یاد ہے ــــ اتنی غور سے دیکھتے ہو اسے ؟"

ظفر غصے سے بولا

" جانے بھی دو اب ــــ اللہ قسم میں تو ہمیشہ نظریں جھکائے رکھتا ہوں ـ سلمان بے چارگی سے بولا

" دیکھو بیٹا اگر تم نے اپنا طریقہ یہی رکھا تو سمجھ لو عہد صرف ایک کچا دھاگا تھا ــــ !

" نہیں یار میں آئندہ خیال رکھوں گا ــــ اب معاف بھی کردو "

" جاؤ معاف کیا ــــ !"

ــــ ظفر نے گویا بادشاہت بخش دی ـ

سلمان نے اطمینان کا سانس لیا ـ مگر دوسرے ہی لمحے اس کی بھی نظریں پُر معنی ہو گئیں ــــ

طنز بھرے لہجے میں کہنے لگا ـ

"ظفر۔۔۔"

"ہوں۔۔۔"

"تم نے سب کچھ میرے سر پر کس آسانی سے تھوپ دیا۔۔۔ اور خود صاف بچ نکلے ۔۔۔!

"کیا کہہ رہے ہو۔۔۔"

۔۔۔ ظفر گھبرا گیا

"تم نے مس چاند کی تعریفیں نہیں کیں۔۔۔"

۔۔۔ وہ رعب سے بولا

"کی تھیں یار۔۔۔"

۔۔۔ ظفر بے بس سا نظر آنے لگا

"ہاں خوشبوئیں آتی ہیں۔۔۔ پانی سے۔۔۔"

"ہاں یار ہاں ۔۔۔!"

۔۔۔ وہ آہستہ سے بولا

"تمہارے منہ سے بکواس نہیں نکل رہی تھی۔۔۔"

۔۔۔ سلمان دانت پیستے ہوئے کہنے لگا

"نکل رہی تھی۔۔۔ یار میں کمینہ ہوں۔۔۔ مجھے جوتی مارو۔۔۔ میرے منہ پہ تھوکو۔۔۔!"

۔۔۔ ظفر رو دینے والا سا ہو گیا

"آئندہ سے توبہ کر لو۔۔۔!

"توبہ ۔۔۔ !"

۔۔۔ ظفر نے کان پکڑ لئے

"یہ چاند خوبصورت ہے ۔۔۔ ؟"

"نہیں یار بہت بدصورت ہے ۔۔۔ بھینگی ہے"

"بس آئندہ سے توبہ کرلو"

"کرلی یار ۔۔۔ !"

"یوں ہم دونوں نہیں مانیں گے ۔۔۔ کوئی سزا ہونی چاہیئے"

"ہاں واقعی ۔۔۔ ؟"

۔۔۔ ظفر نے تائید کی

"آئندہ جس کو مشکوک دیکھا گیا ۔۔۔ اسے واقعی جوتیاں ماری جائیں گی۔"

"کتنی ۔۔۔ !"

۔۔۔ ظفر نے پوچھا

"سو ۔۔۔ !"

"سو زیادہ ہیں یار کچھ کم کرو"

"تمہیں کاہے کا فکر ۔۔۔ نہ تم اپنا کردار مشکوک کرو گے ۔۔۔ نہ جوتیاں کھاؤ گے

۔۔۔ ہے نا ۔۔۔ !"

"ٹھیک ہے"

"تو طے ہوا"

"ہاں طے ہوگیا"

"آداب صلح کر لیں۔"

" دونوں نے اُٹھ کر ہاتھ ملایا

" مگر ایک بات ہے۔"

— سلمان نے کہا

" کیا — ؟

" یہ چاند ہماری مہمان ہے — ہمیں اس کا کہنا ماننا ہے۔ اسے گھمانا پھرانا ہے — اس کے ساتھ بدتمیزی نہیں کرنا — ہے نا —؟

" ہاں یہ تو ہے —"

" صبح مجھے اسے چوٹی پر لے کر جانا ہے۔"

— ظفر بولا

" جاؤ — جاؤ — مجھے اطمینان ہے۔"

— سلمان اسے نصیحتیں کرنے لگا اور وہ چُپ چاپ فرمانبردار بچے کی طرح سُنتا رہا — گو یہ ساری نصیحتیں اسے کوئین ہی لگ رہی تھیں۔!

☆

پہاڑ پر ہلکی ہلکی دھند چھائی ہوئی تھی ـــ !
نیچے ڈھلوانوں پر بھی کہیں کہیں دھند میں سب کچھ چھپا ہوا تھا
ظفر اور چاند کافی اُوپر آ گئے تھے ـــ اُوپر اور بھی لوگ تھے ابھی پہاڑ کی چوٹی دُور تھی ـ

" میں تو تھک گئی ظفر صاحب ـــ اب اور اُوپر نہیں جا سکتی "
ـــ چاند کا سانس پھولا ہوا تھا ـــ چہرہ سُرخ ہو رہا تھا ـــ ماتھے پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمکنے لگے تھے

" بس تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا ہے ـــ مس ـ چلے ـ چا ـــ ند "
ظفر اس کے نام پر اٹک گیا ـ

" آپ میرا نام لیتے ہوئے اس قدر شرماتے کیوں ہیں "
ـــ ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولی

" آپ کا نام لیتے ہوئے ـــ جانے کیوں ـــ زبان لڑکھڑا سی جاتی ہے " ظفر ہنس دیا

" عجیب بات ہے "
ـــ چاند بھی ہنس دی

" دیکھئے اُوپر کتنے لوگ ہیں ـــ جانے شہر سے بھاگ کر ویرانوں میں کِس طرح سکون ڈھونڈ لیتے ہیں "
ـــ ظفر نے اپنی دانست میں بڑا اچھا ڈائیلاگ بولا

" یہ ویرانہ ہے ـــ کتنی خوبصورت جگہ ہے ـــ دیکھئے نا یہ ننھے

ننھے سُرخ پھول ——— کتنا حُسن ہے ان میں ——— اس نے ہاتھ بڑھا کر جنگلی پودے سے ایک پھول توڑ لیا ——— !

"آپ خاموش کیوں ہو گئے ظفر صاحب ——— !"

——— چاند نے پوچھا

"نہیں تو ———"

"اور تو نہیں ہوتے آپ لوگ میرے ساتھ ——— !"

"ہرگز نہیں ——— !"

"میں تو یہی سمجھتی ہوں ——— جب بھی آپ دونوں میرے ہمراہ ہوتے ہیں کوئی بات خود سے نہیں کرتے ——— میں جو کہوں بس اس کا جواب دے دیتے ہیں ——— پھر اور ہی ہوئے نا ——— ؟

——— وہ روٹھنے والے انداز میں بڑی اچھی لگ رہی تھی ——— !

"نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے ———"

——— ظفر جلدی سے بولا

"تو پھر کچھ کہیئے ———"

——— وہ آہستہ سے ہنس دی۔

"دیکھئے نا ——— مس چاند ——— انسان کی زندگی کے وہ لمحے کتنے ظالم ہوتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہنا چاہے لیکن کچھ بھی نہ کہہ سکے ———"

بڑی مشکل سے وہ اپنے حواس اکٹھے کر کے بولا

"جی ——— ؟"

" میرا مطلب نہ تھا — آپ نے ابھی کہا تھا نا — کہ آپ کو سُرخ پھول پسند ہیں — پسند تو مجھے بھی بہت ہیں مگر — میں جانے آپ سے کیوں نہیں کہہ سکتا "

" کیوں — ؟"

چاند حیرت سے بولی

" جانے کیوں — سمجھ نہیں پاتا "

" ہم بہت اوپر آ گئے ہیں ظفر صاحب — اتنی بلندی پر نہ پہنچ جایئے جہاں سے ہم اپنے آپ کو بھی نہ پہچان سکیں "

— وہ ہنس دی

" جی کیا کہا آپ نے سُنا "

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرائی

وہ ہنس دیا — یوں ہی — بے تُکا سا —

چاند نے آسمان کی طرف دیکھ کر ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگی

" یہ اونچی اونچی فلک بوس چوٹیاں — اور یہ دیوار کے دیوقامت دَرخت اور ان سب پر نیلا وسیع آسمان —

اور — اور "

— ظفر نے درمیان میں اس کی بات کاٹ دی " اور سیاہ بادلوں کی اوٹ سے جھانکتے سورج کی کرنوں کا سنہری جال "

" ارے آپ تو اچھے خاصے ادیب ہیں "

—— چاند حیرت سے بولی
"آپ کی صحبت کا اثر ہے ——"
ظفر ہکلاتے ہوئے بولا
"اچھا ——"
—— چاند ہنس دی
"جی ہاں ——"
"آج واقعی مجھے حیرت ہو رہی ہے ——"
"کس بات کی ——"
"آپ بولتے بھی ہیں —— ؟"
چاند ہنستے ہوئے دہری ہو گئی
ظفر بوکھلا سا گیا
—— پھر ہنستے ہوئے بولا
"اب بولا کروں گا جی ——"
دھند ان کے قریب آ گئی —— لمحے بھر کو وہ دونوں اُس میں گم ہو گئے —— چاند ہنستی رہی —— جب دھند چھٹ گئی —— تو ان دونوں کے کپڑے نم ہو چکے تھے —— ظفر بہت خوش تھا ——!

٭

اتوار کے دن چاند نے زری کو بھی بلوا لیا تھا۔۔۔ پکنک کا پروگرام تھا۔ ظفر اپنے ایک دوست احمد جمیل کو بھی لے آیا تھا احمد جمیل کے پاس ایک سیکنڈ ہینڈ کار تھی۔۔ چھوٹے سے قد کا نوجوان۔ اسی لئے اسے جمیل چھوٹا کہا جاتا تھا۔ جس کی آواز میں نسوانیت کا عنصر تھا۔۔۔ بے حد ہنس مکھ تھا۔

لہٰذا صبح سے ہی سب تیار ہو گئے۔۔۔ زری بھی وہیں آگئی۔ ساتھ زری کے انکل بھی تھے۔

زری کے انکل اپنی کار بھی لے آئے۔۔۔ خالہ اور ماتو کو انکل کی کار میں جگہ ملی۔۔ اور باقی سب جمیل کی کار میں ٹِک ہو گئے۔

شہر سے دُور ایک بڑی خوبصورت جگہ تھی۔۔!

پہاڑی ندی بڑے ترنم سے بہہ رہی تھی۔۔۔ دُور دُور تک پہاڑوں پر سرو کے درخت ٹیڑھے میڑھے کھڑے تھے۔

سرسبز درختوں کے درمیان ٹولیاں بیٹھی تھیں۔

کہیں ریکارڈنگ ہو رہی تھی ــــ کہیں کھانے پک رہے تھے ــــ

کہیں یہ لوگ پانی میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے ــــ!

رنگ برنگے آنچل ــــ

ــــ دلفریب مسکراہٹیں ــــ

ــــ موسیقی سے بھرپور آوازیں

ــــ خوبصورت چہرے

جگہ کا انتخاب چاند پر چھوڑا گیا

پانی کے قریب ہی ایک سایہ دار جگہ تھی ــــ لوگ یہاں پر زیادہ نہیں تھے۔ بالو نے قالین بچھا دیا ــــ خالہ اور انکل شائد کار میں ہی ایک دوسرے کا تعارف حاصل کر چکے تھے ــــ!

لڑکے لڑکیاں بکھر گئیں ــــ!

" میں تو اپنے صاحب کے ساتھ کئی بار آچکی ہوں "

ــــ خالہ بولی

" اچھا ــــ پھر تو علاقہ آپ کا دیکھا ہوا ہے ــــ!

" جی ہاں "

" میری مرحومہ بیوی کو یہ جگہ بڑی پسند تھی ــــ "

ــــ انکل کو اپنی بیوی یاد آگئی ــــ

" کب ہوا اُن کا انتقال "

"دو سال ہو گئے ـــ"

"بڑا افسوس ہے ـــ!"

ـــ خالہ چھینکتے ہوئے بولیں

"میں ایک بار میچ کھیلنے دہلی گیا تھا ـــ تو ـــ"

انکل بغیر چابی کے ونٹ بال کی باتوں میں لگ گئے

اور خالہ بے چاری بے حساب چھینکیں لیتے ہوئے قصّے سُننے لگیں۔

ہاتو نے اسٹو پر چائے کے لئے پانی رکھ دیا

کبھی کبھی وہ کنکھیوں سے دوسری ٹولی کی طرف دیکھ لیتا جن کی نوکرانی اسٹو پر فرائی پین رکھے کباب تل رہی تھی ـــ

زری، چاند اور ظفر چھوٹے کے گرد تھے

"ہاں تو چھوٹے ـــ وہ قصّہ سُناؤ جب تمہارے شاندار کپڑوں اور جوتوں پر تمہارے عزیز دوست نے اپنے من من کے جوتوں سے چٹر کے لگائے تھے ـــ!

ظفر ہنستے ہوئے بولا

"لاحول ولا قوۃ یار ـــ اس کمبخت کو تو میرے نئے جوتوں سے خدا واسطے کا بیر تھا ـــ جہاں اس کے ساتھ بیٹھا فوراً اپنا ٹائر سول جوتا میرے جوتے پر دے مارا ـــ اور پھر بولا ـــ "معاف کرنا"

کوئی چوبیس بار اس نے میرے پاؤں پر پاؤں رکھا

سب ہنسنے لگے ـــ!

" پھر آپ آئندہ نئے جوتے پہن کر اس کے ہاں جاتے ہیں یا نہیں "
زری ہنستے ہوئے پوچھنے لگی۔
" توبہ ـــ میری توبہ ـــ "
چھوٹے نے کانوں پر ہاتھ رکھ دیئے
چھوٹے نے ایک اور قصہ شروع کر دیا ـــ !
" یار بات ذرا مختصر نہیں ہو سکتی "
سلمان اس کے طویل قصے سے عاجز آ گیا
" ابھی تو میں بہت اختصار سے کام لے رہا ہوں ـــ "
ـــ چھوٹا بولا
" کچھ کم ہونا چاہیئے یار "
ـــ ظفر بولا
" بہتر تو یہی ہے کہ کسی اور وقت پر اٹھا رکھا جائے "
چاند ہنسی دبا کر بولی
" اگر آپ سب کا اصرار یہی ہے تو یہ قصہ نہ سنیں ـــ دوسرا سناتا ہوں "۔
ساتھ ہی چھوٹے نے دوسرا قصہ شروع کر دیا
" الہٰی خیر ـــ "
ـــ زری کہنے لگی
" یہ کونسا قصہ ہے ـــ ؟
" حکم کے نہلے والا "

—— چھوٹا بولا

" یار اسے تو ہم سو سے زیادہ بار سن چکے ہیں —— اپنا کوئی تازہ رومانس سناؤ —— !"

—— سلمان نے کہا۔

" رومانس کیا سناؤں یار —— اس صحت مند آدمی سے میں بہت تنگ ہوں۔" چھوٹا ناک چڑھا کر بولا

" میں بہت تنگ ہوں —" کون صحت مند آدمی —؟"

—— ظفر نے پوچھا

" وہی یار پرنس آف رومانس "

چھوٹا بولا

" اچھا پرنس "

—— ظفر کو یاد آگیا

" کچھ ہم لوگوں سے بھی تو تعارف کروایئے "

" چاند بولی

" آپ لوگوں کا تعارف اس سے کروانے کا جگر گردہ نہیں ہے اپنا "

—— چھوٹا بولا

ظفر اور سلمان ہنسنے لگے —— لیکن —— چاند اور نزری کے پلے کچھ نہ پڑا —— !

" بھئی یہ کیا تُک ہے —— اگر اس کی باتیں کرنا ہیں —— تو اس

کا جغرافیہ بھی بتائیے۔"

—— زرّی تنگ آگئی

"وہ ہے پرنس آف رومانس —— جو لڑکی دیکھتی ہے بس۔ جانے اس کی عقل کیوں ماری جاتی ہے —— !"

چھوٹا کہنے لگا —

"بس رومانس ہو جاتا ہے۔"

—— ظفر بولا

"ایسا کون سا یوسف ثانی ہے۔"

زرّی نے بھنویں سکوڑ کر کہا

"یوسف ثانی تو نہیں —— اس کی باتوں میں دلکشی —— دلکشی تو نہیں البتہ چرب زبانی ہے۔"

"چھوڑیئے بھئی میں بور ہو گئی۔"

—— چاند بولی

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا —— کوئی لڑکی آنے ہی نہیں دیتا اس طرف' ایک لڑکی تھی مہینوں کی محنت سے میں نے اس سے بات کی — دھوپ میں کھڑے ہو ہو کر اس کا انتظار کیا —— یہ حضرت بھی اچانک آن ٹپکے —— کمبخت لڑکی —— اوہو معذرت چاہتا ہوں —— ہاں تو وہ لڑکی پھر نہ آئی مجھے ملنے —— اور پرنس مجھے کہنے لگا۔

"تم ابھی بچے ہو ——" آپ بتایئے چاند صاحب —— میں

بچہ ہوں "

"ہاں چھوٹے جو ہو ___!"

___ چاند کہنے لگی

"ارے ___!"

___ چھوٹے کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا ___ پتہ نہیں کیا بات تھی۔ ہر کوئی دو منٹ میں اس سے فری ہو جاتا ___!

سب ہی ہنس پڑے ___!

"صاب چائے تیار ہوندیں ___"

___ ہاتو نے وہیں سے ہانک لگائی

"چل بے چھوٹے ___"

___ سلمان چھوٹے کو دھکیلتے ہوئے بولا

اور چھوٹا منہ لٹکائے ساتھ ہولیا ___!

چائے پر انکل فٹ بال ایک منٹ کے لئے اُن سے جُدا نہ ہوا ___ خالہ نے چاند کو ایک طرف بلا کر آہستہ سے کہا۔

"میری جان چھڑاؤ ___!"

"کیوں کیا ہوا خالہ ___؟"

"یہ مُوا فٹ بال کی باتیں کر کر کے میری جان کھا گیا ہے ___ بھلا مجھے کیا دلچسپی۔ بھاڑ میں جائے فٹ بال ___"

___ خالہ جھلائی ہوئی تھی ___ اور چاند کھلکھلا کر ہنس دی۔

"تم ہی کوئی قصہ چھیڑ دونا"

——خالہ بولی

"وہ کسی کی سنتا ہی نہیں — ہر بات میں فٹ بال کی کڑیاں ملجاتی ہیں۔"

چاند ہنستے ہوئے انکل کی طرف آگئی — !

انکل کہنے لگے۔

"جاؤ وہ لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں"

"انکل آپ گھومیں گے نہیں —؟"

"نہیں بھئی — تم سب کو ہنستے کھیلتے دیکھکر مجھے یاد آتا ہے جب میں ٹیم کے ساتھ کہیں باہر جایا کرتا تھا نا تو"

"انکل میں چلی"

— کہتی ہوئی وہ بھاگ گئی —

اور وہ ادھورا قصہ خالہ کو سنانے لگے — !

ہاتو نے نظروں کے تصادم کے بعد اس نوکرانی کو مسکرانے پر مجبور کر ہی دیا تھا — ! وہ ہلکے ہلکے مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی — اور ہاتو عجیب وغریب حرکتیں کر رہا ہے — !"

خواہ مخواہ شر مار رہا تھا

چھوٹے کو سب نے پانی میں بھگو دیا تھا — اور جواباً اس نے بھی پانی سے حملے شروع کئے ہوئے تھے — !

کھانے کے بعد خالہ دوسری ٹولی کی ایک بزرگ خاتون کے پاس

حبابچیں نے انکل دُور بیٹھے بیٹھے دیکھتے رہے۔

ہاتو اور نوکرانی کی دوستی ہو گئی

چھوٹے کو دھوپ میں سوکھنے کے لئے ڈال دیا گیا۔!

سلمان اور ظفر دُور کھڑے دیکھتے رہے۔!

زری اور چاند دوسری ٹولی کی لڑکی سے راہ و رسم بڑھا رہی تھیں۔

شام کو چھوٹے کی گاڑی کو سو مرتبہ دھکے لگا کر سب گھر لوٹ آئے۔!"

❖

"گھوڑا میم صاحب — !"

— ایک نوجوان لڑکا سفید گھوڑے کی لگام پکڑے اس کے قریب آگیا چاند نے چست سُرخ پتلون پہن رکھی تھی — ہلکی زرد جرسی — اور اوپر سُرخ ہی سکارف اس کے سنہری اور سیدھے بالوں کو سنبھالے ہوئے تھا — !

"ادھر لے آؤ گھوڑا"

— چاند کہنے لگی

"یہ راستہ بڑا خطرناک ہے — آپ نیچے والی سڑک پر رائیڈنگ کیجئے گا — !"

— ظفر نے اسے سمجھانا چاہا۔

"میں نہیں ڈرتی"

"یہ گھوڑا منہ زور ہے —"

" آپ ڈرتے رہئے ـــــ ادھر لاؤ گھوڑا ـ"

" میرا تو خیال تھا آپ ـ"

ـــــ ظفر گھبرایا ہوا تھا

" آپ کتنا ڈرتے ہیں ـــــ گھوڑے والے لگامیں مجھے دو ـ"

" ڈرنے کی بات نہیں بابو صاحب ـ !"

گھوڑے والا بولا

" ظفر صاحب خدا حافظ ـــــ میں نیچے ملوں گی آپ کو ـ"

" میں آپ کے ساتھ چلوں میم صاحب ـ !"

گھوڑے والا بولا

" وہ کیوں ـــــ ؟

" راستہ خطرناک ہے نا میم صاحب ـــــ"

" مس چاند نیچے کھائی ہے ـــــ اور سڑک کم چوڑی ـ"

ظفر پریشان ہو گیا

" میں کوئی پہلی بار تو رائیڈنگ کر نہیں رہی ـ"

اس نے ایڑ لگائی ـــــ اور گھوڑا آہستہ آہستہ چلنے لگا۔

" یا اللہ خیر ـــــ"

ـــــ ظفر کا دل دھڑک اٹھا

گھوڑا دُوڑا چلا گیا

اور اس کی نظر میں وہ موہنی صورت پھر گئی

شعور اور لاشعور میں جنگ ہونے لگی — !

دل اور دماغ میں طوفان اُٹھنے لگا — یہ جنگ لمحہ بہ لمحہ زور پکڑتی جا رہی تھی — کبھی وہ دل کے سامنے جھک جاتا اور کبھی دماغ کے سامنے۔!

" مگر — آج جذبوں کا بہاؤ تیز تھا

وہ اِس سیلاب میں تنکے کی طرح بہتا چلا جا رہا تھا — !

اسے اپنی زندگی ایک سوکھی ندی لگنے لگی

اسے لگا جیسے اس کی جوانی کو زنگ لگتا جا رہا ہے — !

دماغ کہتا — تم نے اپنے دوست کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے۔؟ تم تو عورت سے نفرت کرتے ہو — نفرت کرتے ہو — فساد کی جڑ سمجھتے ہو۔ عورت سے بچو — !

بچو — !

یہ ناگن تمہیں ڈس لے گی — !

بچو — بچو — !

اس نے اپنے کان بند کر لئے —

دل نے کہا

" پگلے — "

عورت تو چنبیلی کی نازک سی کلی ہے

وہ تو زندگی کا حاصل ہے۔ اس کے لئے تو بادشاہوں نے تخت چھوڑ دیئے — وہ تو زندگی کا شہد سے بھی زیادہ میٹھا کر دیتی ہے وہ

تو حیات بخشتی ہے ـــــ! زندہ رہنے کی جستجو ـــــ جینے کا حوصلہ ـــــ
زندگی کی تمنّا حسن کی معراج ـــــ!
وہ عہد ـــــ وہ تو محض ایک کچا دھاگہ ہے ـــــ!"
اور سچ مچ اس نے وہ کچا دھاگا توڑ دیا
دل کے دروازے ایکدم کھول دیئے
کپکپاتے ہوئے لبوں پر چاند کا نام لرزنے لگا
چاند ـــــ چاند ـــــ تم میں اور پھول میں کیا رشتہ ہے ۔؟
تمہارے چہرے پر معصومیت ہے
بادامی آنکھیں
فراخ پیشانی
سنہرے بال
سمارٹ سا ـــــ!
ار تم ـــــ تم وہی تو ہو ـــــ جسے میں نے خوابوں میں دیکھا ہے ـــــ ہاں
تم ہی تو وہ ہو ـــــ میں ـــــ تم سے ـــــ سب کچھ کہہ دوں گا ـ"
سوچتے سوچتے وہ نیچے آگیا
چاند تیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس کے قریب سے گزر گئی
پھر قریب آکر بولی
" ڈر گئے تھے نا ـــــ!"
وہ ہنس دیا

"میم صاحب —"

— گھوڑے والا بولا

"ہوں —!

"روز لایا کروں گھوڑا —!"

"ہاں —!"

— چاند نے کہا

ظفر نے گھوڑے والے کو پیسے دیئے —

— اور وہ گھوڑا لے کر چلا گیا

ظفر کا رنگ ابھی تک پیلا تھا —!

"آپ کو دیکھ کر مجھے ہنسی آرہی ہے —"

— چاند بولی

راستہ جو خطرناک تھا

"چلئے گھر چلیں —!"

— چاند کہنے لگی —!

اور وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی اسے کچھ نہ کہہ سکا —!

❖

ہانپتے کانپتے خالہ چاند کا سہارا لئے گھر کی طرف لوٹ رہی تھیں
چاند خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی ـــ!
اور خالہ اس وقت کو کوس رہی تھیں ـــ جب وہ چاند کے ساتھ
پہاڑ کا پروگرام بنا بیٹھی تھیں ـــ!
"ہائے کل سے میں تو نہیں جاؤں گی تیرے ساتھ ـــ توبہ توبہ ـــ
سانس ہی برابر نہیں ہوتا ـــ
ـــ خالہ اوپر نیچے ہوتے بے بسی سے بولیں
"اتنے دنوں بعد آج تو باہر نکلی ہیں آپ ـــ جس دن سے آئی ہیں
گھر میں ہی رہتی ہیں ـــ!"
چاند نے جواب دیا
"اب تو سردی ہو چلی ہے بیٹی واپس چلنا چاہیئے ـــ!
"نہیں خالہ ـــ!"

۔۔۔ چاند مچل گئی

"اے تو کیا مہینوں رہنے کا ارادہ ہے ۔"

"ہاں خالہ کچھ عرصہ اور ۔۔۔!"

"مگر بیٹی میں تو بیزار ہو گئی ہوں ۔"

"میری خاطر ۔۔!"

۔۔۔ چاند نے لاڈ سے خالہ کے گلے میں باہیں ڈال دیں

"مگر بیٹی ۔۔۔!"

"اگر مگر نہیں خالہ بی ۔۔۔ کل ہی تو بھیا کا خط آیا ہے کہ وہاں بلا انتہا گرمی پڑ رہی ہے ۔"

خالہ چپ ہو گئیں ۔

گھر پہنچتے ہی وہ لیٹ گئیں ۔۔۔ اور پھر چھینکیں ۔۔ الامان والحفیظ

چاند چائے بنا لائی ۔۔!

وہ خود بھی تھک گئی تھی ۔۔!

شام کا جھٹپٹا سا تھا ۔۔!

چاند منہ ہاتھ دھو کر نکلی تو ہاتو کھڑا تھا ۔

"کیا بات ہے ہاتو ۔"

۔۔۔ تولیہ منہ پر رگڑتے ہوئے اس نے پوچھا

"وہ ۔۔۔ بی بی جی ۔۔ وہ ۔۔۔ وہ ۔۔!"

"کیا وہ ۔۔۔ وہ لگا رکھی ہے ۔"

" وہ ظفر صاحب اہر جاندی نا ۔۔"

" ہاں ۔۔"

" او مجھ کو کہندی کہ بی بی صاحب آندی تو اس کو بولدی ۔۔ !

" شام کلب جاندیں ۔۔ !"

" سمجھ نہیں آیا مجھے ۔۔ !"

" او بی بی جی ۔۔ تم ۔۔ ظفر صاحب ۔۔ کلب ۔۔ ناچ ۔۔"

وہ کمر مٹکا کر چاند کو سمجھانے لگا

" اچھا اچھا ۔۔ ظفر صاحب نے کہا ہوگا ۔۔ کہ میں تیار ہو جاؤں ۔

رات کلب جانا ہے ۔۔"

۔۔ چاند نے بات دہرائی

" ہاں ہاں ۔۔ !"

۔۔ ہاتو خوش ہو کر بولا

" پاگل ہو تم بھی ۔۔ !

" جی ۔۔ !"

" دماغ خراب ہے تمہارا ۔۔"

" ایسا مت بولو بی بی جی ۔۔ !"

ہاتو عاجزی سے بولا

" ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں ۔۔"

" نہیں نہیں ۔۔"

ہاتو کبھی کبھی ہنستا ہوا چلا گیا

وہ چائے کی پیالی بنا رہی تھی کہ ایک پیاری سی دُھن اس کے کانوں سے ٹکرائی ۔۔۔!

آواز قریب سے ہی آرہی تھی۔۔۔!

بہت پیاری مدُھری لے۔۔۔!

مدہوش کرنے والا نغمہ ۔۔۔!

وائلن تو اسے یوں بھی پسند تھی

ہاتو برتن لینے اندر آیا تو اس نے پوچھا

"کون بجا رہا ہے ہاتو۔۔۔!"

"کیا بی بی جی ۔۔۔؟"

"وائلن ۔۔۔!"

"وائلن کیا ہوندیں ہے بی بی جی ۔۔۔"

"پاگل ہو تم ۔۔۔ یہ آواز جو آرہی ہے ۔۔۔"

"اچھا باجہ ۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔!"

"وہ سلمان صاحب بجاندیں ۔۔۔"

"سلمان صاحب ۔۔۔؟"

"ہاں ۔۔۔؟"

ہاتو تو برتن سمیٹ کر چلا گیا ۔۔۔ اور چاند حیران ۔۔۔

" یہ بوبجے صاحب کتنا اچھا بجاتے ہیں "

نغمہ چیختا رہا ــــ!

درد اُبل رہا تھا ــــ!

اور چاند کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں ــــ!

وہ بے اختیار اٹھی اور سلمان کے کمرے کی طرف چل دی

وہ کھڑکی کے پاس وائلن لئے کھڑا تھا ــــ اور جھوم جھوم کر بجا رہا تھا۔

اس نے سفید قمیض اور سفید پتلون پہن رکھی تھی ــــ اس کی چوڑی چکلی پشت

چاند کی جانب تھی ــــ!

وہ چپ چاپ کھڑی سنتی رہی

" کتنی دیر بیت گئی ــــ چاند کا پاؤں کرسی سے ٹکرا گیا ــــ!

سلمان نے چونک کر دیکھا

" آپ ــــ آپ ــــ!"

ــــ وہ گھبرا گیا

" جی ــــ!"

" آپ میرا مطلب ہے آپ "

وہ گھبرایا گھبرایا سا بڑا اچھا لگ رہا تھا

" آپ تو چھپے رستم نکلے ــــ"

ــــ چاند مسکرا کر بولی

" بیٹھئے نا ــــ!"

اس نے کرسی آگے کر دی —

" آپ تو کمال کر رہے تھے —!"

— چاند ہنسی

" جی — بس یوں ہی — تھکن کے ساتھ ساتھ تنہائی کا احساس شدت اختیار کرنے لگتا ہے تو — ایسے میں وائلن میرا بہتر ین ساتھی ہوا کرتا ہے "

— وہ کھویا کھویا سا بڑا اچھا لگ رہا تھا — !

اور چاند حیرانگی اور خوشی کے ملے جلے جذبات سمجھ نہ پا رہی تھی کہ کیا کہے — اسے لگا جیسے وہ خود بیوقوف تھی اور وہ دونوں نہایت عقل مند —

کہنے لگی — !

" بڑا سوز تھا نغمے میں "

" پسندیدگی کا شکریہ —؟"

— وہ لاپرواہی سے بولا

" مگر — مگر اتنا سوز کیسے آگیا مسٹر سلمان —"

ایک لمحہ کے لئے وہ خاموش سا ہو گیا

" بتایئے نا — ؟"

" کیا کہوں — ؟"

" یہی کہ آپ کی خوش باش زندگی میں سوز کیسے — ؟

—— وہ ہنسی

"ضروری ہے کہ خوش باش انسان سوز کے قریب نہیں جا سکتا۔"

—— وہ پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"دراصل مجھ میں اور میرے وائلن میں ایک عجیب سا رشتہ ہے۔ میری انگلیوں کے لمس سے اس کے تار مچلنے لگتے ہیں —— اور پھر جو دھن ابھرتی ہے۔ وہ میرے اپنے دل کی عمیق گہرائیوں میں اتر کر ایک کسک سی پیدا کر دیتی ہے —— وائلن کے تار تڑپنے لگتے ہیں —— اور —— میں —— میں"

وہ پریشان سا ہو گیا ——

"کہئے نا ——"

"کچھ نہیں چاند —— کچھ بھی تو نہیں"

—— وہ پھیکی سی ہنس دیا

"مگر میں تو سوز کا پوچھ رہی تھی —— !"

"سوز —— ؟ بس چاند —— محرومیوں اور مجبوریوں سے دو چار انسان کے دل میں کرب اور تڑپ کے سوا ہوتا کیا ہے —— اور جب دلی کیفیت ایسی ہو نا تو انسان سے سرزد ہونے والی ہر حرکت —— ہر بات میں سوز ہی کی جھلک ملے گی"

وہ بت بنی اس کی باتیں سن رہی تھی —— !

"ہے نا بس چاند —— ؟"

—— اس نے پوچھا

اُس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں

"سلمان صاحب — کہتے ہیں چہرہ دل کا آئینہ ہوا کرتا ہے لیکن آپ کے چہرے پر تو کوئی ایسی جھلک نہیں ملتی — جس میں تڑپ ہو — درد ہو۔"

"میں تو اتنا جانتا ہوں چاند صاحبہ — کہ دل میں چاہے دنیا جہان کی مسرتیں ہوں — یا رنج و غم کے پہاڑ — ہونٹوں پر مسکراہٹ رہنی چاہیے۔"

"اچھا اب سمجھی — !"

"کیا — ؟"

"یہی کہ ضرور آپ کے ساتھ کوئی زبردست ٹریجڈی ہوئی ہے۔"

"نہیں — نہیں۔"

— وہ پھر پہلے والا سلمان بن گیا

"اب مان جائیے نا۔"

"کیا مان جاؤں — ؟"

— وہ بے بس سا ہو گیا

"یہی کہ آپ کو کسی سے محبت ہے —"

"نہیں نہیں — قسم ہے بالکل نہیں — !"

— وہ گھبرا گیا

"پھر یہ باتیں — ؟"

"یہ تو وائلن کے بارے میں تھیں — !"

"جی — اور وائلن میں سوز کیسے آ گیا — ؟"

"وہ ۔۔ وہ تو آپ ہی آپ آجاتا ہے ۔۔!"

"آپ دونوں ہی معمہ ہیں ۔"

"دونوں کون ۔۔؟"

"ظفر صاحب اور آپ ۔۔؟"

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں ۔۔۔ ہم دونوں تو بہت شریف انسان ہیں ۔"

"یہ شرافت کو آپ بار بار کیوں تکلیف دیتے ہیں ۔۔۔ میں کوئی خدانخواستہ آپ کو بُرا کہتی ہوں ۔"

وہ چڑ گئی ۔۔!

"آپ سمجھتی ہیں نا ۔۔ کہ ۔۔ وہ ۔۔ وہ محبت ۔۔۔ سچ ایسی کوئی بات نہیں ۔"

"آپ یہاں ہیں ۔۔۔ میں آپ کو سارے گھر میں تلاش کر چکا ۔"

۔۔۔ ظفر ناگوار لہجے میں بولا ۔۔

"میں نے یہاں ایک چور پکڑا ہے ۔"

۔۔۔ چاند ہنس کر بولی

"چور ۔۔!"

"ہاں ۔۔!"

"یہ صاحب بڑا اچھا دامن بچاتے ہیں ۔"

ظفر کا چہرہ بجھ سا گیا

کہنے لگا ۔۔!

" چلئے نا ـــ کلب چلیں "

" چلتے ہیں ـ چلئے سلمان صاحب تیار ہو جائیں "

ـــ چاند بولی

" تو کیا ـــ ظفر حیران تھا کہ کیا کہے ـــ اس کا دل تو چاہتا تھا ـ کہ وہ چاند کے ساتھ اکیلا جائے ـــ اور وہ سلمان کو بھی گھسیٹ رہی تھی ـ آج تو اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ چاند سے اپنی چاہت کا اظہار کر دیگا اور اس کے لئے وہ کتنی محنت کر کے آیا تھا ـ کتنی فلموں کو یاد کیا تھا۔ کتنے ناولوں کے فقرے دیکھے تھے ـــ کافی محنت کے بعد اس نے اظہار محبت کے لئے الفاظ جمع کئے تھے ـ !

اور یہ سلمان ... !

وہ جھلا سا گیا

چاند اور سلمان تیار ہو کر سامنے کھڑے تھے

" چلئے نا کہاں گم ہو گئے ہیں آپ "

" آں چلئے ـــ چلئے ـ "

ـــ وہ بیدل سا ہو کر اُن کے ساتھ چلنے لگا

✣

انکل ان تینوں کو گھیرے اپنی نرسری کے پھولوں دکھا رہے تھے۔ چھوٹا بھی آکر پھنس گیا۔۔۔۔ بار بار وہ رحم طلب نظروں سے انکل کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ کاسمیا ہے۔۔۔ یہ لارک اسپر۔۔۔ اور یہ کینڈل ٹولر۔۔۔۔ اس کے بیج میں نے منصوری سے منگوائے تھے۔۔۔!

چاند ہر پھول کی وضاحت طلب کر رہی تھی۔۔۔ انکل پھول کی ہسٹری پھر کھیلوں کی کڑیاں ملا دیتے۔۔۔

چاند کے پوچھنے اور بات لمبی کرنے پر زری چڑ رہی تھی۔۔۔

سلمان اور ظفر بیزار بیزار تھے۔۔۔ اور چاند ان سب کو چھیڑنے کے لئے کہہ دیتی

"ہاں تو انکل یہ کون سا پھول ہے۔۔"

"یہ کرلیستھم ہے جسے اُردو میں گلِ داؤدی کہتے ہیں۔۔"

زری نے چاند کے بازو میں زور سے چٹکی کاٹی۔۔!

پھولوں کی قطاریں بڑی پیاری لگ رہی تھیں ___ اور سچ تو یہ تھا انکل نے محنت بھی کی تھی ___!

چاند نے بڑھ کر ایک پھولوں سے لدی ہوئی شاخ کو ہلا دیا ___ اور پھول اس طرح جھومنے لگے جیسے کسی دوشیزہ کے کان کے بالے ہولے ہولے جھول رہے ہوں۔

"میں تو انکل پھولوں کی دیوانی ہوں ___ سوئٹزر لینڈ میں میرا سارا وقت ہی خوبصورت پھولوں والی جگہوں پر گزرتا تھا۔"

چاند نے ہنس کر ظفر اور سلمان کی طرف دیکھا جن کی بوریت اب انتہا کو پہونچ چکی تھی۔

"ماشاء اللہ بڑی صاحب ذوق ہو ___!"

___ انکل اسے پیار کی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے

"ظفر صاحب وہ دیکھئے ایک ہی پودے میں تین رنگ کے گلاب لگے ہیں" سلمان اور ظفر کی بیزاری سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولی

"لیکن ایک ہی پودے میں تین رنگ کے گلاب ___!"

سلمان حیرت سے بولا

"انکل کی ہوشیاری میں سمجھ گیا ہوں خواتین و حضرات ___!"

___ چھوٹا جو بڑی دیر سے کونے میں کھڑا اجل بھن رہا تھا بولا

"کیسا ___؟"

زری نے پوچھا

"دیکھئے ـــ انکل نے ایک ہی گملے میں تین پودے لگائے ہیں مختلف رنگوں کے ـــ اور اوپر سے ان کی شاخوں کو کس خوبصورتی سے جوڑ دیا ہے تاکہ ہم لوگوں کو دھوکہ دے سکیں"

سب ہنس دیئے ـــ لیکن چاند بولی

"آپ بالکل غلط کہہ رہے ہیں جناب ـــ زیادہ خوش نہ ہوں ـــ یہ تو انکل کا کرشمہ ہے انہوں نے گلاب کے مختلف رنگ کی کلیوں کی کراسنگ کرکے ایک ہی پودے میں رنگ برنگے پھول کھلائے ہیں"

"بات تو ایک ہی ہوئی نا ـــ !"

جمیل کا چھوٹا قد اور چھوٹا ہو گیا

"اچھا بچو آؤ ـــ تمہیں ایک بالکل عجیب پھول دکھاؤں"

انکل آگے آگے ہو لئے ـــ

چاند سب کو چڑانے کے لئے ان کے ساتھ تھی ـــ !

"یہ پھول میں نے خاص طور پر بوسٹن سے منگوا کر لگایا ہے تمہیں ضرور پسند آئے گا"

ـــ انکل کمنٹری کرتے ہوئے ان سب کو روش کے دائیں طرف ایک کنج کے پاس لے گئے ـــ جس کے پیچھے ڈالیا کے بڑے بڑے پھول لگے تھے ـــ سامنے چاند کی شکل کا ایک بڈ سا بنا تھا ـــ جس کے کناروں پر چھوٹے چھوٹے زرد پھولوں کا حاشیہ تھا ـــ اور بیچ میں سفید نازک پھولوں کی سطح ـــ !

ساتھ ہی سفید پھولوں کے ستارے بنے ہوئے تھے ۔
چاند تو اس حسن میں کھو کر رہ گئی ۔
" انکل نے واقعی کمال کیا تھا ۔ وہ بوریت جو سب پر چھائی ہوئی تھی
اس خوبصورت جگہ کو دیکھ کر دور ہو گئی ۔
ظفر چاند کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا ۔!
کہنے لگا ۔
چاند کے نقشے میں جو چیز ہو گی خوبصورت ہو گی ۔
" اچھا ۔!"
چاند ہنس دی
وہ گھبرا گیا ۔!
" تو پھر بتایئے ۔!
"کیا ۔؟
" میں بھی تو چاند ہوں میں کیسی ہوں "
اس نے آہستہ سے پوچھا
اور اس لمحے ۔
ظفر کے سارے جسم پر چیونٹیاں سی رینگ گئیں ۔ کانوں میں گھنٹیاں
بجنے لگیں ۔ ماتھے پر پسینے کی بوندیں ابھر آئیں ۔ اور دل کی دھڑکنیں تیز
ہو گئیں ۔
چاند نے وہ الفاظ بے خیالی میں از راہ مذاق ہی کہے ہوں ۔ لیکن

اُن دو لفظوں نے اُس کے وجود میں آگ بھر دی ــــ

اس کے سفید رنگ پر سُرخی کی لہر دوڑ گئی ــــ اس نے خود پر قابو پانے کی کوشش کی اور بڑی اُمیدوں کے ساتھ اس کی طرف دیکھا ــ

وہ لاپرواہی سے انکل کے ساتھ باتیں کر رہی تھی ــ

ظفر کی عجیب کیفیت تھی ــــ وہ اس جملے کے لئے تیار نہ تھا ورنہ اسی وقت وہ رٹے ہوئے لفظ کہہ دیتا جو اظہار محبت کے لئے بڑی محنت سے تیار کئے تھے اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا ــــ کتنا اچھا وقت میں نے ضائع کر دیا ــ

" میں اُلو ہوں ــ"

" کیا سوچ رہے ہو بھائی ــــ احمد جمیل اس کے قریب آگیا

" یار میں گدھا ہوں ــ!"

وہ جھلا کر بولا

" ہاں وہ تو ہو ــ"

ــــ احمد جمیل خوش ہو کر بولا

" یار مجھے جوتا مارو ــ"

" مگر کیوں ــــ؟

" میرے منہ پر تھوکو ــ"

" بس بس بات کیا ہوئی ــ"

" ایسا ــ"

ـــــ ظفر چونکا

پھر آہستہ سے بولا

"کیا بکواس میرے منہ سے نکل رہی تھی ـــ

"کوئی نئی بات ہے"

احمد جمیل آہستہ سے بولا

"کیا بک رہے ہو"

"بھائی میرے سب ٹھیک ہے ـــ تمہارے منہ سے پہلے کیا پھول جھڑتے ہیں ـــ!"

"چلئے نا انکل ـــ"

ـــ زری جو تنگ آگئی تھی انکل کا بازو تھام کر بولی ـ!

"ہاں چلو ـــ"

وہ سب باتیں کرتے ہوئے ڈرائینگ روم میں آگئے ـ

زری چائے کا کہنے چلی گئی

تھوڑی دیر میں چائے آگئی ـــ!

چاند اور زری چائے بنانے لگیں ـــ چاند نے خوبصورت ٹی کوزی کو جیسے ہی ٹی پاٹ سے اٹھایا ایک لطیف سی خوشبو فضا میں بکھر گئی ـ

"جانتے ہو یہ کونسی چائے ہے ـــ"

انکل جمیل سے کہنے لگے

"لپٹن ہو گی ـــ"

جمیل کی معلومات تو لیٹن تک ہی محدود تھیں

"اُوں ہوں ___ غبارِ خاطر پڑھی ہے تم نے ___؟"

"جی ___!"

___ سلمان گھبرا کر بولا

"تب تو تم نے وائٹ جیسمین کا نام سُنا ہوگا ___!"

"جی ___!"

___ جمیل اِدھ کھلا گیا

"وہ ہی مولانا آزاد کی محبوبہ ___ جسے وہ پیار سے گوری چنبیلی کہا کرتے تھے ___"

انکل نے وضاحت کی ___

"جی ہاں ___!"

جمیل غور سے چائے کی طرف دیکھنے لگا جو پیالیوں میں انڈیلی جا رہی تھی ___

ہلکے زرد رنگ کی چائے ___ سنہری پیالیوں میں بہت خوش رنگ دکھائی دے رہی تھی ___!

"بات یہ ہے کہ چائے کے معاملے میں میں مولانا آزاد کا مُرید ہوں ___ فرق یہ ہے کہ وہ جامِ صُبوحی میں یقین رکھتے تھے ___ اور میں جامِ شامی ___ یعنی میں ہر چائے شام کو پیتا ہوں ___

انکل نے پیالہ اُٹھاتے ہوئے کہا ___!

چائے واقعی لذیذ تھی ___!

"بے ادبی معاف انکل ___!"

چاند بولی

"میں آپ کی کوٹھی کا نام سوچ رہی تھی ___"

"ہوں ___!"

"اس کا نام گلستان ہونا چاہیئے تھا ___!"

"وہ کیوں ___"

___ انکل نے پُراشتیاق لہجے میں بولا

"اسی لئے کہ کوٹھی نے اپنے رنگ برنگ پھولوں کی وجہ سے آس پاس کی فضا کو معطر کر رکھا ہے ___"

"میرا خیال ہے چلنا چاہیئے ___"

___ جمیل ڈر کر سلمان کی طرف دیکھنے لگا

"ہاں ہاں ___"

وہ سب اٹھ کر کھڑے ہوئے

انکل اور زری انہیں گیٹ تک چھوڑنے آئے۔

ظفر اپنے خیالوں میں مگن جا رہا تھا

چاند انکل کی باتیں جمیل اور سلمان کو بتا رہی تھی ___!

راستے میں جمیل چھوٹا جدا ہو گیا ___ اور وہ تینوں گھر چلے آئے۔

☆

کچھ دن سے ظفر اپنے آپ پر قابو نہ پا رہا تھا ـــــ چاند کی قربت کی تمنّا اس کے دل کو بے چین کئے رہتی ہے ـــــ!

وہ اپنے دل میں چاند کے لئے بے پناہ کشش پانے لگا تھا۔

اس کی تنہائیاں چاند کے تصور نے آباد کر دی تھیں۔

اکثر خواب میں اس نے چاند سے اقرار محبت بھی کیا تھا۔ وہ اس کی عنبریں زلفوں کا لمس بھی محسوس کر چکا تھا۔

اس کے قریب بھی بیٹھا تھا

اس سے محبّت بھری باتیں کر چکا تھا ـــــ!

وفا کی قسمیں ـــــ!

پیارے پیارے وعدے

گھنٹوں اس کا چہرہ دیکھ چکا تھا

مگر ـــــ

مگر ـــــ

صرف خواب میں

حقیقت کی دنیا میں تو اس سے بات کرنے کی آرزو دل ہی میں چٹکیاں لیتی رہی ـــــ!

جب وہ دونوں قریب ہوتے ـــــ

تو وہ مرعوب سا ہو جاتا ـــــ

اور کچھ بھی نہ کہہ سکتا ـــــ

"آہ ـــــ!"

اس نے دکھ سے باہر دیکھا

چاند اور خالہ سلمان کے پاس بیٹھی جانے کس بات پر ہنس رہی تھیں

اس کے پھول سے چہرے پر دلکش سی مسکراہٹ تھی ـــــ

چاند ـــــ خدا کرے تم ہمیشہ یوں ہی ہنستی مسکراتی رہو

میں ہر قیمت پر تمہیں حاصل کروں گا ـــــ!

اس وقت میں مجبور ہوں ـــــ!

سلمان ایک ظالم سماج کی مانند میرے سر پر کھڑا ہے

ـــــ اور میں ـــــ میں ایک ایسا پنچھی سمجھ لو ـــــ جس کے پر بڑی بیدردی سے نوچ لئے گئے ہوں ـــــ اور وہ زمین پر پڑا اُن بلندیوں کو حسرت سے دیکھ رہا ہو ـــــ جن پر حسین لوگوں کا بسیرا ہے ـــــ!

اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا ـــــ!

ہلکے زرد رنگ کے لباس میں وہ کرسی پہ سمٹی ہوئی بے حد حسین لگ رہی تھی ـــ سفید میدے جیسی رنگت ـــ آنکھوں کی گہری جھیلوں میں کتنی کشش تھی ـــ اس کے تراشے ہوئے بال اس کا دودھیا چہرہ چھپائے ہوئے تھے ـــ!

اس کی نظر ساتھ بیٹھے ہوئے سلمان پر پڑی

اس کا حلق یوں کڑوا ہو گیا جیسے اس نے کونین پی لی ہو ـــ"

"ہونہہ ـــ!"

بڑی جلن سے اس نے سوچا

"سلمان صاحب ـــ پھولوں کی چاہ تو سب ہی کرتے ہیں ـــ خوشبو کس کو پیاری نہیں لگتی ـــ لیکن زندگی کی اس دھرتی پر پھول اگانے چمن لگانے کا سلیقہ کتنوں کو آتا ہے ـــ یہ بھی تو سوچو ـــ!

سوچ سوچ کر وہ تھک گیا

کبھی سلمان کا والد اسے اپنا دشمن معلوم ہوتا ـــ!

کبھی سلمان ظالم سماج ـــ!

کبھی اس عہد کو وہ کوستا ـــ!

پھر اسے وہ سزا بھی یاد آتی جو اس نے اور سلمان نے مقرر کی تھی سوچ سوچ کر پاگل ہوا جا رہا تھا وہ ـــ!

شام کے دھندلکے میں سلمان اور چاند دونوں ہی آ گئے ـــ!

ظفر پلنگ پہ لیٹا ہوا تھا ـــ!

"ظفر کیا بات ہے ــــ!"

ـــــ سلمان بولا

"طبیعت خراب ہے ــــ"

ـــــ ظفر منہ پھیرے پھیرے بولا

"کتنا مزا آجائے جو آپ کو بخار آجائے ــ"

ـــــ چاند خوش ہو کر بولی

"جی ــــ؟"

ظفر اور سلمان دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا

"جی ہاں ــــ دیکھوں تو بخار میں آپ کا کیا حال ہوتا ہے ــ!"

ظفر مسکرا دیا

وہ سمجھا شائد چاند اس لئے کہہ رہی ہے کہ ــــ

"بخار میں میری تیمارداری کرے گی ــــ"

ـــــ نقاہت سے کہنے لگا

کچھ ایسا ہی دکھائی دیتا ہے ــــ"

"خدا کرے آپ کو بخار ہو جائے ــــ"

چاند پھر بولی

"کیا کہہ رہی ہیں آپ ــــ؟"

ـــــ سلمان حیرت سے بولا

"جی ہاں ــــ وہ اس لئے کہ میرے ناول کے ہیرو کو تین بار بخار

ہوجاتا ہے ۔۔۔!"

"میں اصل میں جو ناول لکھ رہی ہوں ۔۔۔ چاہتی ہوں ۔۔۔ کہ حقیقت سے بالکل قریب ہو ۔۔۔ ایک بار اختر بھیّا کو بخار ہوا تھا ۔۔۔ مگر ان کا بخار تو بالکل عجیب تھا ۔۔۔ سارا دن گانا گاتے تھے ۔۔۔ اگر ظفر صاحب کو بخار ہو جائے ۔۔۔ تو مجھے یہ تو پتہ چلے گا نا کہ ۔۔۔ کہ آپ لوگ یعنی مرد کیسی کیسی حرکات کرتے ہیں "

ظفر کا منہ لٹک گیا ۔۔۔!

اور سلمان ہنسنے لگا

" آیئے پھر آج وائلن سنیں ۔۔۔"

چاند بولی

"جی ۔۔۔!"

" ہاں ۔۔۔!"

" چلئے ۔۔۔!"

چلتے چلتے وہ مڑ کر کہنے لگی

" کچھ زیادہ بخار ہو تو مجھے ضرور بتایئے گا ۔۔۔"

اور ظفر جل کر رہ گیا ۔۔۔!

٭

زرّی اور چاند دونوں ایک جھرنے کے قریب بیٹھی پہاڑی لڑکیوں کو پانی بھرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں ——— !

ظفر اور سلمان کہیں کام سے گئے ہوئے تھے ——

نیچے بازار میں خرید و فروخت ہو رہی تھی — ! عورتیں ٹوکریاں لٹکائے پھل سبزیاں خرید رہی تھیں ——— !

"کب واپسی ہے چاند ——؟"

——— زرّی نے پوچھا

"کچھ دن بعد"

"وہاں جا کر کیا کرو گی —؟"

"آرام —— !"

——— چاند ہنس دی

"اس کے بعد ——؟"

"اس کے بعد کیا کرنا چاہیئے ــ"

"شادی ــ!"

"تم اپنی کہو ــ!"

ــ چاند نے پوچھا

"میں تو اب فوراً شادی کرنا چاہتی ہوں ــ؟"

ــ زری بولی

"کیوں ــ؟"

"اس لیئے کہ عمر کا یہی سال موزوں ہے اس کے بعد شادی کیا کرنا"

"بڑی جلدی ہے ــ"

ــ چاند ہنس کر کہنے لگی

"تم بھی کر ڈالو ــ"

"سوچوں گی ــ"

"ان دونوں میں سے کسی کو پسند کر لو ــ"

"دونوں میں سے ــ"

چاند بولی

"ہاں ــ اچھے ہیں ــ سمارٹ ہیں ــ ٹاس کر لو ــ"

چاند ایک لمحہ کے لیئے پریشان ہو گئی

"کیوں ــ"

"دونوں میں سے پسند کرنا ــ کتنی مشکل بات ہے ــ!"

"مشکل کیوں ہے ــــ"

"چھوڑو اس قصّہ کو ــــ"

ــــ چاند واقعی پریشان ہو گئی تھی

"محبت ہو گئی ہے شاید تمہیں ــــ"

ــــ زرّی ہنسنے لگی

"بکواس بند کرو ــــ!"

ــــ چاند نے اسے ڈانٹ دیا

"وہ احمد جمیل کیا شئے ہے ــــ!"

ــــ زرّی بولی

"تم کیوں پوچھتی ہو ــــ"

"یونہی ــــ!"

"ویسے ہے تو خوبصورت ــــ مگر ذرا قد سے مار کھا گیا ہے ــ!"

"ہاں قد اونچا ہوتا تو اچھا بھلا تھا ــ!

جب وہ اپنے لمبے دوست آفتاب کے ساتھ چلتا ہے تو یوں لگتا ہے جیسے گلی ڈنڈے میں صلح ہو گئی ہو ــــ!"

دونوں ہنستی ہوئی نیچے آ گئیں

سورج مغرب میں آگ کا ایک بڑا سا گولا معلوم ہو رہا تھا اور شفق میں کئی رنگین لہریئے بکھر گئے تھے ــ!

انہوں نے دیکھا

ظفر پسینے پسینے ہوا آرہا ہے ــــ!

"وہ آگیا تمہارا پرستار ــــ!"

"دفعان ــــ!"

"آپ اکیلی ہی چلی آئیں ــــ"

ــــ ظفر اپنے حواس مجتمع کرتے ہوئے بولا

زری آگئی تھی ــــ!

"اور مِس زری ــــ!"

ــــ وہ بیوقوفوں کی طرح ہنس دیا

زری نے بڑی عجیب نظر دیکھا ــــ چاند کو بھی ہنسی آگئی

باتوں باتوں میں وہ نیچے سڑک پر آگئے ــــ!

زری کو گھر چھوڑ کر جب وہ دونوں واپس آرہے تھے تو ظفر کا دل پھر مچل رہا تھا کہ وہ آج چاند سے سب کچھ کہہ دے ــــ!

اُس نے بڑے بھونڈے انداز میں گفتگو کا جواز ڈھونڈا ــــ!

"مِس چاند ــــ!"

"ہوں ــــ"

"مجھے وائلن ذرا بھی اچھا نہیں لگتا ــــ"

"کیوں ــــ؟"

ــــ وہ حیرت سے بولی

"بس یونہی ــــ!"

"آپ کو کیا اچھا لگتا ہے"

—— چاند نے بڑی ادا سے پوچھا

"مجھے —— وہ —— ماؤتھ آرگن"

"اچھا ——!"

—— چاند مسکرانے لگی ——!

"وہ وائلن ہے نا —— اس کی آواز سن کر مجھے سخت وحشت ہوتی ہے جس وقت سلمان وائلن بجاتا ہے تو میرا دل چاہتا ہے —— میں کہیں بھی بھاگ جاؤں"

"کیوں ——؟

—— وہ بڑے انداز سے بولی

"ہاں ——!"

"عجیب بات ہے"

"آپ کو کیا اچھا لگتا ہے مس چاند"

—— "بڑی ہمت کر کے اس نے پوچھا

"مجھے —— وائلن بھی اور ماؤتھ آرگن بھی ——"

—— وہ لاپرواہی سے بولی

اور —— ظفر کا منہ لٹک گیا

"ماؤتھ آرگن بجا لیتے ہیں آپ"

—— اس نے پوچھا

"ہاں —— !

"تو بجائیے —— !"

ظفر نے فوراً جیب سے ماؤتھ آرگن نکالا —— اور اُسے بجانا شروع کر دیا —— !

وہ بجا رہا تھا —— !

اور چاند ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی —— !

کچھ عجیب و غریب سُریں نکل رہی تھیں

عجیب شکل بن رہی تھی —— چاند کو تو علم نہیں تھا —— !

مگر —— ظفر تو جانتا تھا کہ اس نے وائلن سے جل کر آج ہی ماؤتھ آرگن خریدا تھا —— !

﴿

خالہ اکتائی اکتائی سی تھیں۔"

مگر — چاند کا دل ابھی نہ بھرا نہ تھا — اب تو موسم بھی خنک ہوتا جا رہا تھا —!

زری دو روز بعد جانے والی تھی — آج وہ چاند کے ہاں آئی ہوئی تھی —!

سب نے اکٹھا کھانا کھایا

خالہ اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئیں — اور لڑکیاں لڑکے برآمدے میں آ بیٹھے —!

چاند خاموش خاموش تھی — البتہ — زری چہک رہی تھی — ظفر اور سلمان معمول کے مطابق تھے —!

چاند نے سیاہ اور سرخ پھولوں والی ساڑھی باندھی ہوئی تھی کین کی گول کرسی پر بیٹھی وہ اپنے سیاہ چپل کو انگلیوں سے آگے پیچھے سرکا رہی تھی۔!

سلمان تو زری سے بیوٹی کی باتیں کر رہا تھا اور ظفر کی نظریں چاند کی جانب تھیں اس کے ہاتھ میں ایک رسالہ تھا ایک بڑی پیاری غزل پر اس کی نگاہیں ٹک گئیں ــــ!

چاند اور غزل

کیا رشتہ ہے ان میں ــــ!

اس کے شعور پر غزل یوں چھا رہی تھی جیسے ساون بھادوں کی گھٹائیں آسمان پر محیط ہو جاتی ہیں ــــ

غزل کے اشعار اسے نرم اور آبشار کی مانند بہتے گنگناتے محسوس ہو رہے تھے ــــ!

اور ظفر سوچ رہا تھا کہ غزل کتنی ہی حسین ہو ــــ چاند سے زیادہ دلکش نہیں ہو سکتی ــــ!

"کیا سوچ رہی ہو ادیبہ صاحبہ"

زری نے اسے ٹہوکا دیا

"کچھ نہیں"

"کچھ تو سوچ رہی ہو"

ظفر نے سمجھا وہ یقیناً اس کے بارے میں سوچ رہی ہو گی

دھڑکتے دل سے اس نے بھی کہہ دیا ــــ!

"آپ کچھ سوچ رہی تھیں بس چاند ــــ"

"ہاں میں اپنے جوتے کے بارے میں سوچ رہی تھی"

چاند بولی
اور ظفر کو جیسے اس نے پہاڑ سے دھکا دیدیا تھا
اس کی سوچ اُسے محبت لگی تھی — !
مگر وہ تو اپنے جوتے کے بارے میں سوچ رہی تھی — جو کل ہی وہ چائنا شوز پر دیکھ آئی تھی — !
"میرا خیال ہے دراز قد عورتوں کو ساڑھی زیادہ سجتی ہے —"
— زری اپنی باتوں میں مگن تھی

"جی ہاں —"
— سلمان کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو رہا تھا
اور ظفر نے چاند کی ساڑھی کے گل بوٹوں پر نظریں جما دیں — وہ کلوپیٹرا کے مرمریں مجسمے کی طرح بے حس و حرکت اپنی جگہ بیٹھی تھی اس کی لمبی پلکیں جلدی جلدی جھپک رہی تھیں — آنکھوں میں خمار کی سی کیفیت تھی۔ چہرہ تمتمایا ہوا تھا — !
"میری رائے میں حُسن کو محدود کرنا اچھا نہیں — اُسے ہر رنگ میں جلوہ دکھانے کی آزادی ہونی چاہیئے —"
زری سلمان کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ کرتے ہوئے بولی۔

"جی — !"
"جی ہاں اس لئے کہ حُسن مہک — طوفان اور روشنی کی مانند اُڑنے بہنے اور چمکنے کا خوگر ہے — دیکھئے نا — کسی دوشیزہ کو

ایک ہی لباس کا پابند کر دینا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی سُہانے نظارے کی تصویر ایک ہی رُخ سے حاصل کر لی جائے جبکہ ہر رُخ اور ہر انداز سے تصویریں لی جا سکتی ہیں ۔۔۔ اور ان میں سے ہر ایک خوبصورت اور جاذب نظر بھی ہو سکتی ہے ۔"

سلمان غور سے اس کی باتیں سُن رہا تھا

" کیوں سلمان صاحب ۔۔۔"

زرّی نے پوچھا

" جی ۔۔۔ آپ کیسی باتیں کرتی ہیں ۔۔۔"

وہ شرمایا شرمایا سا بڑا اچھا لگ رہا تھا

" کیسی باتیں ہیں یہ ۔۔۔"

زرّی سلمان کی بدحواسی چاند کو دکھانے کے لئے اسے ٹہوکا مار کر بولی

" جی ۔۔ وہ ۔۔ وہ ۔۔"

" اچھا خیر معاف کیا ۔"

۔۔۔ زرّی ہنستے ہوئے بولی

ظفر الگ بیٹھا اپنی آنکھوں میں زبردستی خمار پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا کبھی آہیں بھر رہا تھا ۔۔۔ اور کبھی چہرے کے پوز بدلنے کی ناکام کوشش ۔

اسے یوں بے چین دیکھ کر چاند سے نہ رہا گیا ۔۔۔ کہنے لگی

" کوئی تکلیف ہے آپ کو ظفر صاحب ۔۔۔!"

"جی ـــ!"

ـــ وہ گھبرا گیا

"پوچھ رہی ہوں کوئی تکلیف ہے کیا ـــ؟"

"کیوں ـــ؟"

"آپ کا منہ جو بن رہا تھا"

"جی ہاں ـــ"

ـــ وہ اپنے ساتھ ہمدردی کروانے کے لئے بولا

"تو پھر ـــ؟ جایئے ـــ!"

"کہاں ـــ؟"

"آرام کیجئے تندرستی ہزار نعمت ہے ـــ ہے نا"

جی ہاں بالکل ـــ!"

ـــ وہ سر جھکا کر بولا

"بیٹھو یار کہاں جاتے ہو ـــ؟"

ـــ سلمان گھبرا گیا کہ ظفر اُٹھ گیا تو وہ ان دو عورت ذات کے درمیان اکیلا رہ جائے گا ـــ!

"نہیں یار طبیعت خراب ہے"

ـــ ظفر اٹھا اور جہاں کی اداسیاں اپنے چہرے پر بکھرائے ہوئے چلا گیا ـــ

اس کے جانے کے بعد سلمان بھی اُٹھا

ناخن انگلی سے کاٹتے ہوئے بولا

"میں بھی چلا جاؤں جی — !"

"شوق سے — !"

زری نے کہا — وہ یوں بھاگا جیسے جیل سے بھاگا ہو —

دونوں ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئیں — !

٭

زرّی کی بس روانہ ہوئی تو چاند سلمان اور ظفر کے ساتھ والی سڑک جو ریڈ لنسی کو جاتی تھی اس طرف چل دی ۔

"زرّی کے جانے سے بے رونقی ہو گئی ۔"

چاند کھوئی کھوئی سی بولی

"جی ہاں اچھی باتیں کرتی تھیں ۔"

سلمان خوش دلی سے بولا

"طبیعت اُن کی بھی آپ کی طرح رونقی ہے ۔"

ظفر کہنے لگا ۔

"میری اس کی دوستی بڑی پُرانی ہے ۔ بڑی اچھی لڑکی ہے ۔"

چاند کہنے لگی ۔

"اس میں کیا شک ہے ۔"

۔ سلمان نے بے تکی ہانکی

بس اسٹینڈ کی طرف سے لوگوں کی بھیڑ سڑک پر پھیل رہی تھی ــ!
کنارے پر دو بہت زیادہ تندرست عورتیں پتھر پر بیٹھی ہانپ رہی تھیں ــ سامنے ہی انہیں جمیل نظر آگیا جمائیاں لیتے آ رہا تھا ــ!
ان سب کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں ـ

"ہیلو جمیل ــ"

"ہیلو ــ مس زندی گیئں"

"ہاں"

ــ چاند بولی

"اوہ ــ! میں سویا ہی رہ گیا"

"بس سوتے رہو ــ"

"اگر تم لوگ پسند کرو تو اس چھوٹے سے ریستوران میں چائے پی جائے"
جمیل چھوٹا بولا

"بڑی اچھی بات ہے"

وہ چاروں اس چھوٹے سے ریستوران میں آ بیٹھے ــ
جمیل چھوٹا بار بار بے تابی سے باہر دیکھ رہا تھا

"کیا بات ہے کچھ بے چین ہو ــ"

سلمان ہنسا

"کچھ نہیں یار ــ وہ ایک لڑکی ــ"
جمیل بولا

"ہاں یار وہ ایک لڑکی ــ"

"عشق ہو گیا جمیل صاحب ــ!"

ــ چاند ہنس کر بولی

"بات کچھ ایسی ہی ہے ــ"

ــ جمیل سر جھکا کر بولا

"لڑکی کو ماتمی تار بھیج دینا چاہیئے ــ"

ــ ظفر کہنے لگا

"لیکن میرے محترم وہ مجھ سے عشق کرتی ہے ــ"

ــ جمیل نے فخر سے بتایا

"تو پھر وہ تار جوابی کر لو ــ"

ــ ظفر جلدی سے بولا

"چاند ہنستی ہوئی بڑی پیاری لگ رہی ہے ــ"

ــ جمیل جلدی سے بولا

"مس چاند آپ پیسٹ کون سا استعمال کرتی ہیں ــ"

"کیوں ــ؟"

ــ چاند نے پوچھا

"وہ میری وہ ہے نا ــ اُسے بھی مشورہ دوں اس کے دانت مجھے نہیں بھیجے" ــ جمیل آہستہ سے بولا

"ڈریکولا کی بیٹی سے عشق تو نہیں کر بیٹھے ــ؟"

—— سلمان ہنستے ہوئے بولا

"تم غلط سمجھے سلمان —— میرے خیال میں لڑکی کی بتّیسی کچھ کم ہو گئی"

—— ظفر بولا

"کیا مطلب —؟"

—— چاند نے پوچھا

"یعنی کہیں بیس یا پچیس نہ ہو —"

—— چاند ہنستے ہنستے دوہری ہو رہی تھی —!

"تمہارے پرنس کو پتہ چلا —"

—— سلمان بولا

"ہاں کہیں پھر محبوبہ پرنس کے ساتھ نہ اُڑ جائے —"

"اسے بتایا تھا بلکہ مشورہ طلب کیا تھا —"

جمیل بولا

"مشورے کے لئے اُسے ہی کیوں چُن لیا —"

—— چاند بولی

"مس چاند وہ تجربہ کار آدمی ہے —"

—— جمیل بولا

"پھر کیا مشورہ ملا —!"

"آجکل وہ پریشان ہے —— شادی جو ہو گئی تھی بے چارے کی"

—— جمیل مُنہ بنا کر بولا

"شادی جس کی ہو وہ بے چارہ ہو جاتا ہے ــــ"

ــــ چاند نے پوچھا

"ہاں کسی حد تک ــــ خیر چھوڑیں اس بحث کو ــــ"

ــــ پرنس نے کہا تھا ــــ

"بیٹا میرا تجربہ تو بیوی سے شروع ہوا اور بیوی پر ہی ختم ہو گیا ــــ"

"تو پھر آپ کا عشق کہاں تک پہنچا ــــ"

ــــ چاند نے پوچھا

"عروج پر ہے ــــ اتنے روز اس لئے میں آپ کو شکل نہیں دکھا سکا کہ مصروف تھا ــــ!"

وہ غرور سے بولا

اور پھر یوں چونکا جیسے سانپ نے کاٹ کھایا ہو ــــ"

سلمان نے پوچھا ــــ

ــــ"کیا ہوا ــــ؟"

"یار وہ دیکھو دوسری ٹیبل پر ــــ"

"تو کیا ہوا ــــ؟"

ــــ ظفر بولا

"کپل ہے اور کیا ــــ؟"

ــــ سلمان بولا

"یہ وہی لڑکی ہے یار ــــ"

ـــــ جمیل روہانسا ہو کر بولا
" تمہاری محبوبہ ـــ"
" ہاں یار سو فیصدی ـــــ"
ـــــ جمیل بولا
چاند ہنس ہنس کر دوہری ہوئی جا رہی تھی ـــ!
" صبر کرو بیٹا ـــــ"
سلمان اور ظفر تسلی دینے لگے ـــ
جب وہ باہر نکلے تو سرمئی شام پھیل چکی تھی ـــــ!
سڑکوں پر بلب روشن ہو گئے تھے ـــــ!
آج ظفر کے رٹتے ہوئے لفظ بار بار اس کے لبوں تک آ کر واپس
جاتے رہے ـــــ! موقع ہی نہ ملا ـــــ!
جمیل تو چلا گیا ـــــ!
اور یہ تینوں گھر لوٹ آئے ـــ!
چاند لان میں بیٹھی اپنا ناول مکمل کرنے میں لگی ہوئی تھی۔
سلمان خالہ کے ساتھ الٹی سیدھی ہانک رہا تھا۔
اور ظفر اپنے کمرے میں سلگ رہا تھا ـــــ اُسے اپنے آپ پر غصہ
آ رہا تھا ـــ!
" اُف میں کتنا بزدل ہوں ـــــ!
اتنی سی بات نہیں کہہ سکتا ـــ"

"کہ ـــ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ـــ"

میں مر جاؤں گا ـــ میں چاند ـــ

ـــ میں مر جاؤں گا ـــ"

خود ہی سمجھ جاؤ ـــ!"

کتنی نکمی ناول نگار ہے ـــ جو ـــ جو ـــ نگاہوں کی زبان ہی نہیں سمجھتی ـــ!"

٭

صبح چاند جا رہی تھی ـــ

خالہ سامان سمیٹ رہی تھیں ـــ چاند کے ناول کا وہ حصّہ جو اس نے پہاڑ میں مکمل کرنا تھا ـــ!

مکمل ہو چکا تھا ـــ!

ہاتو بڑا اداس تھا

اس کے لئے چائے لایا تو کہنے لگا

"بی بی جی ـــ!"

"ہوں ـــ"

"تم جاند ہیں ـــ"

"ہاں ـــ"

"بی بی جی ـــ تم جاندیں ـــ میں روندیں ـــ میرا دل بہت کمزور ہے بی بی جی ـــ"

"اچھا"

— ہنس دی —

"بی بی جی — تم بہت اچھی —!"

"تم بھی تو اچھے ہو ہاتو — ہمارے پاس شہر ضرور آنا —"

— چاند خوش دلی سے بولی

"سچ بی بی جی —"

— وہ خوش ہو کر بولا

"بالکل سچ —"

"بی بی جی —"

"ہوں —"

"تم ادھر آجاؤ — ساری زندگی واسطے —"

ہاتو نے جانے کیا کہہ دیا تھا وہ شرما گئی

"ہاں بی بی جی —"

"چلو بھاگو —"

— وہ شرما کر بولی

ہاتو بتیسی نکالتا ہوا چلا گیا —

اس روز سب ہی اُداس تھے —

چاند نے محسوس بھی کیا — مگر وہ اپنے آپ کو ہشاش بشاش

بنائے ہوئے تھی —!

ظفر ماؤتھ آرگن سے اُلٹی سیدھی سُریں نکال رہا تھا
سلمان کا وائلن درد بکھیر رہا تھا
رات کھانے کے بعد وہ یونہی باہر نکل آئی ـــــ
اُس نے دیکھا
ـــــ ظفر اُس کے بالکل قریب کھڑا ہے ـــــ"
"آپ ظفر صاحب ـــــ"
ـــــ وہ خاموش کھڑا رہا ـــــ!
"کیا بات ہے ـــــ!"
"کچھ نہیں ـــــ!"
ـــــ اس کا حلق پھر خشک ہونے لگا
"آپ شہر آئیں گے نا ـــــ؟
"ضرور آؤں گا ـــــ!"
ـــــ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں
"میں انتظار کرونگی ـــــ
ـــــ وہ آہستہ سے بولی
"سچ ـــــ؟"
ظفر کا دل گویا اُچھل کر باہر آ گیا ـــــ!
"ہاں آپ کے ساتھ اور سلمان صاحب کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا ـــــ سلمان صاحب بھی آئیں گے نا ـــــ؟

—— چاند سادگی سے کہنے لگی —!

اور ظفر کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ دلکش نغمہ گاتے گاتے پکّا راگ گانے لگی ہو —!

" آئیں گے نا —"

—— چاند نے پوچھا

" میں تو آؤں گا —— مگر سلمان کا میں کیا کہہ سکتا ہوں —"

—— وہ بے دل ہو کر بولا

" وہ بھی آئیں گے —— انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے "

" وعدہ ——!"

" ہاں ——!"

" تو کیا —— وہ وعدہ بھی کرنے لگ گیا ہے —!"

" یہ کونسی بڑی بات ہے —"

" بڑی بات تو نہیں مگر ——"

—— وہ روہانسا ہو گیا

" مگر کیا —؟"

" کچھ نہیں —— کچھ نہیں جی —"

—— کہتے ہوئے وہ سلمان کے کمرے کی طرف چلا گیا

" ہوں —— تو تم نے اس سے وعدہ کیا ہے "

—— وہ اس وقت مار دھاڑ سے بھرپور فلموں کا دِلن لگ رہا تھا

"کیسا وعدہ — ؟"

— سلمان گھبرا گیا

"کوئی وعدہ —"

"پاگل ہوئے ہو کیا — ؟"

"پاگل میں نہیں تم ہو گئے ہو —"

"کیا بک رہے ہو —"

— سلمان کے پلّے کچھ نہ پڑا — !

"تم نے چاند سے کیا وعدہ کیا ہے — ؟"

"کوئی بھی نہیں —"

"وہ تو یہ کہہ رہی ہے کہ تم نے یہ وعدہ کیا ہے کہ تم اس کے پاس شہر ضرور جاؤ گے —"

"اس وعدے کا کیا ہے یہ تو تم نے بھی کیا ہے — ؟"

— سلمان بولا

"دیکھو سلمان زور تو نہیں میرا — مگر تم عہد توڑ رہے ہو —"

ظفر ذرا نرم لہجے میں بولا

"میں توڑ رہا ہوں یا تم —"

سلمان تیز ہو گیا

"میں تو قائم ہوں —"

"میں بھی قائم ہوں —"

"تم وائلن کیوں بجاتے ہو۔؟"

"تم بھی تو ماؤتھ آرگن سنتے ہو اسے"

"تم اس کے ساتھ اکیلے جاتے ہو"

۔۔۔ سلمان بولا

"سبحان اللہ ۔۔۔ تم نہیں جانتے ۔۔۔"

"تمہاری سچ دھج میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے"

ظفر بولا

"شیشے کا پیچھا تو تم نہیں چھوڑتے ۔۔"

۔۔۔ سلمان عورتوں کی طرح ہاتھ ہلا کر بولا

"میرے دل میں تو کچھ نہیں ۔۔"

۔۔۔ ظفر بولا

"میرا دل بھی صاف ہے"!

۔۔۔ سلمان نے جواب دیا

"تو آؤ صلح کر لیں ۔۔۔!"

۔۔۔ ظفر مسکرایا

"صلح ۔۔۔!"

"ھاں ۔۔۔!"

۔۔۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے دونوں نے ہاتھ ملا لئے

"کچھ نہیں ہے نا ۔۔۔!"

ـــــ ظفر نے ڈرتے ڈرتے پوچھا

"بالکل کچھ نہیں اطمینان رکھو ـــــ مگر ـــــ میں بھی اطمینان رکھوں نا ـــــ؟"

سلمان نے پوچھا ـــــ

ـــــ لہجہ شک آمیز سی تھا

"ہاں ہاں بالکل ـــــ"

"صبح مس چاند جا رہی ہے ـــــ"

ـــــ سلمان بولا

"شکر ہے خدا کا امتحان کا وقت ختم ہوا ـــــ!"

ظفر مسکرایا ـــــ!

صبح ظفر کے چہرے پر اطمینان کی لکیریں بڑی واضح تھیں
رات اُس نے کوئی سو کاغذ پھاڑنے کے بعد ایک عدد محبت نامہ
تیّار کر ہی لیا تھا — !
اس نے اس خط کو کئی بار پڑھا تھا — اور پھر سینٹ لگا کر وہ لفافہ
ہمّت کر کے چاند کو پکڑا دیا تھا — !
گو ایسا کرتے وقت اس کا جسم پسینے سے نہا گیا تھا — مگر آج تو اس
نے اظہار ضرور کرنا تھا چاہے اس کی جان چلی جاتی — !"
پھر موقع نکل جاتا — !
اور وہ بڑا خوش تھا — کیونکہ ابھی ابھی اس نے چاند کو دیکھا تھا.
اس کا رویہ معمول کے مطابق تھا — !
— وہ اسی طرح مسکرا رہی تھی — !
وہی کہکشاں کی لڑی — !

وہ چال میں شوخی ـــــ!"
آنکھوں میں خمـــار ـــ!"
کمرے میں بیٹھا وہ آپ ہی آپ بڑبڑا رہا تھا
"تو گویا اسے بھی عشق ہو گیا ہے ـــ؟"
تھوڑی دیر میں وہ جانے والی تھی اُسے خیال آیا کہ اس کی محبوبہ جا رہی ہے ـــــ ابھی تو دل کو جدائی کے غم میں نڈھال بھی ہونا ہے "
وہ تو بعد کی باتیں ہیں ـــــ اس وقت تو اسے نتیجہ کا انتظار تھا
اس کے لبوں پر ایک گیت اُبھرا ـــ
رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو ـــ!"
"انشاءاللہ ـــــ!"
ـــــ وہ بڑے اطمینان سے باہر نکلا
"خالہ کے لئے ڈانڈی منگوا دیجئے ـــــ!"
ـــــ چاند دہقانی لباس پہنے ہوئی تھی ـــــ!
ظفر نے فوراً بالو کو ڈانڈی کے لئے بھیج دیا
اس کی نظریں جھکی جھکی تھیں ـــــ جیسے چوتھی کی دلہن ـــ!
چاند معمول کے مطابق باتیں کر رہی تھی ـــ!
"ڈانڈی آ گئی ـــــ
خالہ دعائیں دیتی ہوئی ڈانڈی میں براجمان ہو گئیں ـــ!
بالو کو انہوں نے دس روپے دیئے ـــــ جس سے اس کی بتیسی اور

باہر نکل آئی ـــ!

قلی سامان لینے آ گئے ـــ

ـــ ایک لڑکی تھی اور ایک پہاڑیا ـــ!"

سلمان نے دیکھا ـــ وہی قلی لڑکی تھی ـــ!

وہ بہت دُبلی ہو گئی تھی ـــ جیسے بیمار ہو"

"تم ـــ"

ـــ سلمان نے پوچھا

"ہاں بابوجی ـــ آئندہ کبھی اسپتال آنا ہو تو وہاں ملاقات ہوگی۔"

"تم بیمار ہو ـــ"

ـــ سلمان نے پوچھا

"بہت ـــ!"

"پھر سامان کیوں اُٹھا رہی ہو ـــ؟"

"پیٹ کی خاطر بابوجی ـــ"

"کتنے رنگ بدلے تھے اُس نے ـــ"

قلی سامان اُٹھا کر لے گئے ـــ اب لڑکی کی کمر میں لچک نہیں رہی تھی ـــ بلکہ ہانپ رہی تھی ـــ!

چاند حسب معمول باتیں کرتی جا رہی تھی ـــ!

ظفر کو اپنے خط کا مضمون یاد آ رہا تھا

چاند ڈیئر ـــ!"

کئی دن سے سوچ رہا تھا کہ تم سے کہہ دوں ـــ کہہ دوں
ـــ کہہ دوں ـــ!"
مگر کہہ نہ سکا
بات یہ ہے کہ ـــ
بات یہ ہے کہ میں تم سے زبردست محبت کرنے لگا ہوں مجھے
عشق ہو گیا ہے ـــ بے پناہ ـــ مجھے ٹھکرا نہ دینا
ورنہ میں مر جاؤں گا ـــ!"
پیاسا ـــ بھوکا ـــ ترستا ہوا ـــ میرے لبوں
پر آخری دم بھی تمہارا نام ہو گا ـــ!
چاند تم ـــ واقعی چاند ہو ـــ"
میں تم تک پہنچ تو گیا ہوں ـــ میں تمہیں جیت
لوں گا ـــ میں اپالو آخرم ہوں ـــ میں تمہیں
جیت ہی لوں گا ـــ!
ظفر

اس خط کا ردِ عمل دیکھنے کے لئے اس نے چاند کی باتیں چھیڑ دیں۔
کہنے لگا ـــ!
" امریکہ ایک دن چاند کو آباد کر دے گا "
" آپ کا وہم ہے ظفر صاحب ـــ چاند چمکتا رہے گا "
ـــ چاند بولی

"جی ہاں — خدا کرے"

— ظفر نے کہا

"اس کی روشنی سے تو دُنیا قائم ہے —"

— سلمان آہستہ سے بولا

"چاند بھی کیا ہے —؟

— ظفر بڑے انداز سے بولا

"تمہارا ماموں —!"

— سلمان ہنس کر بولا

تینوں ہنس دیئے

ظفر سوچنے لگا

"میری محبت ضرور کامیاب ہوگی — میں نے تو محبت کے معاملے میں اوور ٹائم بھی لگایا ہے —!

پھر ناکامی کیسی —؟

بس اسٹینڈ پر خاصی رونق تھی — لوگ واپس جارہے تھے —!

بس چلنے میں تھوڑا وقت رہ گیا تو ظفر بیتاب ہوگیا —

ابھی تک چاند نے خط کا جواب نہیں دیا —!

اس نے چاند کی طرف دیکھا

وہ کہہ رہی تھی —!

"میرا ذہن اس وادی میں گھومتا رہے گا — یہاں کے مرغزار — یہ بلند و

بالا پہاڑ ___ گہری نیلی جھیلیں ___ نرم ریشمی گھاس ___!

___ چھوٹے چھوٹے چشموں ___ آبشاروں اور دریاؤں کا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی ___!

یہ دیودار اور چیڑ کے درخت ___ خوبصورت پرندے ___!

پھولوں سے ڈھکی ہوئی جنّت نگاہ وادیاں ___!

آسمانوں کو چھوتے ہوئے گھنے گھنے جنگل ___!

بلند قامت پہاڑوں کی اوٹ سے سورج کا طلوع ہونا اور پھر سورج کی کرنوں کی لو ساری وادی پر پھیل جانا ___!

مجھے بے حد یاد آئے گا ___

___ چاند کی آنکھوں میں نمی آگئی

اور اس نمی کو ظفر نے اپنی محبت کا اثر ہی سمجھا ___!

اس کا دل تڑپنے لگا ___ میری چاند اپنی محبت کے ریشمیں آنچل کے سائے میں میری بھی زندگی حسین کر دو نا ___!

"بیٹا ___ کراچی کب آؤ گے ___"

___ خالہ بولیں

"کوشش کریں گے ___؟

___ سلمان آہستہ سے بولا

بس نے ہارن دیا۔

اور ظفر کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا ___ وہ چاند کے قریب

ہوگیا۔

"میرے خط کا جواب — ؟"

— بڑی ہمت سے اس نے کہا۔

"جی —— خط کا جواب — ؟"

وہ زور سے بولی —!

ظفر کا چہرہ پیلا پڑگیا

"یہ بات بھلا زور سے کہنے کی تھی —— !

اس نے گھبرا کر سلمان کی طرف دیکھا —— جو پہلے ہی اپنے چہرے پر زردی بکھیرے کھڑا تھا —!

"ہاں یہ لیجئے ——"

—— چاند نے پرس سے دو لفافے نکالے

دونوں ہی لرز گئے —— اور سٹپٹائی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے — !

"یہ لیجئے ظفر صاحب — آپ کے خط کا جواب — اور یہ لیجئے۔ سلمان صاحب آپکے خط کا جواب —!"

—— وہ لاپرواہی سے بولی

دونوں کے کانپتے ہاتھ ایک ساتھ بڑھے — اور —— لفافے تھام لئے —!

"کیسا ہے بیٹے —— ؟"

ـــ خالہ نے پوچھا

" میں نے دونوں کا شکریہ ادا کیا ہے خالہ ـــ!"

چاند ہنس کر کہنے لگی ـــ!

" میری طرف سے بھی کر دینا تھا ـــ"

ـــ خالہ چھینک روک کر بولیں

" سب کر دیا ـــ!"

ـــ چاند ہنسی

بس اسٹارٹ ہو چکی تھی ـــ

چاند زور سے بولی

" خدا حافظ ـــ!"

ـــ مگر وہ دونوں تو بالکل سُن ہو گئے تھے ـــ!

بس چلی گئی

چاند جا چکی تھی ـــ

اور وہ دونوں ابھی تک منجمد ہوئے کھڑے تھے ـــ!

" جیسے زمین کے ساتھ چپک گئے ہوں ـــ!"

" سلمان ـــ؟

ـــ کافی دیر بعد ظفر بولا

" کیا ہے ـــ؟

ـــ سلمان کی آواز میں ندامت تھی ـــ!

"تم نے بھی اسے خط لکھا تھا۔!"

"غلطی ہوگئی یار ــــ!"

ــــ سلمان شرمندگی سے بولا

"تم نے عہد توڑ دیا نا ــــ!"

ــــ ظفر روہانسا ہو رہا تھا ــــ!

"کہہ دیا نا غلطی ہوگئی معاف کردو ــــ"

"آئندہ تو نہیں ہوگی"

"بالکل نہیں ــــ"

"وعدہ ــــ!"

"وعدہ یار ــــ!"

ظفر نے اطمینان کا سانس لیا ــــ!

"ظفر ــــ"

ــــ سلمان کے چہرے کی رگیں تن گئیں

"کیا ہے ــــ"

"تم نے بھی تو خط لکھا تھا ــــ!

"ہاں ــــ"

ظفر ڈرا ڈرا سا بولا

"کیوں ــــ؟"

"یونہی ــــ!"

"یوں ہی کیوں ۔۔۔؟"
"غلطی ہو گئی ۔۔۔!"
"غلطی کیوں ہوئی ۔۔۔!"
"بندہ بشر ہوں یار ۔۔۔"
"پھر ۔۔۔!"
"پھر یہ کہ توبہ ۔۔۔!"
۔۔۔ ظفر نے کان پکڑ لئے
"پکّی توبہ ۔۔۔!"
"بالکل پکّی ۔۔۔!"
"آئندہ تو نہیں ہوگی غلطی ۔۔۔؟"
"تمہاری قسم ہے ۔۔۔"
دونوں نے پھر ہاتھ ملایا ۔۔۔!
شرمندہ شرمندہ سے وہ ایک ہوٹل میں آبیٹھے ۔۔۔!
"اپنا خط دکھاؤ ۔۔۔"
چائے کا آرڈر دیکر ظفر بولا
"کیوں ۔۔۔؟"
"دیکھوں تو تمہارے خط کا مس چاند نے کیا جواب دیا ہے ۔۔۔"
"یہ غلط ہے ۔۔۔!"
سلمان خوش فہمی میں تھا

" دکھاؤ بیٹا ۔۔۔ !
" تم اپنا جواب دکھاؤ ۔۔۔ !"
" وہ کیوں ۔۔۔ !"
" تو پھر میرا خط کیوں دیکھتے ہو ۔"

دونوں اپنی اپنی جگہ مسرور تھے کہ چاند نے محبت نامہ لکھا ہوگا ۔۔۔ اور اسی لئے دونوں ڈر رہے تھے کہ اگر راز فاش ہوگیا تو کیا ہوگا ۔۔۔۔ وہ ۔۔۔ دونوں ہی ایک دوسرے کو یوں دیکھ رہے تھے ۔۔۔ جیسے وِلن ہیرو کو دیکھتا ہے ۔۔۔ !"

" یہ تو پھر لڑائی والی بات ہے ۔۔۔ !"
۔۔۔ ظفر بولا
" کیوں ۔۔۔ ؟
" تم جواب جو نہیں دکھاتے ۔۔۔"
" اور تم ۔۔۔ !"
سلمان بولا

" ایسا کرتے ہیں دونوں ٹاس کر لیتے ہیں ۔۔۔ جو خط پہلے ہاتھ آگیا اُسے پڑھا جائے گا ۔۔۔ !"

ظفر دھڑکتے دل سے کہنے لگا ۔۔۔ !
" ٹھیک ہے ۔۔۔ !"
۔۔۔ سلمان کا حلق خشک ہونے لگا ۔۔۔ !

دونوں نے لفافے میز پر رکھ دیئے
ظفر نے آنکھیں بند کر لیں
سلمان نے تین چار بار لفافوں کو بدلا ــــ
"لو اب اٹھا لو ــــ!"
ظفر نے ایک لفافہ اٹھایا۔
لفافہ سلمان کا تھا ــــ سلمان کا رنگ پیلا ہو گیا ــــ کہنے لگا ــــ!
"تم اپنا بھی پڑھواؤ گے نا ــــ؟"
"وہ بعد کی بات ہے ــــ!"
ــــ ظفر کو خط کھولنے کی جلدی تھی ــــ!
ظفر نے خط کھولا ــــ ڈر اس کو بھی تھا ــــ کہ کہیں چاند نے سلمان کو ہی پسند نہ کر لیا ہو"
اور سلمان کی حالت تو بہت خراب ہو رہی تھی ــــ!
ظفر نے آواز کے ساتھ خط پڑھا ــــ!
سلمان صاحب ــــ!
آپ کا خط ملا ــــ!
مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ نے مجھے غلط سمجھا ــــــــ اور بہت غلط سمجھا ــــ
مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی ــــ

آپکی مہربانیوں کا شکریہ ۔۔۔! میرے دل میں کوئی ایسا خیال نہیں ۔۔۔ معاف فرمایئے گا ۔۔۔!"

سلمان کا منہ لٹک گیا ۔۔۔ اور ظفر کی آنکھیں چمک اُٹھیں ۔۔۔!

"مبارک ہو ظفر"

۔۔۔ سلمان مری ہوئی آواز میں بولا

"کس بات کی ۔۔۔؟

ظفر کا چہرہ خوشی سے سُرخ ہوا جارہا تھا ۔۔۔

"وہ ۔۔۔ وہ ۔۔۔"

"چھوڑو یار ایسا ہوتا ہی رہتا ہے"

۔۔۔ ظفر نے اسے تسلّی دی

"مگر تم اب تو اپنا خط دکھا دو ۔۔۔"

۔۔۔ سلمان دکھی لہجے میں بولا

ظفر نے خط کھولا

"اسے میں پڑھوں گا ۔۔۔"

۔۔۔ سلمان بولا

"لو ۔۔۔!"

ظفر نے فراخدلی سے خط اس کے حوالے کر دیا

سلمان نے مری آواز میں خط پڑھنا شروع کیا مگر جوں جوں وہ مضمون

پڑھتا جارہا تھا ۔۔۔ اس کی آنکھوں کی چمک بڑھتی جارہی تھی ۔ !

بڑے فخر سے بولا

" لو سنو ۔۔ !"

ظفر صاحب ۔ !

ظفر کی آنکھیں بند ہوئی جارہی تھیں ۔۔۔ وہ باتیں جو ابھی وہ سُننے والا تھا ۔ اس کا سحر ابھی سے اس کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا ۔ !

" سُنو یار ۔۔۔ !"

سلمان بولا

" لکھا ہے ۔"

ظفر صاحب ۔ !

جو کچھ آپ نے لکھا ہے ۔۔۔ اس کی توقع نہ تھی ۔ حیرت ہے آپ دونوں کی سوچ پر ۔۔

خیر ۔۔ مختصر یہ کہ ۔۔

۔۔۔ میرے دل میں کوئی ایسا خیال نہیں ۔۔" اور آپ بھی اپنے دل سے یہ خیال نکال دیجیے ۔۔۔ تو آپ کی صحت کے لئے اچھا ہے ۔۔"

معذرت خواہ ہوں ۔۔۔ !

چاند ۔

" اوہ ۔۔۔ !"

ـــــ ظفر شرمندہ سا بولا

دونوں پہلے آہستہ آہستہ ہنسے پھر زور سے قہقہہ لگایا ــــ!

" دیکھ لیا بیٹا ــــ"

ـــــ سلمان بولا

" ایک بار پھر شکست ــــ"

ظفر ہارے ہوئے جواری کی طرح بولا

" کہا تھا نا عورت ذات سے بچو ــــ"

" واقعی یار ــــ!"

" تو پھر کیا ارادہ ہے ــــ!"

" پہلے والا ــــ"

" آ گئے نا اپنی جگہ پر ــــ!"

" بالکل ــــ"

ـــــ ظفر شکست خوردہ سی ہنسی ہنسا ــــ"

" تو پھر ــــ؟"

" بس ٹھیک ہے ــــ!"

" آئندہ ــــ؟"

ـــــ ظفر نے غور سے اس کے چہرے کو تکا

" توبہ ــــ"

ـــــ سلمان نے کانوں کو ہاتھ لگایا

"ایک بار پھر بہک گئے تھے ہم دونوں — !"

— ظفر بولا

"اب نہیں بہکیں گے —"

کافی دیر دونوں اپنے عہد ٹوٹنے کا ماتم کرتے رہے — !

بظاہر تو دونوں باتیں کر رہے تھے — مگر — دل میں جلنے کیا تھا — ؟

❖

ہاتو چائے میز پر رکھ گیا ـــ!

سلمان کہیں باہر گیا ہوا تھا ـــ!

ظفر نے سامنے والی کھڑکی بند کی ـــ اپنا کوٹ ہینگر میں لٹکایا اور کرسی پر بیٹھ کر چائے بنانے لگا ـــ

باہر ہوا چیخ رہی تھی

پہاڑ اداس ہو گیا تھا

لوگ چلے گئے تھے اور رونق بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے ـــ اب تو خنک خنک جسم کو چیرتی ہوئی ہوائیں تھیں ـــ اور ـــ

حسین یادیں ـــ!

آہیں تھیں ـــ!

اداسی تھی ـــ!

کسک ـــ!

جلن اور تڑپ ــــ!

ظفر کو چاند کے عشق کا بخار ہر وقت ایک سو چار ڈگری رہنے لگا تھا ـ!

اسے اپنا وجود تشنہ سا لگتا ــــ!

چاند کا خیال آتے ہی بیتے دنوں کی قندیلیں روشن ہو جاتیں ــــ!

یادوں کے کارواں دل کے بند دریچوں کو کھٹکھٹانے لگتے ــــ کتنے ہی بے نام زخموں کا احساس ہونے لگتا ــــ آس پاس انگارے دہک اٹھتے! اور اس کا وجود جھلسنے لگتا ــــ!

" چاند ــــ!

ــــ اس کے ہونٹ لرزے

" مجھے لگتا ہے جیسے ابھی ابھی تم میرے پاس سے گزری ہو، جیسے ساری فضا تمہارے حسین وجود کی خوشبو سے مہکی مہکی سی ہے ـ

تمہاری آواز ــــ

ایک دلکش نغمہ ہے ــــ!

کہتے ہیں وقت سب سے بڑا چارہ گر ہے ــــ!

" تمہیں گئے ہوئے دو ماہ گزر چکے ہیں ـ

لیکن ــــ

میرے خواب اب بھی تمہاری دلکش وجود سے سجے ہوئے ہیں ـ!

اب بھی بیتے دنوں کی قندیلیں میری تنہائیوں کو روشن کرتی ہیں ــــ!

اب بھی تمہاری یادوں کے سائے میرے ساتھ ساتھ ہیں ــــ یہاں

پر اب بھی تمہاری محبت کی مہک ہے ۔۔!

کیوں ۔۔؟

کیوں ۔؟

یہ گردشیں ۔۔!

یہ حسین ماحول ۔۔ !

ایک چھوٹا سا سفید بنگلہ ۔۔!

۔۔۔ سب ہی تو تمہاری یادوں میں کھوئے ہوئے ہیں

" میں پاگل ہو جاؤں گا ۔۔!

۔۔۔ چاند ۔۔۔ !

" میں تم سے دُور نہیں رہ سکتا ۔۔ !

میں آرہا ہوں ۔۔۔ !

میں آرہا ہوں ۔۔۔ !

میں چاند تک ضرور پہنچوں گا ۔۔۔ !

ضرور ۔۔۔ !

جلدی جلدی اُس نے اپنے تبادلے کے لئے درخواست لکھی اور میڈیکل سرٹیفکیٹ کے لئے ڈاکٹر کے پاس چل دیا ۔۔۔ یہاں کی ہوا میری صحت کے لئے مضر ہے

" بالکل ۔۔۔ اُس کے قدم تیز سے تیز ہوتے چلے جا رہے تھے ۔۔!

٭

چاند جب سے واپس آئی تھی۔ کچھ مضمحل سی تھی۔ سارے ہی گھر والوں نے اس سے پوچھا۔ مگر وہ کیا جواب دے سکتی تھی۔ اُسے تو خود پتہ نہ تھا وہ کیوں اُداس ہے۔!

اس روز اسے ایک پارٹی میں جانا تھا

اس کی امی بیگم رحمٰن تیار ہو کر آئیں تو وہ یُوں ہی بیٹھی تھی

"چاند۔!"

۔ وہ بیٹی کو حیرت سے دیکھ کر بولیں

"جی امی۔!"

۔ وہ خیالوں سے چونکی۔!

"تیار نہیں ہوئیں تم۔؟

"میں نہیں جاؤں گی امی۔!"

"چلو۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ میں دیکھ رہی ہوں جب سے تم

پہاڑ سے واپس آئی ہو ـــ کچھ کچھ بدلی بدلی ہو ــ"

ـــ بیگم رحمٰن بیٹی کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولیں

"نہیں امی ـ ایسی تو کوئی بات نہیں ـــ آپ کا وہم ہے ـ"

"تو پھر چلو ـــ پارٹی پر تمہاری سہیلیاں بھی ہوں گی ـــ طبیعت بہل جائے گی ـــ !"

"اچھا امی ـــ آپ چلئے میں تیار ہو کر آتی ہوں ـــ"

ـــ وہ بادل نخواستہ بولی

بے دلی سے اس نے کپڑے نکالے

اسے خود حیرت تھی کہ اسے کیا ہوتا جا رہا ہے ـــ وہ جو رونق لگانے کے لئے خود ایسی پارٹیوں کا اہتمام کیا کرتی تھی ـــ آج ہنگاموں سے بیزار کیوں ہو گئی ہے ـــ !

وہ تو سدا سے رنگوں سے پیار کرنے والی لڑکی تھی ـــ روشنیوں کے غبار اسے بہت اچھے لگا کرتے ـــ

مگر اب ـــ !

وہ جانے کیا کیا الا بلا سوچا کرتی ـــ سوچ کا کوئی ایک مقام ہوتا تو شاید اسے سکون مل جاتا ـــ !

مگر اس کی سوچ بھی تو بھٹک رہی تھی

دو چہرے اس کے سکون میں ہلچل مچائے ہوئے تھے ـــ !

وہ چہرے تھے ـــ !

___ سلمان اور ظفر کے ___ !

کبھی کبھی اسے سلمان کے سنجیدہ سے چہرے کا خیال آتا ___ اس کی جھکی جھکی نظریں کوئی پیغام دیتی ہوئی لگتیں ___ !

اور کبھی ___ !

ظفر کا شوخی میں بسا ہوا سراپا اس کے خیالوں کا مرکز ہوتا ___ کیا ___ کیا ___ میں ہمیشہ ان دو سایوں میں اُلجھی رہونگی ___ !"

آئینے میں اپنے بال سنوارتے ہوئے وہ اپنے آپ سے سوال کرنے لگی اس کا جواب اس کے اپنے پاس بھی نہ تھا

وہ اندر اپنی سوچوں میں اُلجھی ہوئی تھی

اور باہر

بیگم رحمٰن اپنی بہن سے کہہ رہی تھیں ___ !

" چاند اداس رہتی اَب ___ ؟"

خالہ چھینک روکتے ہوئے بولیں

" اب جوان ہو گئی ہے ___ شادی کردو اس کی مگر کوئی لڑکا بھی تو ملے ڈھنگ کا ___ !"

لڑکے تو دونوں مجھے پسند ہیں ___ "

" کون ___ ؟

بیگم رحمٰن نے پوچھا

" سلمان اور ظفر ___ "

"اچھا — !"

— بیگم رحمٰن بولیں

"چاند سے پوچھ لو — دونوں نہایت شریف خوبصورت اور مہذب لڑکے ہیں — ایک ہی جگہ کام کرتے ہیں"

"یہ تو اب چاند کی مرضی پر ہے — !"

— بیگم رحمٰن بولیں

"ہاں اس سے پوچھ لو"

"مگر ان کی طرف سے پیغام بھی آئے تب — !"

— بیگم رحمٰن بولیں

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو — میں انہیں کراچی بلا لوں گی تم بھی دیکھ لینا — اپنے اختر کے کلاس فیلو ہیں —"

"ہاں یہ تو میں جانتی ہوں —"

چاند تیار ہو کر باہر نکل آئی

تو خالہ بولیں

"بیٹی — سلمان یا ظفر کا کوئی خط آیا — ؟"

"نہیں خالہ — !"

— چاند ان کے ذکر سے پریشان سی ہو گئی

"اچھا اچھا — !"

— خالہ مسکرانے لگیں — ! تو چاند کی پریشانی بڑھ گئی

"چلئے امی — !"

— وہ اپنی گھبراہٹ چھپاتے ہوئے بولی

"چلو —"

دونوں گاڑی میں بیٹھ کر پارٹی پر چلی گئیں — اور خالہ اختر سے سلمان اور ظفر کی تعریف میں قصیدے پڑھنے لگیں — !"

ظفر کے ہاتھ میں تبادلے کے آرڈر تھے اور وہ خوشی میں شاد و سرشار تقریباً دوڑتا ہوا گھر پہنچا ـــ لان میں گزرنے کے بعد برآمدے میں سامنے سے آتے ہوئے ہاتو سے وہ تقریباً ٹکرا سا گیا۔

"او ـــ ہاتو ـــ تم ـــ"

"جی ـــ ہاں ـــ جی ـــ"

"چوٹ تو نہیں لگی ـــ ؟"

"نہیں صاحب جی ـــ مگر تسی نس کے کیوں آندی سی ـــ ؟

ـــ ہاتو نے معصومیت سے پوچھا

ظفر کھلکھلا کر ہنس دیا

"او ـــ ہاتو ـــ آج میں بہت خوش ہوندا سیں ـــ"

ـــ اس نے ہاتو کی نقل اتارتے ہوئے کہا

"اچھا صاحب ـــ"

"ہاں — تم بھاگ کر جاؤ — اور ایک گرما گرم کپ چائے لے آؤ —"

"ابھی لاتا ہوں صاحب —"

— یہ کہہ کر ہاتو باورچی خانہ کی طرف چل دیا

اور —

ظفر اپنے تصورات کی دنیا میں کھو گیا — اسے ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے دونوں جہاں کی خوشیاں خداوند حقیقی نے اسے عطا کر دی ہوں —

جیسے تمام کائنات اس کی خوشی میں شامل ہو کر جھومنے لگی ہو — جیسے لان کا ایک ایک پھول — ایک ایک پودا — کوٹھی کی زمین کا ایک ایک ذرّہ اس کے دل کی مانند پکار رہا ہو — !

چاند — !

چاند — !

اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے —

چاند اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ بیتابی سے اسکی منتظر ہو —

صرف —

— اسکی منتظر — !

"ہاتو — ایک پیالی چائے — میرے لئے بھی لاؤ —"

اس نے چونک کر دیکھا

— سامنے سلمان کھڑا تھا — جو نیاپائی پر اس کے لئے چائے رکھتے ہوئے ہاتو کو کہہ رہا تھا —"

"او — سلمان — تم — تم کب آئے — ؟"

"بس ابھی ابھی آیا ہوں —"

— سلمان مسکرا دیا

سلمان کی معصوم سی مسکراہٹ دیکھ کر جانے کیوں اس کا دل پسیج سا گیا اُس نے سوچا —

بچارے سلمان کو کیا معلوم — کہ وہ عنقریب اسے چھوڑ کر اپنی چاند کے پاس جا رہا ہے — !

اور پھر اسے ندامت کا سا احساس ہونے لگا — جیسے اس نے سلمان سے دغا کیا ہو —

اس کے حق پر ڈاکہ ڈالا ہو — !"

"سلمان — میں کراچی جا رہا ہوں —"

— اُس نے آہستگی سے کہا

"اُوہ — !"

"ہاں — سلمان — میرا تبادلہ کراچی ہو گیا ہے —"

"مجھے معلوم ہے —"

— سلمان ٹھہرے ٹھہرے لہجہ میں بولا

"اچھا — مگر کیسے —"

— ظفر چونک سا گیا

"دفتر سے پتہ چلا ہے —"

"دیکھونا سلمان ــــ میں کچھ بور سا ہو چلا تھا ــــــ یہاں رہتے رہتے۔"

"کیوں ـــ؟

"تم غلط نہ سمجھو سلمان ــــ یہ نہیں ــــ کہ تمہاری عزیز رفاقت سے اکتا گیا تھا ــــ بلکہ ــــ بلکہ ــــ تم تو جانتے ہی ہو ــــ کہ یکسانیت میری طبیعت کو موافق نہیں آتی ــــ ایک چیز جو مجھے آج عزیز ہے ــــ ضروری نہیں کہ وہ کل بھی اچھی لگے ــــ اب اپنے یا تو ہی کو لو ــــ شروع شروع میں اس کی بے ڈھنگی زبان مجھے بے حد بھاتی تھی ــــ مگر اب ایکدم بور کرتی ہے اور کبھی کبھار تو اس کی اوٹ پٹانگ گفتگو اور عجیب و غریب منطق پر اُسے ایک جھانپڑ مارنے کو دل چاہتا ہے ــــ مگر ــــ سلمان بخدا مجھے تم سے بچھڑنے پر دلی رنج ہوگا ــــ!"

تم مجھے بہت یاد آؤ گے ــــ!"

"ہوں ــــ"

سلمان گہری سنجیدگی سے بولا

"سلمان ــــ میں تمہیں ہر ہفتہ ایک خط لکھا کروں گا ــــ وعدہ رہا ــــ بخدا وعدہ رہا ــــ اب کی دفعہ ہرگز کوتاہی نہ کروں گا ــــ"

"کراچی کہاں قیام کرو گے ــــ"

ــــ سلمان نے اچانک سوال کردیا ــــ جیسے سُن کر ظفر چونک سا گیا اسے اپنے دل کا چور پکڑا جاتا معلوم ہوا ــــ!"

"کراچی میں ــــــ کراچی میں ــــــ یار کہیں بھی

ٹھہر جاؤں گا ۔۔۔ کئی ہوٹل ہیں ۔۔۔ ریسٹ ہاؤس ہیں ۔۔۔"

"اختر اور چاند بھی تو ہیں ۔۔۔"

۔۔۔ سلمان نے طنزیہ انداز میں کہا

ظفر پہ جیسے گھڑوں اوس پڑ گئی ہو

" ارے ہاں ۔۔۔ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا ۔۔۔ اختر شائد مجھے کہیں اور نہ ٹھہرنے دے ۔"

"اور چاند ۔۔۔!"

۔۔۔ سلمان اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا

" اُسے بھلا ۔۔۔ مجھ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ۔۔۔!"

" وثوق سے کہہ رہے ہو ۔۔۔"

" بالکل ۔۔۔ اور ۔۔۔ اور اب مجھے اس کی چنداں پرواہ نہیں ۔۔۔"

ظفر کو اپنی آواز دور سے آتی سنائی دی

۔۔۔ اور پھر سلمان کی نظریں بھی اس پر لا اعتمادی کی چغلی کھا رہی تھیں ۔ وہ بوکھلا سا گیا ۔۔۔!

" یقیناً ۔۔۔ تم کو یقین نہیں ۔۔۔ میں سچ سچ کہہ رہا ہوں ۔۔۔ میں اُس خودسر لڑکی سے اب کوئی واسطہ رکھنا نہیں چاہتا ۔۔۔ دیکھو نا ۔۔۔ آخر میری بھی کوئی اَنا ہے ۔۔۔ اور پھر بڑے بھی شائد ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ آزمودہ را آزمودن جہل است ۔۔ لاحول ولا قوۃ ۔۔۔ بھلا مجھے کیا پڑی ہے کہ اپنا وقت برباد کرتا پھروں۔"

ظفر بولتے بولتے رُک گیا ۔۔۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سلمان کو

ذرہ بھر بھی قائل نہ کر سکا ہو —

— جیسے اپنے اس جھوٹ پر وہ خود بھی مطمئن نہ ہو —!

وہ جھلا سا گیا —!

"یہ کم بخت ہاتو ابھی تک چائے کیوں نہیں لایا۔"

"چائے تو تم پی چکے ہو۔"

— سلمان سرد لہجہ میں بولا

"او ہاں — چائے تو میں کب کا پی چکا ہوں — لاحول ولا قوۃ — یہ مجھے کیا ہو گیا — ذہن ٹھیک سے فنکشن نہیں کر رہا —!"

"کراچی میں تمہیں اچھے اچھے معالج مل جائیں گے۔"

— سلمان ایک سوگوار سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے بولا اور ظفر بے بسی سے کھسیانا سا ہو کر دور خلار میں تکنے لگا —!

❖

سلمان بس کے اڈے پر کھڑا سگریٹ کے

بے ربط مرغولے بنا رہا تھا ـــــ دھوئیں سے طرح طرح کے ہیولے بنتے اور ہوا میں تحلیل ہو جاتے ـــــ مگر جس ہیولے کا وہ خواہشمند تھا ـــــ وہ نہ جانے آج کیوں اس کی بساط سے باہر تھا ـــــ!

چاند ـــــ!

کئی راتیں گزر گئیں ـــــ اب تو تمہارے خواب بھی خواب ہو گئے ہیں تمہارا تصور ہی تو میرا متاعِ حیات تھا ـــــ!

تصور تو الگ یہ دھوئیں کا مرغولہ بھی اب میرا ساتھ نہیں دیتا"

کنڈکٹر نے وسل دی ـــــ اور نظر جو لیبو بیڑی میں گیا ہوا تھا ـــــ باہر نکل آیا ـــــ!

بس سرکنے لگی ـــــ!

" اچھا ـــــ سلمان خدا حافظ ـــــ"

ــــ ظفر مسکرایا
اس کی آنکھوں سے خلوص چھلک رہا تھا ـــ!

اور
سلمان کے ہونٹوں پر ایک سوگوار سی مسکراہٹ پھیل گئی
" خدا حافظ ــ"
آہستگی سے اُس کے لب ہلے
پھر معاً اُسے کسی بات کا خیال آیا ــــ اور اس نے بھاگ کر اپنے ہاتھ میں
دبا ہوا پیکیٹ ظفر کے ہاتھ میں تھما دیا ـــ!
" ظفر ــــ یہ چاند کو دے دینا "
بس ظفر کو اس کی آنکھوں سے دور لے گئی تھی ـــــ جس کی وجہ سے وہ
ظفر کی پیشانی پر گہری ہوتی ہوئی سلوٹوں کا مفہوم نہ پڑھ پایا تھا ــــ!
اچانک اسے یوں محسوس ہوا
" جیسے وہ بہت تھک گیا ہو ـــ!
ــــ تھک گیا ہو ـــ!
بس اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو چکی تھی ـــــ اور اب ــــ وہ کولتار کی
خالی سڑک کو گھورتا ہوا نہ جانے کیا تلاش کر رہا تھا ـــ!
لیکن خاموش سڑک اس کی متلاشی نگاہوں کا مداوہ نہ بن سکی ـ!
چاند جب گئی تھی ــــ تو وہ یوں اُداس نہ ہوا تھا ـــ!
مگر ــ

اب جب ظفر گیا ۔۔۔ تو چاند کی کمی کو شدید تر ہو گیا

وہ

ایک دم اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگا ۔۔ !

جیسے یہ پُر فضا مقام اور یہاں کی ہر شئے پھیکی پھیکی سی ہو گئی ہو ۔۔۔

بالکل ایک بے جان لاش کی مانند ۔۔۔۔ جس سے اس کی رُوح بیوفائی

کر گئی ہو ۔۔ !

" بابو ۔۔۔ !"

وہ چونک گیا ۔۔۔۔ سامنے وہی مزدور لڑکی کھڑی تھی ۔۔ !

" بابو ۔۔ کیا بات ہے ۔۔۔ یوں لگتا ہے ۔۔۔ جیسے لُٹ گئے ہو"

۔۔۔۔ شدتِ غم سے اس نے اپنی آنکھیں موند لیں

" جاؤ چلی جاؤ ۔۔۔ !"

۔۔۔۔ اس نے بے چارگی سے کہا ۔۔۔

" جانے تو یہاں سب ہی ہیں بابو ۔۔۔ کوئی آگے چلا جانے کے لئے اور کوئی

واپس جانے کے لئے ۔۔۔ مگر تم ۔۔"

اس کی آواز بھرا گئی ۔۔ !

اور وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر تقریباً بھاگتی ہوئی اس کی نگاہوں سے

دور ہو گئی ۔۔ !

❖

سفر کی غیر معمولی طوالت۔۔۔ ظفر جیسے لاابالی انسان کے لئے جان لیوا تھی کبھی کبھار تو اس کا دل چاہتا کہ وہ چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دے۔

اللہ اللہ کر کے وہ حیدر آباد تک تو پہنچ گیا تھا۔۔۔ مگر حیدر آباد کے بعد کا سفر اسے بے حد کھل رہا تھا۔۔۔ گاڑی کوٹڑی کے ریلوے اسٹیشن پر رکی۔ تو بس رکی ہی رہی۔۔۔!

"لاحول ولا قوۃ۔۔۔"

اس نے سوچا

"پی ڈبلیو آر کو چاہئے کہ وہ اپنے ماہرین کو گرد و پیش کی سیر کے لئے ضرور ایک دفعہ بھجوائے۔۔۔ بھلا کوٹڑی بھی کوئی ایسا اسٹیشن ہے۔۔۔ جہاں گاڑی حیدر آباد کے اسٹیشن سے بھی زیادہ دیر کے لئے ٹھہرے

اس نے سوچا کہ کتنا اچھا ہوتا اگر وہ گاڑی کی بجائے پلین سے آجاتا زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ ایک ہفتہ کی تنخواہ کو خیر باد کہنا پڑتا۔۔۔ مگر وہ اس

بور نگ سفر سے تو نجات پا جاتا ـــ مگر اچانک ذہنی کشمکش کے اس الجھاؤ کو ایک حسین سے تصوّر نے سنوار دیا ـــ

چاند ـــ

خوبصورت اور دلفریب شخصیت کی مالک ـــ !

عمر خیام کی رباعی کی طرح رومان انگیز ـــ !

کسی مصوّر کے اچھوتے تصوّر کی طـرح تازہ ـــ

اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت اس کی منتظر ہوگی ـــ اسٹیشن پر آنے سے پہلے اس نے کتنا اہتمام کیا ہوگا ـــ !

میک اَپ میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہوگی ـــ !

لباس کا حسین انتخاب جو ہمیشہ اس کی شخصیت کو دوبالا کرتا ہے اس میں اس نے کتنا وقت صرف کیا ہوگا

بار ہا آئینے کے سامنے مختلف زاویئے بدل بدل کر اپنا آپ سنوارا ہوگا۔

چاند ـــ او چاند "

"یہ کمبخت گاڑی کراچی کب پہنچے گی ـــ ؟"

وہ بڑبڑایا ـــ !

"ہم کراچی کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں "

پاس بیٹھے ہوئے مسافر نے اس کی بڑبڑاہٹ کا جواب دیا

" اوہ "

ـــ وہ چونک گیا

واقعی گاڑی کراچی کی حدود میں داخل ہو چکی تھی ——— ڈرگ روڈ کا اسٹیشن گزر گیا تھا —!

اس کا دل بیتابی سے دھڑکنے لگا —

اس نے آنے سے پہلے اختر کو ٹیلیگرام دے دیا تھا ——— اور اب وہ اور چاند دونوں اسٹیشن پر اُس کے منتظر ہوں گے —!

گاڑی کراچی کینٹ کے اسٹیشن پر رینگ رہی تھی ——— اس کی نگاہیں بے تابی سے اس پیکرِ حُسن کو تلاش کر رہی تھیں ——— طمانیت سے بھرے ہوئے اس روشن چہرے کو تلاش کر رہی تھیں جس کی مسکراہٹ عنقریب اس کو خوش آمدید کہنے والی تھی —

"ظفر —"

اس نے چونک کر دیکھا —!

— سامنے اختر مسکراتا ہوا اُس کی طرف بڑھ رہا تھا —!

"اختر — ہاہا — ارے اختر —"

وہ بھاگتا ہوا اختر کی جانب لپکا — اور پھر وہ دونوں دوست گرمجوشی سے بغلگیر ہو گئے —

"کیوں سفر بورنگ تو نہیں تھا —"

"بہت زیادہ ——— مگر تمہارا مُسکراتا ہوا چہرہ دیکھکر تمام تھکن دُور ہو گئی —"

اور پھر اس نے ادھر اُدھر دیکھ کر کہا

"باقی لوگ کہاں ہیں —؟"

" وہ دیکھو پیچھے چلے آ رہے ہیں "

اس نے اشتیاق بھری نگاہوں سے ایک دم گھوم کر دیکھا۔ مسٹر اور مسز رحمٰن اپنے ملازمین کے ہمراہ چلے آ رہے تھے ۔!

" ارے بیٹا ظفر ۔ کیا حال ہے بیٹا ۔ خیریت سے تو ہے ۔!"

مسز رحمٰن اسی کی بلائیں لے رہی تھیں ۔ مسٹر رحمٰن اس کا کندھا تھپتھپا رہے تھے ۔ مگر اس کی بیقرار نگاہیں جس کی ہستی کی متلاشی تھیں ۔ وہ نہیں تھی ۔ چاند نہیں آئی ۔ اس نے چاہا کہ منہ پھاڑ کر پوچھ لے مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے دل کی بات دل میں ہی رہنے دی

وہ کیوں نہیں آئی ۔!

کیوں نہیں آئی ۔!

" یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اس کو پتہ نہ چلا ہو کہ وہ آ رہا ہے "

گھر کے سب افراد آئے مگر ۔

۔ وہ کیوں نہیں آئی ۔!"

" سلمان کیسا تھا ۔"

۔ اختر اس سے پوچھ رہا تھا

اس نے دیکھا کہ رحمٰن صاحب کی امپالا جسے اختر ڈرائیو کر رہا تھا شہر کی سب سے بڑی سڑک ڈرگ روڈ پر چلی جا رہی تھی ۔

خیالات منتشر تھے ۔

اس کا دماغ ایک عجیب سے خلجان میں مبتلا تھا۔

وہ چونک گیا

"ایں — ہاں — سلمان — وہ ٹھیک تھا — بالکل ٹھیک تھا۔"

"کیا بات ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

اختر نے اس کے بدلے ہوئے رنگ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہے — !"

اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا

"شاید سفر کی تھکان نے نڈھال کر دیا ہے۔"

"گھر چل کر ہاٹ باتھ لینا — طبیعت کھل جائے گی — ساری تھکن جاتی رہے گی — !"

رحمٰن صاحب نے شفقت سے کہا

"اگر تمہاری ٹرین آدھا گھنٹہ لیٹ نہ ہوتی تو ہم شاید وقت پر اسٹیشن بھی نہ پہونچ پاتے۔"

"اچھا — وہ کیوں۔"

"اس لئے کہ گاڑی چاند کو چھوڑنے گئی تھی۔" اختر بولا

"ارے ہاں — میں نے پوچھا نہیں — بس چاند کیسی ہیں —"

بالآخر دل کی بات زبان پر آ ہی گئی — !

"اچھی ہے —" بیگم رحمٰن نے جواب دیا — اسٹیشن پر آ رہی تھی کہ زری کا ٹیلیفون آیا کہ کسی سہیلی کا برتھ ڈے ہے شاید — بس وہیں چلی گئی — !

مسٹر رحمٰن کی وسیع العریض کوٹھی میں پہنچ کر — وہ سیدھا اختر کے ہمراہ ڈرائینگ روم میں چلا گیا— جہاں اس نے سفر کی تھکن دور کرنے کیلئے ایک پیالی چائے پی— !

— اور پھر چند منٹوں کے بعد ہاٹ باتھ لیا — اور پھر وہ بالائی منزل پر اپنے کمرہ میں جو اس کے لئے اختر نے ریزرو کیا تھا—

— جا کر سو گیا —!

جانے وہ کتنی دیر سوتا رہا —

جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ شام کافی گہری ہو چکی تھی — !

اور کمرہ میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا— !

وہ ایک دم بستر سے اٹھ بیٹھا— اس نے کلائی پر بندھی گھڑی کی جانب دیکھا ریڈیم کے چمکتے حروف ساڑھے سات بجا رہے تھے — !

تین چار گھنٹوں کی مسلسل نیند نے اس کے بدن کی تھکاوٹ کو دور

کردیا تھا اس نے ٹٹول کر لائٹ سوئچ تلاش کیا ـــــ اور پھر کمرہ روشنی سے جگمگانے لگا ـــ!

شام کی اس پُر اسرار خاموشی میں ایک آواز دُور سے سُنائی دی ـــ

اسے پہچاننے میں ذرا بھی دقت نہ ہوئی ـــ

ـــ یہ آواز چاند کی تھی ـــــ! جو غالباً کسی سے ٹیلیفون پر گفتگو کر رہی تھی ـــ!

اس نے جلدی سے نائٹ گون پہنا ـــ اور بیتابی سے کمرہ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا ـــ!

نیچے ڈرائینگ رُوم میں چاند کھڑی تھی

آسمانی ساڑھی میں اس کا گلابی بدن غضب ڈھا رہا تھا

وہ اس کی جانب پُشت کئے کھڑی تھی

ظفر کی آنکھوں میں ایک خُمار سا چھانے لگا ـــ!

ـــــ ایک دلفریب مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر جائے وہ سیڑھیاں اُترنے لگا ـــ

اس کے ربڑ کے سلیپرز کی ہلکی ہلکی چاپ سیڑھیوں پر بچھے ہوئے قالین پر اپنے نقش چھوڑتی چلی آ رہی تھی ـــ!

چاند نے اپنی صراحی دار گردن کو خم دیکر ایک نظر دیکھا

اُن غزالی آنکھوں میں کیا تھا

ظفر دل تھام کر رہ گیا ـــــ

" اوہ ۔۔۔ ہیلو ظفر۔"

۔۔۔ وہ گنگنائی ۔۔۔ اور پھر دوسرے ہی لمحہ ٹیلیفون پر گفتگو کا رابطہ قائم کر دیا ۔۔۔

کیا کیا ولولے لے کر ظفر نیچے اُترا تھا

۔۔۔ اُس نے سوچا تھا ۔۔۔ کہ وہ بڑھ کر اس کے گلے نہیں تو کم از کم اس کا ہاتھ ہی تھام لے گی ۔۔۔!

مگر ۔۔۔!

اس نے تو صرف ہیلو ظفر پر ہی اکتفا کیا تھا ۔۔۔!

چند لمحوں کے لئے وہ کھڑا کا کھڑا رہا ۔۔۔

بالآخر وہ پاس پڑے ہوئے صوفہ پر بیٹھ گیا

تھوڑی دیر کے بعد چاند نے ٹیلیفون کا رابطہ منقطع کر دیا ۔۔۔ اور اس کے سامنے صوفہ پر بیٹھ گئی ۔۔۔!

" ہاں ۔۔۔ تو اور کیا حال ہے ۔۔۔"

" اچھا ہے ۔۔۔!" اس نے بے دلی سے کہا

" سفر کیسا گزرا ۔۔۔؟"

وہ اس رسمی سی گفتگو پر جھلا سا گیا

" آپ اسٹیشن پر نہیں آئی تھیں ۔۔۔"

" بھائی جان اور ممی ڈیڈی وغیرہ جو گئے تھے ۔۔۔"

۔۔۔ وہ بیساختگی سے ہنسی

خلوز کٹ کر رہ گیا

چاند نے معذرت بھی ضروری نہ جانی تھی

" سلمان صاحب کیسے تھے ــــ؟"

" اچھے تھے ــ!

وہ جلے ہوئے انداز میں بولا

" اور وہ ــــ ہاتو ــــ!"

ــــ وہ ہاتو کے تصور پر کھلکھلا کر ہنس دی

" وہ بھی ــ!"

" اس کا دلچسپ انداز گفتگو مجھے اکثر یاد آتا ہے "

" بس ــــ اور کچھ نہیں ــــ"

" کیا مطلب ــــ ؟

ــــ وہ چونکی

" میرا مطلب ہے ــــ اور وہاں کی کوئی چیز ــــ شاید آپ کے لئے وہاں کی اور کوئی چیز دلچسپی کا باعث نہ رہی ہو ــــ!"

" اوہ نہیں ــــ"

ــــ چاند معصومیت سے مسکرا دی ــــ

" وہاں کے دلفریب مناظر ــــ آپ دونوں کی پر خلوص رفاقت بھلا کوئی بھولنے کی چیزیں ہیں "

" جب ہی ثبوت کے طور پر یہاں آتے ہی ایک درجن خط لکھے ــ!"

—— وہ اس کے جملے میں چھپے ہوئے طنز کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی ۔!

" یہ بات نہیں ظفر صاحب —"

—— وہ سراسیمگی کے عالم میں بولی

" دراصل یہاں آکر مصروفیت کچھ بڑھ گئی تھی —— مگر —"

اس کی شوخی عود کر آئی ——!

" یہ آپ کچھ سنجیدہ سے نہیں ہو گئے ——!"

ایک غمزدہ سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل گئی ——

" محض آپ کا حُسنِ نظر ہے ——"

" ماشاءاللہ ——!"

وہ کھلکھلا کر ہنس دی

" اب تو آپ شاعروں کی سی گفتگو کرنے لگے ——"

" چلئے ——!

اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا

" ڈرائینگ روم میں کھانے پر سب بیٹھے ہوں گے ——!"

اور وہ اُداس اُداس سا اس کے ساتھ ہو لیا ——!

❖

"صاب جی ــــ اَج کے پکاندیس ــ"

"ہاتو ــــ!"

سلمان اُداسی سے بھرپور لہجے میں بولا ــ

ــــ "جو تمہارے جی میں آئے ــ!"

"صاب جی ــــ آپ بوت دن سے ٹھیک سے کھانا نہیں کھاندی ــ"

ــــ سارا سالن ویسے ہی پڑا رہندی ــ"

"اچھا اچھا ــــ ہاتو ــــ"

ــــ سلمان اُکتائے ہوئے لہجے میں بولا

ہاتو سلمان کی ناگواری محسوس کرتے ہوئے خاموش ہو گیا ــــــ اور دھیمے دھیمے قدم اٹھاتا ہوا باہر کی طرف جانے لگا ــــ مگر دروازہ کے قریب جا کر اس کے قدم رک گئے ــــ

کچھ دیر وہ سوچتا رہا ــــ اور پھر پلٹ کر بولا

"صاب جی ـــ توسی کھانا نہیں کھاندیس ـــ"

اس کے لہجہ میں اپنے مالک کے لئے گہری ہمدردی چھپی ہوئی تھی ـــ !

سلمان نے اپنی بڑی بڑی اداس اور نیلی آنکھوں سے اُسے دیکھا ـــ کچھ ثانئے یوں بیت گئے ـــ !

بالآخر وہ دھیمے سے مسکرادیا ـــ اور شفقت بھرے انداز میں بولا

" ہاتو ـــ ادھر آؤ ـــ تم بہت اچھے لڑکے ہو ـــ تم خواہ مخواہ میرے لئے پریشان ہو رہے ہو ـــ میں کھانا اس لئے نہیں کھاتا ـــ کہ مجھے بھوک نہیں ہوتی ـــ ! اور پھر میں دفتر میں جو کھالیتا ہوں ـــ"

سلمان کے اس لہجہ میں سادہ لوح ہاتو کی آنکھیں بھر آئیں ـــ !

" صاب جی میں جاندیس تسی روٹی کیوں نہیں کھاندیس ـــ صاب جی ـــ تسی چاند بی بی جاندیس تے ظفر صاب بھی مگرے جاندیں ـــ"

" ہاتو ـــ !"

ـــ سلمان نے چلا کر کہا ـــ !

ہاتو نے اب زار و قطار رونا شروع کر دیا تھا ـــ

سلمان نے بڑھکر اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ـــ !

" ہاتو ـــ شائد تم ٹھیک کہتے ہو ـــ میں چاند سے محبت کرتا ہوں ظفر میرا دوست تھا ـــ مگر اس نے کبھی بھی رسمِ دوستی کا پاس نہ رکھا ـــ ہاتو ـــ میں تمہارے خلوص اور جذبے سے بہت متاثر ہوا ہوں ـــ سوچتا ہوں ظفر سے تو کہیں زیادہ تم میرے غمگسار نکلے ـــ"

"صاب جی ــــ توسی بالکل فکر نہ کردیں ــــ چاند بی بی توصرف نوانوں پیار کردیں ــــ!

باتو یہ کہتے ہوئے اپنے کُرتے سے اپنے آنسو پونچھتا ہوا کمرہ سے باہر نکل گیا اور

سلمان کے لئے پُرانے گھاؤ کو تازہ کر گیا

باتو ٹھیک ہی کہہ رہا تھا ــــ اس نے پچھلے ہفتہ سے کچھ نہ کھایا تھا کبھی کبھار دفتر میں چائے کے ساتھ ایک آدھ بسکٹ اور بس ــــ

باتو کھانا بنا کر لاتا اور وہ بھوک نہ ہونے کی وجہ بتا کر اُسے لوٹا دیتا ــــ!

سلمان کو اپنا سر بھاری بھاری سا معلوم ہوا

آج تمام دن دفتر میں بھی اس کی طبیعت گراں سی رہی تھی ــــ!

وہ بارہا اپنے ماتحت عملہ کو معمولی معمولی غلطیوں پر ڈانٹ چکا تھا اور وہ یہ محسوس کئے بغیر بھی نہ رہ سکا تھا ــــ کہ اس کے ماتحت اسی سے تقریباً نالاں رہنے لگے تھے ــــ حالانکہ اوائل ایام میں وہ دفتر کی ایک مقبول ترین شخصیت رہا تھا ــــ!

چاند اس کی زندگی میں رچ بس گئی تھی ــــ اور اب اس کی اپنی زندگی کا تصوّر بھی بغیر چاند کے ادھورا تھا ــــ! مگر کبھی کبھی اس کی یہ سوچ اسے تشنہ سا کر جاتی ــــ کہ چاند اپنے دل میں اس کے لئے محض ایک دوست کے سوا کوئی خاطر خواہ جگہ نہ رکھتی تھی ــــ وہ ــــ اس پر بھی اپنا تن من دھن نچھاور کئے ہوئے تھا اس نے لاکھ چاہا کہ اپنے دل سے چاند کی چاہت نکال کر پھینک دے۔

—— مگر وہ مجبور تھا —— !

اپنے اس نادان دل کے ہاتھوں مجبور —— جو کسی پل بھی اس کی دلکش اور موہنی صورت کو بھولنے کو تیار نہ تھا —— !

آخر اس یکطرفہ عشق کا انجام کیا ہو گا

یہ ایک خیال اکثر اسے بے چین کر دیتا ——

—— مگر ناامیدی کے گھور اندھیرے میں روشنی کی ایک قندیل کبھی کبھا چمک جاتی یہ چاند کی محبت ہی تھی —— جو اسے زندہ رکھے تھی ——

—— اگر کوئی کہہ دیتا —— کہ چاند کو بھول جاؤ —— تو وہ شاید مر جاتا

—— جینا ہی ترک کر دیتا —— !"

اس وقت بھی اپنے ڈریسنگ ٹیبل کے قد آور شیشہ کے سامنے سٹول پر بیٹھا اپنے ہی خدوخال میں وہ نہ جانے کیا تلاش کر رہا تھا —— !

کمرے کے دروازہ پر دستک ہوئی

شاید ہانو تھا —— !

" آجاؤ —— !"

—— اس نے کہا

دروازہ کھلا اور آنے والا عکس اسے قد آور شیشہ پر دکھائی دیا

چاند —— !

سامنے چاند کھڑی تھی —— خوشی سے اس کے دل کی دھڑکن اپنی رفتار سے کئی گنا تیز ہو گئی —— !

اس کی آنکھیں وفورِ حیرت سے چمک اٹھیں
— اُن میں خمار سا چھلکنے لگا — !
چاند سُرخ بنارسی ساڑھی میں ملبوس اپنے ہونٹوں پر اک دلنواز تبسم لئے اس کی منتظر تھی — !
وہ جلدی سے سٹول سے اُٹھ بیٹھا — !
وہ چاند کو خوش آمدید کہنے کے لئے گھوم گیا — !
مگر — !
اس اثناء میں اس کی چاند ایک اجنبی روپ دھار چکی تھی — !
اس کی آنکھوں کی چمک دھیمی پڑ گئی — !
سامنے نازو کھڑی تھی — !
" اوہ — مس شہنازہ — آپ "
" آداب — ! "
— نازو کی مترنم آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی
ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر دوڑ گئی
" آئیے — کیسے آنا ہوا — ! "
" ہاتو سے پتہ چلا — آپ گھر پر ہی ہیں — پہلے آپ کو ڈرائینگ روم میں دیکھا — پھر سٹڈی روم میں دیکھا — اور پھر آپ ہی کے کمرہ میں آنے کی جسارت کر بیٹھی — آپکو ناگوار تو نہیں گزرا — ! "
" جی — جی نہیں "

وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولا

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ۔۔!"

"ہاں ۔۔!"

"آپ کھوئے کھوئے سے لگ رہے ہیں ۔"

"ہوں ۔۔۔ وہ تو اپنی عادت ہی ہے ۔۔!"

۔۔۔ وہ مسکرا دیا ۔۔!

نازو کھلکھلا کر ہنس دی

"خوب ۔۔ مگر کیا آپ مجھے بیٹھنے کو نہ کہیں گے ۔۔؟"

"ارے ہاں ۔۔۔ معاف کیجئے گا ۔"

۔۔۔ اور پھر ادھر ادھر دیکھ کر ۔۔۔

"چلئے ناشتنگ روم میں چل کر بیٹھتے ہیں ۔"

وہ دونوں چل کر ڈرائینگ روم میں چلے آئے ۔۔۔ اور سلمان نے ماتو کو بلا کر چائے کے لئے کہا

سلمان اچھی طرح جانتا تھا ۔۔ کہ نازو اس میں گہری دلچسپی لیتی ہے ۔ اس نے کئی مرتبہ سلمان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر اس نے کبھی بھی کسی لڑکی سے کسی قسم کی راہ و رسم بڑھانے کی کوشش نہ کی تھی ۔۔

اور پھر ایک دن چاند اس کی خشک سی زندگی میں بہار بن کر کھل آئی تھی ۔ اور سلمان کو پہلی دفعہ اس امر کا احساس ہوا تھا ۔۔۔ کہ عورت کے بغیر مرد کی زندگی کتنی نامکمل ہوتی ہے ۔۔۔ شائد اسی طرح مرد کے بغیر عورت کی

زندگی بھی تشنہ رہتی ہو۔!
شائد اس تشنگی کو سیر کرنے کی خواہاں نازو بھی ہو۔
شائد وہ ـــ نازو کا آئیڈیل ہو ـــ بالکل اسی طرح جیسے چاند اسس کی ـــ اور یہ سوچ کر اسے نازو سے بھی ہمدردی سی ہو گئی ـ
اُسے یاد آیا ـــ اکر بارہا اس نے نازو کو بُری طرح دھتکار دیا تھا۔
مگر اس کے انتہائی غیر اخلاقی رویے کے باوجود بھی نازو اس کا کتنا خیال رکھتی تھی ۔ ہاتو نے اسے اکثر بتایا تھا کہ نازو اس کی غیر موجودگی میں آکر اس کے بلاے میں پوچھ جایا کرتی تھی ـــ !
اور پھر جب وہ اس سے بے رُخی سے پیش آتا تو وہ خاموشی سے واپس پلٹ جایا کرتی تھی
بیچاری نازو ـــ !
اس کے لبوں پر اک مسکراہٹ رقصاں ہو گئی ـــ !
نازو صوفہ پر بیٹھی بغور سلمان کو تکے جا رہی تھی ـــ سلمان کی کشادہ نیلگوں آنکھیں جو اس کا دل لے گئی تھیں ـــ مُسکرا اُٹھیں ـــ !
اور پھر ـــ !
اس کے ہونٹوں پر بھی ایک دلنواز سی مسکراہٹ کھیل گئی ـــ !
" کیا اکیلے اکیلے ہی مُسکراتے جایئے گا "
" ہیں ـــ " وہ چونک گیا
" کیا کہا آپ نے ـــ ؟ "

" میں نے عرض کیا — کہ کیا اکیلے اکیلے ہی مسکرائیں گے — ہمیں اپنی اس خوشی میں شامل نہ کریں گے —"

— وہ آج سلمان پر نچھاور ہو جانے کے موڈ میں تھی

سلمان اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا

" مس شہناز — مسکراہٹ تو وہی ابدی ہوتی ہے — جو — جو — ابدی — ہو —"

" کیا بات ہوئی — ؟"

— نازو کھلکھلا کر ہنس دی

سلمان بھی ہنس دیا

" بات — ؟ وہ بات ہی کیا جس کا سب کو پتہ چل جائے —"

" پہیلیاں بجھوائیں گے — !"

" نہ صاحب یہ کھیل ہمیں نہیں آتا — !"

" تو پھر کونسا کھیل آپ کو آتا ہے —"

نازو اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے گنگنائی

وہ خاموش ہو گیا — !

— نازو کی سوالیہ نگاہیں اس سے ایک ایسا سوال پوچھ رہی تھیں جس کا وہ جواب تو جانتا تھا — مگر —

— اُس کے جواب کے آڑے ایک چیز حائل تھی — !

ایک احساس — !

ہمدردی کا ایک احساس ۔۔۔!

۔۔۔ جس کے جواب سے نازو کا دل ٹوٹ جانے کا خدشہ تھا ۔۔۔!

۔۔۔ ایک پیار بھرے دل کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ تھا ۔۔۔!

اَب جبکہ وہ ایک پیار بھرے دل کے ٹوٹنے کی کسک سے بخوبی واقف تھا ۔۔۔!

۔۔۔ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے حقیقت سے بھرپور تلخ جواب سے ایک معصوم دل پاش پاش ہو جاتا ۔۔۔!

"بولئے نا ۔۔۔!"

۔۔۔ نازو مُصر تھی ۔۔۔!

"چھوڑیئے ان باتوں کو ۔۔۔ وہ دیکھئے ماتو چائے لے آیا ۔۔۔"

۔۔۔ اس نے اسے ٹالنے کے لئے کہا

واقعی ماتو چائے لا رہا تھا ۔۔۔ اور پھر وہ دونوں چائے پینے میں مشغول ہو گئے ۔

☆

لی گورمے۔۔۔ پیلس ہوٹل کراچی کی مشہور ترین نائٹ کلب تصور کی جاتی ہے۔۔۔ کلب کے منتظمین اپنی بساط سے بڑھ کر دنیا کا بہترین غیر ملکی بینڈ منگواتے ہیں اور اپنے گاہکوں کے محظوظ ہونے کا ہر طرح خیال رکھتے ہیں۔"

چاند ہفتہ کی ہر رات وہاں بلا ناغہ جایا کرتی تھی۔۔۔

آج کی شام بھی ہفتہ کی شام تھی۔۔۔!

۔۔۔ اور چاند اپنی سہیلیوں اور دوستوں کے ہمراہ لی گورمے میں محو رقص تھی۔۔۔!

ظفر ایک ٹیبل پر خاموش بیٹھا سگریٹ کے مرغولے بنا رہا تھا۔۔۔ وہ اس وقت بھری محفل میں بھی اپنے آپ کو بالکل تنہا محسوس کر رہا تھا۔۔۔!

چاند اپنے اٹیلین دوست کے ہمراہ رقص کر رہی تھی۔۔۔!

مسولی جی۔۔۔ اٹلی کا باشندہ تھا۔۔۔ اور ایک ماہر انجینئر بھی۔۔۔ وہ پاکستان میں ایک گیس کے بہت بڑے منصوبے کے سروے کے لئے آیا ہوا تھا۔!

ظفر دیکھ رہا تھا کہ چاند اس کی معیت میں بڑی سرشار دکھائی دے رہی تھی ـ!

ظفر ابھی تک چاند کو سمجھنے کی سعی نہ کر پایا تھا ــــ!

مشرق و مغرب کا ایک حسین امتزاج تھی ــ!

اس کے خدّوخال مشرقی ــــ اور انداز رکھ رکھاؤ مغربی تھے ــ جو اس کی شخصیت کو چار چاند لگا دیتے تھے

کوئی مرد اس کو دیکھ کر اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکتا تھا

چاند کے کردار کو سمجھنا ــــ ایک عام انسان کے فہم سے بالاتر تھا ــ!

کوئی پرانے خیال کا مشرقی فرد یقیناً اسے فلرٹ سمجھ سکتا تھا ــ!

ــــ مگر ظفر کو یہ یقین کامل تھا کہ ــ!

ــــ چاند فلرٹ ہرگز نہ تھی

لیکن ــ کبھی کبھی اس کے اطوار اور طریقے دیکھ کر وہ ضرور الجھ جاتا تھا۔ وہ اپنی طرف سے چاند کی بے رُخی تو خیر نہیں مگر عدم دلچسپی کو بھی محسوس کرتا تھا مگر وہ اس دل و دماغ کا کیا کرتا جو چاند کی شخصیت میں کھو کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھا تھا۔

"ظفر ــ!"

ــ سامنے زرّی کھڑی تھی

"ہوں ــ!"

"تم بھی کیا بور آدمی واقع ہوئے ہو ــ محفل گرم ہے اور تم کافی کے پیالے کو سامنے رکھ کر اس کے حدود واربعہ کا موازنہ کر رہے ہو"

ظفر مسکرا دیا

"آپ بڑی دلچسپ باتیں کرتی ہیں۔"

"توبہ ــــ یہ آپ آپ والا سلسلہ کب تک چلے گا۔"

"تو ــــ!"

"میں تم کو تم کہہ کے مخاطب کرتی ہوں ــــ تو تم کو مجھے اسی انداز میں مخاطب کرنا چاہیئے ــــ!"

"اپنا اپنا خیال ــــ مجھے بے تکلفی اچھی نہیں لگتی ــــ!"

"توبہ ــــ بڑے کرانک قسم کے عاشق ہو ــــ مگر وہ تو تمہیں گھاس بھی نہیں ڈالتی ــــ!"

"کون ــــ؟"

"وہی جو سامنے ملوئی جی کے ساتھ محو رقص ہے۔"

"آپ کو یہ کس نے کہہ دیا کہ میں چاند پر عاشق ہوں ــــ!"

"مسٹر نارڈنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں ــــ"

"تو کیا آپ مس چاند کے کمزور نظر ہونے کا دعویٰ کر رہی ہیں۔"

"اوہ ــــ بڑی دُور کی کوڑی لائے ہو ــــ جناب آپ کو شاید یہ علم نہیں ــــ کہ کسی کو اس لئے نظر نہیں آتا کہ وہ نظر سے کمزور ہوتا ہے اور کسی کو اس لئے بھی نظر نہیں آتا ــــ کہ وہ اپنی آنکھیں بند رکھتا ہے۔"

"اوہو ــــ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔"

چاند اور ملوئی جی دونوں ان کی ٹیبل پر اپنا رقص ختم کر کے آ چکے تھے۔

"کچھ نہیں ــــ کچھ نجی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی ــــ!

ـــــ زری ہنستے ہوئے بولی
چاند کھلکھلا کر ہنس دی
"ارے کمبخت تمہارے کب سے ظفر صاحب کے ساتھ نجی تعلقات ہوئے ہیں ۔؟"
"اگر ہو جائیں تو تمہیں اعتراض ہے"
"اچھا اب بور نہ کرو ـــ چلو ذرا ـــ"
"کہاں ـــ!"
"جہاں صرف عورتوں کی حکمرانی ہوتی ہے ـ!"
"اوہ ـــ ویری نیچرل فینامنہ (PHENOMENOM) ـــ زرین ہنستے ہوئے بولی اور دونوں اپنے بیگ اٹھا کر پاؤڈر روم کی طرف چل دیں ـ!
"مسٹر ظفر ـــ!"
ـــ لوئی بھی بولا
"تم کلب کے ہنگامہ سے الگ تھلگ کیوں رہتے ہو ـــ؟
"مجھے ان سب باتوں سے وحشت ہوتی ہے ـــ!"
"مگر کوئی وجہ بھی تو ہوگی ـــ!"
"کہا نا ـــ کہ مجھے ان باتوں سے کوئی شغف نہیں ہے"
"کیا تم رقص کر سکتے ہو ـــ!"
"کیوں نہیں ـــ"
"مگر میں نے تو تمہیں کبھی بھی رقص کرتے نہیں دیکھا ـــ!"

" اس لئے کہ میں نے اتنے عرصہ میں رقص جو نہیں کیا ۔۔۔ ؟

" مگر کیوں ۔۔۔ ؟

" اوہو ۔۔۔ تم اٹیلین لوگ بھی بڑے بور ہوتے ہو ۔۔۔ تمہاری جگہ اگر کوئی انگریز ہوتا تو یقیناً اتنی زیادہ باتیں نہ کرتا "

" انگریز کو ہم کیا سمجھتے ہیں ۔۔۔ "

لوئی جی ناراض ہو گیا ۔۔۔ !

" انگریز تو کل کی قوم ہے ۔۔۔ ہماری اٹلی کی ٹریڈیشن اس سے صدیوں پرانی ہے ۔۔۔ !

" ہو گی "

یہ کہہ کر ظفر اٹھا ۔۔۔

۔۔۔ اور جنٹس ٹوائلٹ میں چلا گیا

جنٹس ٹوائیلٹ ۔۔۔ لیڈیز پاؤڈر روم سے ملحق تھا ۔۔۔ جہاں اُونچی اُونچی آوازمیں بولتے ہوئے چاند اور زرّین کی گفتگو کو وہ صاف سُن سکتا تھا ۔

" چاند ۔۔۔ اس بچارے کو کیوں تذبذب میں مبتلا کئے ہوئے ہو " !

زرّین کہہ رہی تھی

" کیا مطلب ۔۔۔ ؟

چاند کی آواز آئی ۔۔۔ !

" مطلب یہ کہ تم اگر اسے چاہتی ہو تو بھی بتا دو ۔۔۔ اور اگر اسے محض ایک دوست تصوّر کرتی ہو تو بھی بتا دو ۔۔۔ تاکہ وہ اپنے دل میں کوئی بدگمانی نہ

رکھتے "

" دیکھو زرّین ۔۔۔ تم تو جانتی ہی ہو کہ میں کس قسم کی لڑکی ہوں۔ میں نے عمر کا بیشتر حصّہ یورپ میں گزارا ہے اور ظفر اور سلمان دونوں حد سے زیادہ مشرقی واقع ہوئے ہیں ۔۔ خدا قسم دونوں ہی بہت اسمارٹ اور ذہین ہیں مگر ان دونوں میں سے کوئی بھی تو ایسا نہیں جس نے مجھے دل سے امپریس کیا ہو ان دونوں کو دیکھ کر مجھے کبھی اپنے دل کی دھڑکن بڑھتی ہوئی محسوس نہیں ہوئی ۔۔ میں ان کی کمپنی کو انجوائے ضرور کرتی ہوں ۔۔ مگر صرف دوستی کی حد تک ۔۔!

" تو تم پسند کسے کرتی ہو ۔۔ لوئی جی کو ۔۔"

زرّین نے پوچھا

" لاحول ولاقوۃ ۔۔ تمہارے سوچنے کے انداز پر بھی ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے ۔۔ لوئی جی تو محض ایک فن ہے (FUN) شرارتی سا ۔۔ اس کی ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولنے کا انداز کسی کو وقتی طور پر پیارا لگ سکتا ہے مگر اس سے زیادہ ہرگز نہیں ۔۔!

" تو پھر تم چاہتی کیا ہو ۔۔؟

" کچھ نہیں ۔۔"

" تم آخر ہو کیا ۔۔؟

" بتا دوں ۔۔!"

" یہ بھی احسان کر لو ۔۔"

" میں ، میں ، اونٹ اور سٹا کی جوئی ہوں ۔۔ جسے سر کرنے کے لئے

ایک دلیر اور بہادر کوہ پیما کی ضرورت ہے — جو مجھے ابھی تک نہیں ملا ۔"

ظفر اس سے زیادہ کچھ نہ سُن سکا — !

وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا — !

— اور لوئی جی کے ساتھ ٹیبل پر بیٹھ گیا — !

لوئی جی اپنے سامنے سکاچ کا گلاس رکھے اس سے شغل کر رہا تھا ۔ وہ ظفر کو دیکھ کر مسکرا یا — !

" تمہارے لئے منگاؤں — !"

" نہیں — !"

" کیوں — !"

" اس لئے کہ میں اسے نہیں پیتا ۔"

"you should have it, it will do you good!"

" وہ کس طرح — !"

" وہ اسطرح کہ تم میں یہ ہمت پیدا کر دے گی — اور پھر تم وہ کرتے میں قطعی نہ جھجکو گے — !

" جو تم چاہتے ہو — !"

"NONSENSE"

ظفر نے جھلا کر کہا

" میں سچ کہتا ہوں ۔"

لوئی جی ہنسا — !

"جہنم میں جائے تمہارا سچ اور جھوٹ ـــــ مجھ میں ویسے ہی اچھے خاصے گٹس ہیں ـــ!"

لوئی جی بھی شائد ظفر کو تنگ کرنے کے موڈ میں تھا

"وہ سامنے دیکھو ـــ!"

"کہاں ـــ!"

"وہ موٹی توند والے آدمی کے ساتھ ایک لڑکی بیٹھی ہے ـــ"

ظفر نے دیکھا واقعی وہاں ایک انتہائی حسین لڑکی اپنی نواز مسکراہٹ کے ساتھ ان کی جانب دیکھ رہی تھی ـــ!

"ہوں ـــــ!"

ـــ تو پھر کیا ـــ؟

"کیا تم اس سے ڈانس کر سکتے ہو ـــ؟"

"مگر میں تم کو کہہ چکا ہوں ـــ کہ میں ڈانس کو زیادہ پسند نہیں کرتا ـــ"

"اگر تم تھوڑی دیر بھی اسکاچ پی لو تو یقیناً تمہارے اندر اتنے گٹس آ جائیں گے کہ تم اس لڑکی سے اُٹھ کر ڈانس کرنے کے لئے کہہ سکو گے ـــ!"

"اسکاچ کی کیا ضرورت ہے ـــ میں اگر چاہوں تو ویسے ہی کہہ سکتا ہوں۔!"

"مشکل ہے ـــ!"

لوئی جی مسکراتا ہوا بولا

ظفر نے ایک لمحہ کے لئے سوچا ـــ اور پھر پاؤڈر روم میں سُنی ہوئی زرّین اور چاند کی گفتگو ـــ!

— ان سب باتوں نے مل کر اس کے اندر ایک نیا جذبہ بیدار کر دیا۔
چاند اسے ایک سیدھا سادھا لڑکا سمجھ کر نظر انداز کرتی ہے — تو کیا وہ سیدھا
سادھا انسان تھا — !

"ہرگز نہیں — !"

اس کے اندر کا ظفر بول اٹھا — !

"تو پھر اٹھ اور اس اٹیلین کا منہ بند کر دے — !
چاند پر ثابت کر دے — کہ درحقیقت وہ ظفر نہیں جو وہ سمجھتی رہی
ہے — !

اٹھ — ظفر اٹھ — !"

اور

پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا

لوئی جی مضحکہ خیز انداز سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا

ظفر کے ہونٹوں پر اک دلفریب سی مسکراہٹ کھیل گئی — !

اس نے ایک نظر لوئی جی کی طرف دیکھا — اور اسے آنکھ ماری — !

اور مسکراتا ہوا اس لڑکی کی ٹیبل کی جانب چل دیا۔

لوئی جی کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا — !

"May I have the pleasure of a dance with you my young lady!"

اس نے مسکراتے ہوئے اس لڑکی سے کہا — !

وہ لڑکی تو پہلے ہی سے ظفر کی پُرشکوہ شخصیت سے متاثر تھی ۔۔۔ ظفر کو اپنی جانب آتا دیکھکر سنبھل کر بیٹھ گئی ۔۔

اور جب ظفر نے اس سے سوال کیا ۔۔۔ تو وہ بخوشی تیار ہو گئی ۔۔

"Sure!"

یہ کہکر وہ اُٹھکر ظفر کے ہمراہ اک دل نواز چال کے ساتھ ہال کے عین وسط میں آ کھڑی ہوئی ۔۔!

آرکسٹرا والز کے دھیمے سروں میں کوئی دُھن بجا رہا تھا ۔۔!

ظفر نے اس کی کمر میں اپنا دایاں بازو حمائل کر دیا ۔۔ اور بائیں ہاتھ میں اس کا ہاتھ لے کر مسکراتا ہوا ڈانس کرنے لگا ۔۔!

شروع میں ایک دو سٹیپ اس سے اکھڑے اکھڑے مگر اس نے جلد ہی اپنے آپ پر قابو پا لیا ۔۔

۔۔ اور پھر اس نے محسوس کیا کہ لڑکی اس کے اور بھی قریب سرک آئی تھی۔ بہت ہی قریب ۔۔

جس سے ظفر کو ڈانس کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی

لڑکی کی والہانہ سپردگی ۔۔ اور گرم تنفس نے ظفر پر ایک خواب کا سا تاثر پیدا کر دیا ۔۔ لڑکی کے وجود کی گرمی جسم کو پگھلائے دے رہی تھی ۔۔ وہ اپنی اسی سوچ میں مبتلا تھا ۔۔ کہ عین اسی لمحہ اس کی نظر چاند اور زرّین پر جا پڑیں ۔۔! جو لوئی جی کے ٹیبل پر بیٹھی اسے حیران کن نظروں سے دیکھ رہی تھیں ۔۔

وہ مسکرا دیا ۔۔۔!

۔۔۔ اور ساتھ ہی اس کی گرفت اپنی پارٹنر کے گرد مضبوط ہو گئی

عین اس وقت ڈانس کی دھن ختم ہو گئی

ہال میں تالیوں کی آواز گونج اٹھی

" آپ تو بہت اچھا ڈانس کرتے ہیں مسٹر ۔۔۔!"

" ظفر ۔۔۔!"

۔۔۔ ظفر نے لقمہ دیا

" مجھے آسیہ کہتے ہیں ۔۔۔!"

" پلیز ٹو میٹ یو ۔۔۔!"

" سیم ٹو یو ۔۔۔!"

اس اثناء میں آرکسٹرا نے ایک نئی دھن شروع کر دی ۔۔۔ یہ جا بیٹو پر مبنی ایک دھن تھی ۔۔۔ جس پر ٹوئسٹ یا جرک سے ڈانس کیا جا سکتا تھا

" تو ہو جائے ایک اور راؤنڈ مس آسیہ ۔۔۔!"

" شیور ۔۔۔ مسٹر ظفر ۔۔۔!"

وہ دونوں موسیقی کی لے پر ہال میں تھرکنے لگے ۔۔۔ ہال کے مختلف ٹیبلوں پر سے جوڑے اٹھ اٹھ کر رقص کرنے لگے ۔۔۔!

" چاند ۔۔۔!"

نزری ہولے سے بولی

" ہوں ۔۔۔!"

"دیکھ رہی ہو — !"

"کیا — ؟"

"ظفر کو — !"

"ہوں — !"

— چاند نے ہنکارا بھرا

"کتنا سمارٹ لگ رہا ہے — اللہ قسم تمام کلب میں ایک بھی ایسا سجیلا جوان نہ ہوگا — اور تمہارا یہ موا لوئی جی — تو ایسا ہے — جیسے چھلا ہوا آلو — چہرے میں نمک نام کو نہیں — اور ظفر کو دیکھو۔ جیسے کوئی آسمانی دیوتا زمین پر اُتر آیا ہو — کیا رقص کر رہا ہے — !

مجھے تو اس لڑکی پر رشک آ رہا ہے —"

"اچھا اب بکو مت —"

— چاند نے اسے ٹوکا

ڈانس ختم ہوا اور ظفر آسیہ کو اس کی ٹیبل پر چھوڑ کر مسکراتا ہوا چاند کی طرف آیا — !

چاند اشتیاق بھری نگاہوں سے ظفر کی ہر حرکات و سکنات کو بغور دیکھ رہی تھی — !

— ظفر میں اس اچانک تبدیلی پر وہ حیران ضرور تھی مگر اس کا یہ نیا روپ اس کے لئے دلچسپی سے خالی ہرگز نہیں تھا — !

"ویل ڈن — !"

ادنی جی بولا —

— اور ظفر لپک کر زرین کے قریب والی کرسی پر براجمان ہو گیا۔ حالانکہ چاند کے قریب بھی ایک کرسی خالی پڑی تھی

اب ہال میں اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی — اناؤنسر نائٹ کلب کی نئی ڈانسر کا تعارف کروا رہا تھا —!

ہال کی بتیاں بجھ گئیں

— اور نئی رقاصہ نے ہال میں آ کر تھرکنا شروع کر دیا — وہ مڈل ایسٹ میں بیلے ڈانس کی ماہر ترین رقاصہ تصور کی جاتی تھی —!

ہال میں چاروں طرف اندھیرا تھا — اور ہال کے عین وسط میں ایک گول دائرے میں روشنی تھی اور اس روشنی میں مصری رقاصہ اپنا کمال دکھا رہی تھی۔!

ظفر نے اپنے ٹیبل پر جلتی ہوئی مدھم سی شمع کی روشنی میں چاند کو دیکھا —!

وہ کمال محویت سے ڈانس دیکھ رہی تھی —!

— اس کے خوبصورت تراشے ہوئے بال — جن کی ایک لٹ اس کی پیشانی پر کھیلنے کو چلی آئی تھی —

— خوابناک آنکھیں جن کی گہرائی میں ڈوب جانے کو دل چاہے —

— ستواں ناک

— اور احمریں ہونٹ

— اس مدھم روشنی میں وہ کسی آفاقی حور سے کم ہرگز نظر نہیں آ رہی تھی آسیہ بھی بے حد خوبصورت تھی —!

— زرّین بھی اپنی مثال آپ تھی —!

— مگر چاند —!

چاند کی بات ہی اور تھی —!

چاند کے ذکر پر ہی اس کا دل دھڑک اٹھتا —

— اس کا تصوّر اکیلا ہی اس کے ہوش و حواس لوٹ لینے کیلئے کافی تھا —!

تمام ہال ڈانس میں مصروف تھا —

— اور وہ اپنی چاند —!

عین اسی لمحہ اس نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا — اس نے چونک کر دیکھا —!

یہ زرّین تھی —!

کوئی اور وقت ہوتا — تو وہ بوکھلا جاتا — یا پھر اپنا ہاتھ ہی کھینچ لیتا —

مگر —!

اس نے سوچا

— وہ پہلے والا ظفر نہیں ہے — سیدھا سادھا — شرافت کی قدروں کا علمبردار —!

یہ تو وہ ظفر تھا — جس کی چاند منتظر تھی —!

اور اس نے بھی اپنی سوچی سمجھی ہوئی ترکیب کو عملی جامہ پہنانے کے

لئے زرّین کا ہاتھ دبا دیا ــــ
ــــ ہلکی نیلی اور مدھم روشنی میں زرّین کے سفید موتیوں ایسے دانت چمک گئے ــــ

اس نے ایک بھرپور نظر سے ظفر کی جانب دیکھا
ظفر بھی مسکرا دیا
ڈانس ختم ہوا ــ
ــــ اور ہال پھر سے روشنی میں جگمگانے لگا
آرکسٹرا نے ایک نہایت ماڈرن دُھن بجانی شروع کر دی ــــ
مختلف ٹیبلوں سے جوڑے اُٹھ اُٹھ کر رقص کے لئے ہال میں اکھٹے ہونے شروع ہوئے ــــ!
" زرّین ــــ!
ــــ ظفر بولا
ظفر کی بھرپور آواز پر زرّین اور چاند دونوں ہی محویت سے چونکیں
" چلو ڈانس کریں ــ"
ــــ ظفر نے کہا
زرّین ــــ اپنے شفاف موتیوں ایسے دانت چمکاتی اُٹھ کھڑی ہوئی ــ!
ظفر اور زرّین کتنی ڈانس کرتے رہے ــــ لوئی جی نے چاند سے درخواست کی مگر چاند نے ٹال دیا ــ!
ــــ اور وہ کسی اور اینگلو پاکستانی لڑکی سے ڈانس کرنے لگا

چاند اپنی ٹیبل پر تنہا رہ گئی

"ظفر کو آج کیا ہو گیا ہے ـــــ!"

اس نے سوچا ـــ!

اس نے زرّین کو ڈانس کے لئے کہا ـــــ اور اب متواتر اسی کے ساتھ ڈانس کر رہا تھا ـــ!

اس نے جھوٹے منہ سے بھی اس سے دریافت نہیں کیا

ہال میں آرکسٹرا بجنا بند ہو گیا

ـــــ اور ظفر زرّین کے ساتھ مسکراتا ہوا ٹیبل کی طرف آیا ـــ

زرّین تقریباً ہانپ رہی تھی ـــ!

"توبہ ـــــ میرے اللہ ـــ ظفر تم کونسی مٹی کے بنے ہوئے ہو ـــ میرا تو تھکاوٹ سے بُرا حال ہو گیا ـــ!"

ـــ زرّین نے اپنی چڑھی ہوئی سانسوں کو ہموار کرتے ہوئے کہا ـ!

"اب تو ایسے ہی ہو گا ـــ!"

ـــ ظفر مسکرایا

"یعنی ـــ!"

"یعنی کہ ابھی تو میں تمہیں اور نچاؤں گا ـــ"

"نہ بابا نہ ـــــ چاند کو لے جاؤ ـــ!"

"چاند کو ـــ!

ـــــ ظفر نے چاند کی طرف دیکھا ـــ جو مسکرائی ہوئی اس کے اشارے

کی منتظر تھی ظفر اسے گہری نظروں سے دیکھتا رہا

— اور پھر بولا

" ہٹاؤ — میں بہت تھک گیا ہوں "

چاند کا منہ اُتر گیا — اپنی اس توہین کو وہ برداشت نہ کر سکی — !

" چلو زرّین اب چلیں "

اور وہ سب وہاں سے اٹھ کر باہر نکل آئے — !

❖

وہ رات گئے تک جاگتی رہی

ظفر کی اچانک تبدیلی نے اسے حیرت ناک طور پر متاثر کیا تھا

وہ سوچنے لگی ــــ!

ــــ کہ اتنا عرصہ وہ اس ہستی کو نظرانداز کرتی چلی آئی تھی جس کی جستجو اس کی بیقرار نگاہوں کو مدت سے تھی ــــ

ــــ جس کی تلاش میں وہ آدھے گلوب کا چکر کسی سیلانی کی مانند لگا آئی تھی رات ظفر کی آنکھوں میں پُراعتمادی کی چمک نے یکسر اس کی شخصیت کو بدل کر رکھ دیا تھا ــــ پہاڑ پر گزرا ہوا ایک ایک لمحہ اسے رہ رہ کر یاد آرہا تھا ــــ!

کہاں وہ سیدھا سادھا اور شرمیلا سا ظفر ــــــ اور اسکی حماقت انگیز بوکھلاہٹیں ــــ!

اور کہاں یہ رات والا ظفر ــــ!

سمارٹ ـــ!

ہینڈسم ـــ!

اور ماڈرن لیونگ کے طور طریقوں سے بخوبی آشنا ـــ!

تو کیا

ظفر اُسے ابھی تک بیوقوف بناتا چلا آرہا تھا ـــ!

وہ اُلجھ کر رہ گئی ـــ!

وہ ابھی تک یہ جان نہ پائی تھی ـــ کہ ظفر کی اس ادا پر وہ خفا تھی یا مسرور ـــ!

وہ تو صرف اتنا جانتی تھی کہ ـــ کہ ظفر اسے بُری طرح بھا گیا تھا ـ!

اور اب اس کے لئے ظفر سے ایک پل بھی جُدا رہنا محال تھا

اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی ـــ سامنے قدآور آئینہ میں اپنا سحرانگیز عکس دیکھکر وہ مسکرادی ـــ

ـــ اور اس کی حجاب آگیں پلکیں جُھک گئیں

"ظفر ـــ"

ـــ وہ گنگنائی ـــ!

تم میرے اتنے قریب تھے ـ اور میں تمہیں پہچان نہ سکی ـ تم نے اقرارِ محبت کا پیام دیا ـــ اور میں نے تم سے بے التفاتی برتی ـ مجھے معاف کردو ظفر ـــ میں تمہارے جذبات کی قدر نہ کرسکی ـ مگر اب وعدہ کرتی ہوں ـــ کہ اپنی بے التفاتی کی تلافی کروں گی ـــ تم سے اتنا پیار کروں گی ـ کہ

شائد ہی کسی حوّا کی بیٹی نے کیا ہو۔"

اور ان ہی خیالوں کے بھنور میں گھری وہ نیند کی آغوش میں جا پہنچی۔!

صبح وہ دیر تک سوتی رہی

— وہ اتوار کی صبح عموماً دیر تک سویا کرتی — اور ناشتہ اور دوپہر کا کھانا بھی اکٹھا ہی کھاتی — یہ ایک عادت وہ ولایت سے ساتھ لے کر آئی تھی۔!

سورج کی کرنیں — کھڑکیوں اور روشندانوں سے چھن چھن کر اس کے بیڈ روم کو منوّر کئے ہوئے تھیں۔!

ملازمہ ایک دو دفعہ جھانک کر اس کے کمرہ کو دیکھ گئی تھی —

مگر جوانی کی اس نیند سے بیدار کرنا بوڑھی ملازمہ کے بس سے باہر تھا۔

بیگم رحمٰن اور رحمٰن صاحب دونوں ہی ایک آدھ دفعہ ملازمہ سے اس بارے میں استفسار کر چکے تھے۔!

اور پھر اسے ایسا لگا — جیسے اسے کوئی زور زور سے جھنجھوڑ رہا ہو۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔!

سامنے اختر کھڑا مسکرا رہا تھا۔!

"بھائی جان —!"

— نیند کی ساری تھکن اس کے چہرے سے کافور ہو گئی

"آپ کب آئے —؟"

" ابھی ابھی آرہا ہوں ـــ توبہ توبہ ـــ کوئٹہ میں ابھی تک بہت سردی ہے۔ ـــ پیٹھان لوگ تو یہ موٹے موٹے اوور کوٹ پہن کر گھومتے ہیں ـــ اور یہاں کراچی میں بشرٹ بھی وبالِ جان بنی ہوئی ہے "

اختر نے ایک سانس میں ہی تمام حکایت بیان کر ڈالی ـــ!

اور وہ مسکراتی ہوئی نگاہوں سے بھائی کے چہرے کو تکے جا رہی تھی

" اب یہ موٹی موٹی آنکھوں سے مجھے کیا ٹکر ٹکر تک رہی ہو ـــ کیا نظر لگانے کا ارادہ ہے "

اختر ہنستے ہوئے بولا

" بالکل ـــ!"

وہ کھلکھلا کر ہنس دی

" وہ کیوں ـــ؟

" اس لئے کہ آپ کے رخسار کسی قندھاری سیب کی طرح سُرخ ہو رہے ہیں پندرہ دن کا یہ دورہ تو آپ کو خوب راس آیا ـــ!"

" تو واپس چلا جاؤں "

" وہ کیوں ـــ؟

وہ ہنسی ـــ!

" اس لئے کہ بالکل ہی سُرخ ہو کر آؤں "

مسز رحمٰن بھی کمرہ میں آگئیں ـــ

ان کے چہرے پر ممتا بھری شفقت اُمڈ رہی تھی ـــ!

" کیا آپ بہن کے ہی درپے رہے گا — کچھ منہ ہاتھ نہیں دھوئے گا —
سفر کا تھکا ہارا ہوگا — ناشتہ تو کرلے "

" لو — اور سنو — تو جیسے میں مال گاڑی میں سفر کر کے آیا ہوں —
امّی آپ بھی کمال کرتی ہیں — دو گھنٹہ پہلے میں تو کوئٹہ میں تھا — پلین
میں ڈٹ کر ناشتہ کیا — ایر ہوسٹس کا ناک میں دم کیا — اور اب آپ کے سامنے
حاضر ہوں — بھلا کہاں کی تھکن اور کہاں کی بھوک —!

" اچھا اچھا — اب شور مت کر — اور بیٹی اب تو بھی اٹھ جا —
ایک تو تمہارا رات گئے تک کلب میں تنہا رہنا مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا —!"

" لو — بھائی جان پر نہیں چلی تو میری شامت آگئی —!"

چاند بُرا سا منہ بنا کر بولی

" ہاں — ہاں — کیوں نہیں — ماں کی بات شامت ہی تو لگیگی —!"

میں تو کہتی ہوں — کہ "

" اب اس کی کہیں شادی کردیں "

— اختر نے ماں کی بات اُچکتے ہوئے کہا

اور چاند نے تکیہ اُٹھا کر زور سے بھائی کے ماردیا — اور اختر ہنستا ہوا
ماں کی آڑ میں ہوگیا —!

" بھئی کیا ہورہا ہے —"

— یہ رحمٰن صاحب تھے — جو عین اس لمحہ کمرے میں داخل
ہوئے —

"کچھ نہیں ابا جان — یہ بھائی جان — کوئٹہ کے دلچسپ سفر کی باتیں کر رہے تھے —!

چاندنی نے انگیٹھی — میں سے جھانکتے ہوئے اپنے سراپے کو شال میں ڈھانپتے ہوئے کہا —!

"اچھا اچھا — بے بی — جلدی سے تیار ہو جاؤ — لنچ لگ چکا ہے!"

❖

" ہاتو — !

— نازو نے پوچھا

" جی بی بی جی — !"

" سلمان صاحب کہاں ہیں — ؟

" بی بی جی — کے دساں تُساں نوں — صاب نے کل رات دا بیمار

ہوندیں — !"

" کیوں کیا ہوا — ؟

— نازو گھبرا کر بولی

" تاپ چڑھ جاندیں — اور کے ہوندیں — !"

ہاتو نے گہری افسردگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا — !

" کہاں ہیں وہ اس وقت — ؟"

" اندر کمرے وچ لیٹے نے — بی بی جی —"

نازو پلک جھپکتے ہی سلمان کے کمرہ میں پہنچ گئی ــــ سامنے بیڈ پر سلمان لیٹا ہوا تھا ـــ !

نازو بھاگتی ہوئی اس کے قریب چلی گئی ـــ !

" سلمان صاحب ـــ !

مگر سلمان بخار کی شدت سے بیہوش پڑا تھا ـــ

نازو نے اس کا ماتھا چھوا ـــ تو وہ انگارے برسا رہا تھا ـــ !

" ہاتو ـــ کیا ہوا انہیں ـــ ؟"

" ہوسترا کے سی بی بی جی ـــ روٹی جے نہیں کھاندیس تے ول کس طرح رہندیس ـــ پیٹ بے جان کھانا سگریٹ چاہ تے نہیں منگدیس روٹی وی منگدیس ـــ !"

ـــ ہاتو نے معصومیت سے اپنا تجزیہ بیان کیا ـــ !

" مگر ہاتو ـــ سلمان صاحب روٹی کیوں نہیں کھاتے تھے ـــ !"

" کے دساں بی بی جی ـــ تو اڈے جے اک زنانی ـــ سلمان صاحب وا دل کڈ کے لے جاندیس ـــ !"

" کیا مطلب ـــ ؟

ـــ نازو نے حیران ہو کر دریافت کیا

" مطبل اے بی بی جی ـــ کہ صاب نوں اس کڑی نال پیار ہوندیس ـــ

" پھر ـــ ؟

" تے فیر ـــ ہو واپس شہر نوں جاندیس ـــ سوواری آ گھنیاں ـــ ...

روٹی ضرور کھا ندلیں ـــــ پر صاب میری اک نہ مانیں ـــ"

ماتو کمرہ سے باہر چلا گیا تھا ـــــ اور وہ وہیں انہیں قدموں پر کھڑی آنسو بھری آنکھوں سے سلمان کو ٹکٹکی باندھے تکے جا رہی تھی ـــ!

" سلمان ـــ میں بھی کہوں ـــ کہ تم مجھ سے الگ الگ کیوں رہتے ہو ـ نہیں جانتی تھی کہ تم بھی میری طرح محبت کے مارے ہو ـــ وہ تمہیں چھوڑ کر چلی گئی تو کیا ہوا ـــ میں تمہارے دل سے اس کی یاد تک مٹا دوں گی ـــ میں تمہارے درد کا مداوا بنوں گی ـــ تمہارا سہارا بنوں گی ـــ سہارا ـــ!

اور سلمان دنیا و مافیہا سے بے خبر ـــ سپنے میں شاید اپنی چاند سے مل رہا تھا ـــ!

" چاند ـــ!"

ـــ وہ بڑبڑایا ـــ!

اور پھر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں ـــ!

چاند ـــ تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھیں ـــ!"

نازو نے کچھ کہنا چاہا ـــ مگر سلمان نے دیوانگی کے عالم میں اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لئے ـــ!

چاند ـــ میری اچھی چاند ـــ میں تمہارے بنا گھبرا گیا تھا اپنے آپ سے ـــ گھبرا گیا تھا ـــ وعدہ کرو ـــ اب تو تم نہ جاؤ گی ـــ مجھے چھوڑ کر اب تو نہیں جاؤ گی ـــ!

اور پھر اس پر بیہوشی کا غلبہ چھا گیا

نازو کے ہاتھ اب بھی سلمان کے ہاتھوں میں دبے ہوئے تھے فرق صرف اتنا تھا کہ آہستہ آہستہ سلمان کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑتی جا رہی تھی

اور

پھر نازو کے ہاتھ سلمان کے ہاتھوں کی گرفت سے آزاد ہو گئے ــــ!

مگر ــــ!

دوسرے ہی لمحے نازو نے سلمان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا اور بے اختیار انہیں اپنے ہونٹوں اور رخساروں سے لگانے لگی ــــ!

آج وہ جی بھر کر رو لینا چاہتی تھی

سلمان کی بے بسی پر ــــ!

اپنی کس مپرسی پر ــــ!

اُجڑے ہوئے پیار پر ــــ!

" نازو ــــ ساری زندگی میں ایک محبوب چُنا ــــ تو وہ بھی پرایا

اور اس نے اپنا سر سلمان کے کشادہ سینے پر ٹیک دیا

جانے وہ کتنی دیر اور اسی طرح بیٹھی رہتی ا ــــ کہ ہاتو نے آکر اسے چونکا دیا ــــ!

" بی بی جی ــــ ڈاکٹر صاب آندلیں ــــ"

ڈاکٹر نے آکر سلمان کا معائنہ کیا ــــ اور اسے بے ہوشی میں ہی ایک انجکشن لگا دیا ــــ!

" اچھا ہوا ــــ آپ موجود ہیں ــــ ورنہ اس غریب ملازم کو تو میری کوئی

بات سمجھ ہی نہیں آتی ـــــ اور نہ ہی میں اس کی کوئی بات سمجھ سکا ہوں "۔

" اب کیسے ہیں سلمان صاحب ـــ ڈاکٹر ـــ ؟

" حالت تو ویسی ہے۔ EXPOSURE کی وجہ سے پھیپھڑوں پر اثر ہوا ہے ـــ آپ انہیں ہوش آنے پر دوا کی یہ خوراک پلادیں ـــــ اور یہ دو گولیاں بھی ـــ اور پھر چار چار گھنٹے بعد یہ خوراک جاری رکھیں ـــ کل صبح تک ان کی حالت بہتر ہو جانی چاہیئے ـــ کل آپ مجھے اطلاع کر دیں ـــ اگر ضرورت ہو تو مجھے ٹیلیفون کر کے بلوالیں ـــ !"

" جی اچھا ـــ !"

سلمان پر گہری بیہوشی طاری تھی ـــــ نازو پچھلے دو گھنٹوں سے ایک ہی سٹول پر بیٹھی اس کی نرسنگ کر رہی تھی

ـــ ہاتو ایک دفعہ چائے بنا کر لے آیا تھا ـــ مگر دوسری دفعہ وہ کچھ وقفہ کے بعد برتن اُٹھانے آیا ـــ تو اس نے دیکھا کہ چائے کی پیالی ویسی کی ویسی ہی نازو کے سامنے رکھی ہے ـــ

ـــ وہ خاموشی سے پیالی اُٹھا کر لے گیا اور دوبارہ گرم کر کے دے گیا جسے نازو نے بے دلی سے اپنے ہونٹوں سے لگالیا ـــ !

" چاند ـــ !"

سلمان پھر بڑبڑایا

نازو وہیں پیالی رکھ کر سلمان کی تکیہ کے ساتھ بیٹھ گئی ـــ اور ہولے ہولے اس کے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرنے لگی ـــ !

چاند کون تھی ۔۔۔؟

۔۔۔ یہی خیال اسے بار بار پریشان کر رہا تھا

ہاتو نے چاند کے بارے میں اسے کافی کچھ بتایا تھا ۔۔۔ مگر اس کے اندر

کی عورت ابھی مطمئن نہ ہوئی تھی ۔۔۔!

وہ کریدنا چاہتی تھی ۔۔۔!

چاند کی شخصیت کو ۔۔۔ اور اس کے اس سحر کو جو ۔۔۔ سلمان کو دیوانہ

بنا گیا تھا ۔۔۔!

نازو ۔۔۔!

سلمان ۔۔۔ محض ایک سراب ہے ۔۔۔!

۔۔۔ جو تیرا کبھی نہ ہو سکے گا ۔۔۔

۔۔۔ چھوڑ دے اس کا پیچھا ۔۔۔ اس سے اپنی راہیں الگ کر لے ۔

تجھے یہاں کچھ نہ مل سکے گا ۔۔۔!"

مگر

وہ اپنے اس دلِ ناداں کا کیا کرتی ۔۔۔!

جو ۔۔۔!

سلمان کا ہو گیا تھا ۔۔۔!

سلمان سراب ہی سہی ۔۔۔!

مگر

سراب کے پیچھے بھاگنے میں بھی کتنی لذت ہے ۔۔۔!

کم از کم ایک مبہم سی اُمید تو ہوتی ہے ۔ پیاسے کو ۔ !
محرومی سے تو یہ اُمید قدرے بہتر ہے

ورنہ ۔ !
شکستہ دل ۔ شکستہ زندگی ۔ کھوکھلا ٹھاٹ باٹ کیا رکھا تھا

اِن سب میں ۔ ؟
دُنیا میں کچھ لوگ شائد آتے ہی ہیں بلا مقصد
نہ کوئی مقصد
نہ ہی کوئی جستجو ۔ !

اور

نہ کوئی منزل ۔ !
گھڑی کی ٹک ٹک میں بھی کوئی حدّت نہ تھی ۔ !
وقت کی رفتار بھی سست تھی ۔ !
بالکل اس کے بے کیف سے سفرِ حیات کی مانند
زندگی ۔ !
وہ اس لفظ کے معنی سوچنے لگی
شائد نام ہے حادثات کا ۔ جو انسان کی زندگی سے دوچار ہوتے ہیں
۔ ایک ایسے ہی حادثے نے اُس کی دُنیا بدل دی تھی ۔ !
زمانے کے ستم کا شکار بنا دیا تھا ۔ کاتب تقدیر کی زیر زبر کی غلطی
سے اُس کی حیات کا نقشہ ہی بدل کر رہ گیا تھا ۔ !

وہ ماضی کے بیتے ہوئے اُن لمحوں کو یاد کرنے لگی جب وہ نوخیز تھی۔!

جب اس کی اُمنگیں جوان تھیں ــــ!

اور جب ــــ

وہ اپنے غریب والدین کے چھوٹے سے گھر میں رہتے ہوئے بھی صرف اس بات پر شادماں تھی کہ اس کی منگنی ایک خوبرو سے نوجوان سے ہو گئی تھی۔

اس نے اسے صرف ایک بار دیکھا تھا

اور پھر ــــ

ــــ بارہا وہ اس کے سپنوں میں آیا ــــ!

نئے نئے روپ لیکر ــــ!

وہ کبھی باغوں میں تتلیاں پکڑتے ــــ!

اور جو کبھی ــــ اس کا آنچل کسی خاردار ٹہنی میں اٹک جاتا ــــ

ــــ تو وہ کتنے پیار سے اس کا پلّو اپنے ہاتھوں میں لے کر ٹہنی سے الگ کرتا ــــ!

اور شرم و حیا سے اس کی آنکھیں جھک جاتیں

اور ــــ!

پھر کبھی وہ کشتی میں بیٹھے دُور ــــ بہت دُور ــــ بہتے چلے جاتے جیسے کبھی واپس نہ لوٹنا ہو ــــ اور پھر اس کی ماں اسے جھنجھوڑ کر جگا دیتی اور طعنہ دیتی ــــ کہ وہ گھوڑے بیچ کر کیوں سوتی ہے ــــ ماں کے اس ظلم پر وہ احتجاج کرتی ــــ منہ بسورتی ــــ اور آنکھیں موند لیتی ــــ اور

اُمید کرتی کہ ادھورا سپنا پھر وہیں سے شروع ہو جائے جہاں سے منقطع ہوا تھا ۔۔ مگر ماں بچاری بھی سچی تھی ۔۔۔ وہ کیا کرتی ۔۔۔ اکیلی عورت دمے کی مریض باپ ادھیڑ عمر اور سوا سو روپے ماہوار کا کلرک ۔۔۔ جس کی تنخواہ کا ایک معقول حصّہ بیوی کی دوائیوں کی نذر ہو جاتا ۔۔۔ !

مگر وہ معاشرتی محرومی سے ناآشنا ۔۔۔ اپنی جوانی کے نشہ میں سرشار سپنوں کی وادیوں میں کھوئی کھوئی سکول سے واپس آکر تمام دن بیل کی طرح کام میں جُتی رہتی ۔۔۔ اور رات گئے تک مطالعے میں مشغول رہتی۔ اس نے کبھی کوئی ایسا ناول یا افسانہ نہ پڑھا تھا ۔۔۔ صرف ایک دفعہ اے۔ آر خاتون کا ایک ناول "شمع" وہ اپنی سہیلی سے مانگ لائی تھی مگر اس کی والدہ نے اس کی سخت سرزنش کی ۔۔۔ جس کے بعد اس نے ماں کا حکم خدا کا فرمان سمجھا ۔۔۔ اور وہ صرف اپنی اسکول کی کتابوں میں محو ہو گئی ۔! صرف اس شوق میں ۔۔۔ کہ وہ آئندہ سال میٹرک کرے گی اور پھر اس کا بیاہ ہو جائے گا۔ اور پھر وہ ایک گھر کی مالکن ہو گی ۔۔۔ !

اس کا خاوند مہینے کی ہر پہلی تاریخ کو گھر آکر اس کی ہتھیلی پر اپنی تنخواہ رکھ دے گا ۔۔ اور وہ اپنی ماں کی طرح کچھ پیسے اپنے خاوند کی نظروں سے چُرا کر ایک بکس میں رکھ دیا کرے گی ۔۔۔ !

وہ اپنے ان ہی معصوم تصوّرات میں گھری وقت گزار رہی تھی ۔!

کہ ۔۔۔ !

اچانک اس کی زندگی میں ایک بم سا پھٹا ۔۔۔ !

ایک حادثہ ـــــ!
جو اس کی سیدھی سادھی زندگی میں زہر گھول گیا ـــ!
ایک روز وہ اسکول سے واپسی پر بس اسٹاپ پر کھڑی بس کے آنے
کی منتظر تھی ـــ!
اس روز آسمان پر کالے کالے بادل چھائے ہوئے تھے ـــ!
صبح ہی سے وہ ایک عجیب سی بے چینی محسوس کر رہی تھی ـــ!
ایک اضطراب جو اس کے فہم سے بالا تھا ـــ!
ایک بس آئی ـــ اور اس کی ساتھی لڑکیاں اس بس میں بیٹھ کر
اپنے گھروں کو چل دیں ـــ!
اور وہ تنہا کھڑی رہ گئی
سڑک پر سناٹا ہو رہا تھا ـــ!
دُور دُور کسی انسان کا دور دورہ نہ تھا
سکول کی عمارت بھی سنسان ہو گئی تھی ـــ!
اس روز پریکٹیکل کی وجہ سے وہ اپنی کلاس کی دوسری طالبات کے
ہمراہ دیر سے اسکول کی عمارت سے نکلی تھی ـــ!
"نہ جانے کیوں بس نہیں آرہی ـــ!"
ـــ اس نے اضطرابی کیفیت میں سوچا
اور سڑک پہ ایک موٹر سائیکل آتی نظر آئی
دو نوجوان ایک سکوٹر پہ بیٹھے چلے آرہے تھے ـــ!

سکوڑ عین اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا

"آپ کو لفٹ چاہیئے ۔!"

ایک لڑکے نے پوچھا

"جی نہیں ۔۔۔"

۔۔۔ اس نے جلدی سے کہا ۔۔۔ اور سمٹ کر اپنی نظریں جھکا لیں ۔۔۔!

کچھ بیقرار لمحے بیت گئے ۔۔۔!

مگر ۔۔۔ وہ دونوں وہاں سے ٹس سے مس نہ ہوئے ۔۔!

اس نے گھبرا کر نظریں اٹھائیں

اُن دونوں کی آنکھوں میں شیطان ناچ رہا تھا

"کیا خیال ہے ۔۔"

۔۔۔ ایک نے آنکھ مار کر دوسرے سے پوچھا

"موقع اچھا ہے ۔۔۔!"

اس نے گھبرا کر اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی

کوئی نہ تھا ۔۔!

کوئی نہ تھا جو اس کی مدد کو آسکتا ۔۔۔!

اس کے ذہن میں سیٹیاں سی بجنے لگیں

اور پھر دوسرے لمحے وہ دوڑ رہی تھی ۔۔۔!

حراساں ۔۔۔ آنکھوں میں وحشت لئے ۔۔۔!

مگر یہ اتنا آسان نہیں تھا

دوسرے ہی لمحے اسے اپنا بدن کسی مضبوط جسم میں جکڑا ہوا محسوس ہوا وہ چیلائی — !

مگر ساتھ ایک آہنی ہاتھ اس کے دہانے پر احاطہ کر گیا

پھر اسے اپنا وجود ہوا میں لہراتا ہوا محسوس ہوا — !

وہ دونوں اسے اُٹھا کر ایک قریب ہی اُجاڑ سے گیراج میں لے جا رہے تھے اس نے ایک نظر سڑک پر دیکھا

سامنے سے ایک تانگہ آ رہا تھا — جس میں کچھ سواریاں بیٹھی تھیں۔

اس نے اپنی تمام تر طاقت بروئے کار لاتے ہوئے اپنا آپ چھڑا لیا، اور تانگے کی سمت بھاگنے لگی — !

ان دونوں میں سے ایک نے بڑھ کر اسے دبوچ لیا — اور ایک زوردار تھپڑ اس کے دے مارا — !

وہ چکرا کر گر گئی — !

اتنے میں تانگہ ان کے سروں پر آن پہنچا — !

"کیا بات — لڑکی کو کیوں مار رہے ہو — !"

ایک آدمی نے جو کہ شائد تانگہ میں سے اُترا تھا — پوچھا

"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے — آپ دخل مت دیں"

— لڑکوں میں سے ایک بولا

وہ چیلا اُٹھی — !

"میں انہیں نہیں جانتی ہوں ــــ مجھے ان سے بچائیے"

"بکومت ــــ!"

ــــ وہی لڑکا بولا

"اسے مسٹر ٹھہرو ــــ"

تانگہ والا آدمی بولا ــــ پھر وہ حلیمی سے اسے پوچھ رہا تھا

"کیوں بیٹی ــــ یہ تمہارے کون ہیں"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں ــــ یہ غنڈے مجھے اٹھانا چاہتے تھے مجھے ان سے بچائیے ــــ! تانگے میں سے ایک اور آدمی اُترا ــــ وہ کچھ دیر اُسے غور سے دیکھتا رہا ــــ!

"تم سانڈے میں رہتی ہو"

"جی ہاں"

ــــ اس نے جلدی سے کہا

"بابو امیر الدین کی بیٹی ہو ــــ"

"جی ــــ جی ــــ!"

ــــ اس کی جان میں جان آئی ــــ!

"میں اس لڑکی کے محلے میں رہتا ہوں ــــ اور جانتا ہوں یہ ایک شریف آدمی کی بیٹی ہے ــــ مگر تم دونوں کون ہو"

ــــ اس نے گرج کر لڑکوں سے پوچھا

"ہم ــــ ہم ــــ"

اُس کی آواز لڑکھڑائی "اُس کے دوست ہیں ۔۔۔ !"

"یہ بکتے ہیں ۔۔۔ !"

۔۔۔ وہ چلّائی

"کیا تم نے ہمارے ساتھ بارہا فلمیں نہیں دیکھیں ۔۔۔ !"

ان میں سے ایک کمال ڈھٹائی سے بولا

"یہ جھوٹ ہے"

وہ رو دی ۔۔۔ !

"ٹھہرو"

۔۔۔ اُس کے محلّہ دار نے کہا

"تو کیا تم اس لڑکی کو جانتے ہو ۔۔۔ ؟"

"بالکل ۔۔۔ !"

"تو بتاؤ ۔۔۔ اس کا نام کیا ہے ۔۔۔ ؟"

"نام ۔۔۔ ؟"

۔۔۔ وہ ہکلایا "نام ۔۔۔ ثریّا ۔۔۔ !"

اور دوسرے لمحے ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر پڑا

"بکواس کرتے ہو ۔۔۔ حرامی ۔۔۔ پکڑلو ان دونوں کو اور پولیس کے حوالے کردو"

"پولیس کا نام سُن کر وہ دونوں حواس باختہ ہو گئے ۔۔۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ نسظر بچا کر سکوٹر پر بیٹھ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

"آؤ — شہناز بیٹی — میں تمہیں گھر لے چلوں"
اس کی عزت تو بچ گئی — !
مگر بات محلے تک پھیل گئی — اور پھیلتے پھیلتے اس کے ہونے والے
سسرال میں جا پہنچی — اور انہوں نے لڑکی کا کردار مشکوک جان کر رشتہ
توڑ دیا — !
یہ بات اس کے والدین کے لئے قیامت سے کم نہ تھی — !
دن بیت گئے — !
اس کے امتحانات ختم ہو گئے — !
وہ پاس ہو گئی — !
مگر — رشتے کی بات کہیں بھی نہ ٹھہر سکی — !
وہ حادثہ اس کے دامن سے چپک کر رہ گیا تھا — !
اور پھر ایک دن — ایک مکار صورت اور ادھیڑ عمر عورت ان کے
گھر آئی — !
اس کی ماں سے کچھ کھُسر پھُسر کرتی رہی — !
اور پھر اسے پتہ چلا کہ اس کا رشتہ طے ہونے والا ہے — !"
اور پھر ایک روز اس کے والد اور والدہ دونوں اس کے ہونے والے
شوہر کو دیکھنے گئے — !
جب وہ واپس لوٹے تو بجھے بجھے سے تھے — !
اس کی ماں اُسے ایک علیٰحدہ کمرہ میں لے گئی

"امیر گھرانا ہے ___ کھاتے پیتے لوگ ہیں ___ مگر ___"

اور اس کی سوالیہ نگاہیں ماں کے چہرے پر اٹک گئیں ___ !

"مگر ___ اس کی پہلی بیوی مرے ایک سال ہوا ہے ___ ایک لڑکا چھ سات سال کا ہے ___"

وہ خاموش اپنی ماں کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی ___ !

"ماں ___ !"

"بیٹی ___ والدین کی یہی خواہش ہوتی ہے ___ کہ ان کی اولاد پھلے پھولے ___ ! جب تو ماں بنے گی ___ تو تجھے اس چیز کا احساس ہوگا کہ جوان بیٹی کا بوجھ ماں باپ پر کتنا ہوتا ہے ___ !

"تو کیا میں بوجھ ہوں ___"

وہ رو دی ___ !

"نازو ___ !"

"ماں ___ !"

"نازو ___ تو سمجھتی نہیں ___"

"مگر ماں ___ !"

"بیٹی تجھے اپنے والدین کی بے کسی کی قسم ___ ضد نہ کر ___ اور اس وقت ہماری شرم رکھ لے ___ !"

اس نے چاہا کہ اس ظلم پر احتجاج کرے

مگر ___ !

مگر ـــــ ماں کی ویران آنکھیں گڑگڑا کر اس سے کہہ رہی تھیں۔ آنکھیں جن کے گرد غربت اور محرومی نے سیاہ حلقے ڈال دیئے تھے ـــ!

اور پھر اس نے اپنا سر جھکا لیا ـــ!

اس نے اپنا دم سا دھ لیا ـــــ زمانے کے ظلم وستم کے آگے

سادہ سی رسم کے ساتھ اس کا نکاح ہوگیا

اور ایک بڑی سی کالی موٹر آئی ـــــ جس میں بیٹھ کر وہ ـــــ اپنے سسرال چلی آئی ـــ!

ایک عالیشان کوٹھی ـــــ جس کی وسعت اور رکھ رکھاؤ ـــــ مکینوں کی امارت اور عظمت کی نشاندہی کر رہی تھی ـــ!

نوم ربڑ کے لچکیلے گدّے والے بڑے سے عروسی بیڈ پر وہ سُرخ جوڑا پہنے گھونگھٹ کاڑھے بیٹھی تھی ـــ!

قدموں کی چاپ پر وہ اور بھی سمٹ گئی ـــ!

دو سرد ہاتھ اس کے گھونگھٹ سے ٹکرائے ـــ!

"اُف میرے اللہ ـــ!"

مردانی آواز آئی

اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں ـــــ اور اس کا دل چاہا کہ کہہ دے ـــ

"اُف اللہ ـــــ!"

سامنے ایک معمّر آدمی بیٹھا تھا ـــــ جس کے بالوں پر سفیدی راج کر رہی تھی ـــــ!

"یہ ظلم ہے ___ سراسر ظلم ہے "

___ اس کا شوہر بولا

وہ حیران ہو کر سوچنے لگی ___ کہ یہ شخص ہر وہ بات کر رہا ہے جو اُسے خود کہنا چاہیئے تھی ___!

"شہناز "

___ اس کا شوہر اس سے گویا ہوا ___!

"مجھے معاف کر دینا ___ ہمارے ساتھ سراسر دھوکہ ہوا ہے ___ مجھے یہ بتایا گیا تھا ___ کہ تم ادھیڑ عمر ہو ___ مگر تم تو ابھی بچی ہو ___ تمہاری اُمنگیں جوان ہیں ___ اور مجھ بوڑھے کی تو قبر میں ٹانگیں ہیں ___ میں نے یہ شادی تو صرف نوید کے لئے کی ہے ___! اسے ایک ماں کی ضرورت ہے ___ اسے ایک سرپرست کی ضرورت ہے ___!"

اور یہ کہتے ہوئے اس کا شوہر ہاتھ ملتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا ___ اور کمرہ سے باہر چلا گیا ___!

دو برس بیت گئے ___ وہ اس ماحول میں گھل مل گئی ___ خان عزیز اللہ نے اسے شوہر کا تو نہیں البتہ باپ کا پیار ضرور دیا ___ نوید بھی اسے بیحد چاہتا تھا ___

اور پھر ایک روز خان عزیز اللہ کروڑوں کی جائداد اس کے اور نوید کے لئے چھوڑ کر دُنیا سے چل دیئے ___ اور وہ ایک بیوہ کی سی زندگی گزارنے لگی ___ کنواری بیوہ ___!

اتنی بڑی کوٹھی ـــــ دنیا کی ہر ممکن آسائش و آرام ـــــ جائداد ـــ کاروبار
مگر ان سب کے باوجود وہ تنہا تھی ـــ!
والدین بھی ایک حادثہ کا شکار ہو گئے ـــ جو اس کی تنہائی کو شدید تر
کر گئے ـــ!
اور پھر گرمیاں گزارنے وہ پہاڑ پر چلی آئی
سلمان کو دیکھ کر اسے اپنا سپنوں والا منگیتر یاد آ گیا
بیتے ہوئے دن پھر لوٹ آئے ـــ!
اس کی زندگی کے خاکے میں رنگ بھرنے لگا ـــ!

نازو ـــ!"
وہ چونک گئی
سلمان آنکھیں کھول کر بغور اسے دیکھ رہا تھا ـــ!
"آپ کب آئیں ـــ؟
"کیسی طبیعت ہے اب آپکی ـــ!
ـــ اس نے اپنائیت بھرے لہجہ میں پوچھا
"کچھ بہتر ہی محسوس کر رہا ہوں ـــ!"
اور پھر وہ اس کی دوا گلاس میں انڈیلنے لگ گئی ـــ!

❁

آج اتوار تھا ۔۔۔!

پچھلے کئی روز سے چاند کا ظفر سے سامنا نہ ہو سکا تھا

چاند عموماً دیر سے سو کر اٹھتی اور ظفر علی الصبح دفتر چلا جاتا ۔۔۔! اور رات گئے گھر لوٹتا ۔۔۔

چاند نے دو بار ظفر کے کمرے میں نوٹ بھی لکھکر رکھ دیا تھا ۔ کہ فلاں جگہ دعوت ہے ۔۔۔ مگر ظفر پھر بھی معیّنہ وقت پر نہ پہونچ سکا ۔۔۔

چاند ابھی تک یہ طے نہ کر پائی تھی کہ ظفر کی مسلسل غیر حاضری اور اس سے دوری اس کی عدیم الفرصتی کا باعث تھی ۔۔۔ یا پھر وہ اس سے جان بوجھ کر ہی اجتناب برت رہا تھا ۔۔۔!

پچھلے سنڈے وہ صبح صبح اپنی سہیلیوں کے ہمراہ رائڈنگ کے لئے کلفٹن چلی گئی تھی ۔۔۔ اور جب پچھلے پہر وہ وہاں سے لوٹی تو ظفر اختر کے ساتھ پکچر دیکھنے چلا گیا تھا ۔۔۔!

سورج کی سنہری کرنیں اس کی کھڑکیوں کے پردوں سے چھن چھن کر اندر آ رہی تھیں اور وہ اپنے فوم ڈبل بیڈ پر ٹانگیں پسارے اپنے خیالات میں غلطاں تھی ــــ!

آج وہ کہیں نہیں جائے گی ــــ!"

اور مسٹر معروف سے مل کر دو دو باتیں کرے گی ــــ!"

وہ ایک جھٹکے سے اپنے بیڈ پر سے اُٹھ بیٹھی ــــ سامنے قدآدم آئینہ میں ریشمی نیلی نیگھی سے جھانکتا ہوا اس کا گدرایا ہوا بدن اس کی توجہ اپنی جانب کھینچ رہا تھا ــــ

وہ اُٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سٹول پر جا بیٹھی ــــ!

میکس فیکٹر ــــ یارڈلے ــــ الزبتھ آرڈن ــــ آؤٹ ڈور گرل اور میڈورا آف لندن سے آراستہ ٹیبل معطر ہو رہی تھی ــــ!

اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی ــــ اور پھر اپنے سنہری بالوں میں برش کرنے لگی اور مغربی دھن اس کے لبوں پر سیٹی کی آواز میں کھیلنے لگی ــ

عین اس لمحہ اسے زرّین کا مسکراتا چہرہ آئینے میں دکھائی دیا

" توبہ ــ کی جوانی اے ــــ کی نادانی اے ــــ کی جوش اے ــــ کی خروش اے ــ"

زرّین رنگیلے کی نقل اتارتے ہوئے بولی

اور چاند نے شرما کر اپنا برش زرّین کے دے مارا

" کمبخت تو صبح صبح کہاں چلی آئی ــــ کیا تجھے اتوار کو بھی آرام نہیں ــ"

زرین نے بمشکل تمام اپنا آپ اس کے نشانے کی زد سے بچایا ــــ اور ایسا کرتے ہوئے وہ بیڈ پر تقریباً گر سی گئی ــــ !

"مہمان نوازی تو تمہاری تمام برصغیر میں ڈنکے کی چوٹ کی طرح مشہور ہے۔"
چاند کا ہنس ہنس کر بُرا حال ہو رہا تھا

"اری کمبخت بہت چہک رہی ہے ــــ کہیں ننگیلے سے نو ڈیٹ تو نہیں تھی کل شام ــــ"!

"کیوں میں نے ہانگ کانگ کے نلکوں کا پانی پیا تھا اس گھوڑے کے ساتھ ــ"

"اللہ آج تو فی البدیہہ چلی جا رہی ہو ــ"

"اب تو ایسا ہی ہوگا جناب ــــ کھیلنا ہو تو کھیلیں ــ"

"اچھا دفع ہو ــــ جا کھیل جا کر اپنے ہانگ کانگ والے مسخرے کے ساتھ ــ"

"اور ہاں یہ تو بتاؤ ــــ کہ کل کہاں تھیں ــــ کئی دفعہ فون کیا ہر دفعہ جواب ملا کہ میم صاحبہ گھر پر نہیں ہیں ــ"!

"کل سیٹرڈے نائٹ تھی ــــ اور مہذب دُنیا کے لوگ یہ شام گھر سے باہر گزارتے ہیں ــ"

"جی ہاں ــــ میں جو کل ہی افریقہ سے چلی آ رہی ہوں ــ"

"تو پھر جناب آپ کو ہماری کیا پڑی تھی ــ!"

"کل میں تنہا تھی ــ!"

" تو کیا ممّوا لوئی جی انتقال کر گیا ہے "

" اری نہیں زرّین ــــ "

چاندا داس سے لہجہ میں بولی

" وہ اب مجھے بور کرتا ہے "

" توبہ توبہ ــ اے لڑکی تو ہے کیا چیز ــــ کہیں ایک جگہ تمہارا دل بھی لگے گا یا نہیں "

" سوچتی ہوں ــــ اب تو اس کمبخت دل کو لگا ہی لوں "

چاندا آہستہ سے بولی

" اچھا "

زرّین نے بیتابی سے کروٹ بدل کر کہا

" ہوں ــ ! "

" کون ہے وہ خوش نصیب ــ ! "

" ہے ایک "

" ہوں ــ تو یہ بات ہے ــ سچی جلدی سے اس کا نام بتادے ــ نہیں تو میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا "

" پہلے تو اپنا ہارٹ فیل ہو لینے دے ــــ پھر بتاؤں گی "

" اللہ اب بور نہ کرو "

زرّین مچل گئی ــ

چاندا نے اپنی خوبصورت آنکھیں زرّین کے اشتیاق بھرے چہرے پر

مرکوز کر دیں اور زرّین ایک عورت ہوتے ہوئے بھی ان کی گہرائی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی ۔

قدرت نے چاند کے ساتھ کتنا انصاف برتا ہے "

اس نے سوچا

" اگر یہ کسی کو ایک نظر بھر کر دیکھ لے تو ممکن ہی نہیں کہ کوئی گھائل نہ ہو کسی جھیل کی مانند گہری اور شفاف آنکھیں اور ان پر پلکوں کا غلاف جیسے کوئی مور چھل "

چاند ہنوز خاموش مسکراتی آنکھوں سے اسے تکے جا رہی تھی اور چاند کی اس ادا پر زرّین کو پیار آ گیا۔

— اس نے بڑھ کر اپنی بانہیں چاند کے گلے میں ڈال دیں چاند بھی مسکرا کر اس سے لپٹ گئی — !

" تو پھر بتایا نہیں "

زرّین نے دھیمے سے پوچھا

" کیا —؟"

" کون ہے وہ "

" کہا جو — ہے ایک "

" اُوں — ایسے نہیں چلے گا "

چاند قدرے سنجیدہ ہو گئی

" زرّو — ڈرتی ہوں "

"کس بات سے ---!"

"کہتے ہیں کہ بات جب تک ہونٹوں پر نہ آئے بات رہتی ہے --- اور ہونٹوں پر آنے کے بعد اپنی وقعت کھو بیٹھتی ہے ---"

"اچھا چھوڑ اپنی یہ بے تکی منطق --- اور بتا اس کا نام ---؟"

"بتا دوں ---"

"ہاں بتا دے ---"

زرّین کی بے تابی نقطۂ عروج کو پہنچی ہوئی تھی ---!

"تو --- اس کا نام ہے ---!"

ابھی اس نے اپنا فقرہ مکمل بھی نہ کیا تھا --- کہ کمرہ میں دستک کی آواز آئی ---!

"کم اِن ---!"

چاندنے آواز دی

اور دروازہ کھلتے ہی اختر کا مسکراتا چہرہ دکھائی دیا ---

زرّین کا چہرہ کسی شگفتہ گلاب کی مانند کھل سا گیا

"آخاہ --- بڑے بڑے لوگ آج صبح ہی صبح ہمارے غریب خانے پر آئے ہوئے ہیں ---!"

وہ ہمیشہ کی طرح مسکراتی ہوئی نظروں سے زرّین پر گاڑتے ہوئے بولا

زرّین لجا کر رہ گئی

"ہاں جب چھوٹے لوگوں کی مصروفیت حد سے تجاوز کر جائے تو بچارے

بڑے لوگوں کو آنا ہی پڑتا ہے "

" نہیں ـــــ خدا کی قسم ـــ کل شام ایک میٹنگ کے سلسلے میں ہی ایڈوائس فلائی کرنا پڑا تھا ـــــ!"

" کوئی نئی بات نہیں ہے ـــ!"

زرّین روٹھنے کے سے انداز میں بولی

" مگر ـــ!"

" بس رہنے دیجئے ـــ"

چاند ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی دونوں کی گفتگو سنتے ہوئے یہ محسوس کر رہی تھی کہ جیسے وہ دونوں اس کی موجودگی سے سرے ہی سے بے خبر ہوں چنانچہ مجبوراً اسے کھنکار کر یاد دہانی کرانی پڑی ـــ

" میرے خیال میں مدعا علیہ اور مدعی دونوں یہ بھول رہے ہیں کہ انہیں اپنی اس پرسنل قسم کی گفتگو کی محویت میں شائد یہ بھی یاد نہیں کہ یہ ہل پارک کا کوئی گوشہ نہیں ـ بلکہ مجھ غریب کا بیڈ روم ہے اور مجھے ابھی بہت سے ضروری کام کرنے ہیں جن میں باتھ روم اور کپڑے بدلنا وغیرہ جیسی اہم ضروریات بھی شامل ہیں لہٰذا آپ مہربانی کر کے دونوں ہی یہاں سے ایک دو تین ہو جائیں تو بہتر ہے "

" بھئی چاند بی بی ــــــــــــــــــــــــــ یہ تو بہت زیادتی ہے ــــــ!"

اختر نے کہا

"جبھی تو میں کہتی ہوں کہ اس کی مہمان نوازی تمام برِصغیر میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔"

"آؤٹ ــــ!"

چاند ہنستے ہوئے ان دونوں کو دھکیلتی ہوئی دروازے سے باہر تک لے گئی ــ!

ناشتے کی میز پر سبھی موجود تھے
مسٹر اور مسز رحمٰن ــــ خالہ ــــ اختر ــــ چاند اور زرین ــــ مگر ظفر ابھی تک کمرہ سے باہر نہ نکلا تھا ــــ
"ظفر صاحب کو بولو ــــ کہ ناشتہ پر سب لوگ ان کے منتظر ہیں"
مسز رحمٰن نے خانساماں کو کہا
اور خانساماں مؤدبانہ طور پر آداب بجالاتے ہوئے وہاں سے چلا گیا
چند لمحوں بعد چاند نے دیکھا کہ سب کی نظریں بالائی سیڑھی کی جانب اٹھ گئی ہیں ــــ!
شائد ظفر آرہا تھا ــــ!
وہ اسے اس لئے نہ دیکھ سکی کیونکہ اس کی پشت سیڑھیوں کی جانب تھی مگر زرین کی آنکھوں کی غیر معمولی چمک اس بات کی چغلی کھا رہی تھیں ــــ!
ــــ کہ آنے والا ظفر ہی تھا

"صبح بخیر ـــــ"

ایک گمبھیر سی آواز فضا میں گونجی ـــــ!

اور ظفر گھڑاک سے زرّین کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا ـ

حالانکہ ایک کرسی چاند کے بغل میں بھی خالی تھی

چاند خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مصروف رہی

مگر اس کی متحرک انگلیاں ـــــ اس کی بانہیں ـــــ اس کے بدن کا ایک ایک حصّہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھا ـــــ کہ ظفر کی چھیدتی ہوئی نظریں اس کا طواف کر رہی ہیں ـــــ!

مگر وہ چاہتے ہوئے بھی اپنی نگاہیں اپنے سامنے رکھی ہوئی پلیٹ پر سے نہ اٹھا سکی ـــــ!

"رات کا پروگرام کیسا تھا ـــــ؟

اختر نے پوچھا

"ونڈرفل ـــــ کیوں زرّین ـــــ؟

ظفر نے کہا ـ

زرّین کے نام پر چونک کر چاند نے اس کی جانب دیکھا —— وہ کہہ رہی تھی —!

"بہت اچھے —— رات کی پکچر انتہائی دلچسپ تھی — !"

"کونسی پکچر — ؟

چاند سے نہ رہا گیا

"Moment to Moment"

زرّین مسکراتے ہوئے بولی

اور چاند کا چہرہ اتر سا گیا

—— تو رات زرّین ظفر کے ساتھ تھی —— جب ہی صبح اتنی چہک رہی تھی —— جیسے قارون کا خزانہ لے آئی ہو ——"

وہ بجھ سی گئی

اُف اللہ ——

معاً اُسے خیال آیا

"شکر ہے جو آج صبح اس نے زرّین کو نام نہیں بتایا —— ورنہ اِسے کتنی خفت اٹھانا پڑتی ——

اور یہ ظفر —— کیا ہو گیا ہے اسے —!"

اُس نے نظر اٹھا کر ظفر کی جانب دیکھا

ظفر بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا

نیند کا خمار ابھی تک اس کی آنکھوں سے نمایاں طور پر جھلک رہا تھا

وہ کھوئی کھوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی
اور وہ بھی چند ثانیئے اسے ٹکٹکی باندھے تکتا رہا ۔۔۔ !
معًا اس کی نظر زرّین کی جانب جا پڑی ۔۔۔ جو اسے گھور رہی تھی
ایک پریشان کُن سی لہر اس کے تمام بدن میں دوڑتی چلی گئی ۔
اور

وہ بے دلی سے ناشتہ چھوڑ کر اٹھ بیٹھی
"کیا بات ہے بیٹی ۔۔۔ ناشتہ ٹھیک سے نہیں کیا ۔"
رحمٰن صاحب پوچھ رہے تھے
"بھوک نہیں ہے ڈیڈی ۔۔۔ !"
اور وہ اپنے کمرے کی جانب چل دی ۔۔۔ !

❁

آج وہ کئی دنوں کے بعد لکھنے بیٹھی تھی ـــــ

خیالات تھے کہ اُلجھ اُلجھ کر بھٹک جاتے تھے ـــــ اور بارہا کوشش کے

باوجود وہ کچھ بھی نہ لکھ سکی ـــــ!

یہ مجھے کیا ہو گیا ہے ـــ!

اس نے سوچا

پہلے تو وہ ایسی ہر گز نہ تھی ـــــ

جب چاہا

جس وقت چاہا

اس نے اپنے آپ کو ہر سانچے میں ڈھال لیا ـــــ

لکھنے بیٹھی تو صفحات کے صفحات کالے کر دیئے

باتوں میں مشغول ہوئی تو دنیا جہاں سے بے خبر اپنے آپ میں مگن ہو گئی

مگر ـــــ!

اب تو اسے ہر چیز مختلف دکھائی دیتی
تھی اکر اپنا آپ بھی اجنبی اجنبی سا محسوس ہوتا ـــ
وہ اپنا ہر روپ پہچانتی تھی
مگر

یہ روپ تو نرالا تھا ـــ
انوکھا تھا ـــ
نیا تھا ـــ
اس کے تصوّرات اس کے اپنے نہ رہے تھے ـــ!
خیالات اپنے نہ رہے تھے
کوئی بُری طرح بس گیا تھا اس کے خیالات میں ـــ
ایک عجیب سی کسک ہر لمحہ اسے بے چین کئے دیتی ـــ
یا اللہ
وہ کس مشکل میں گرفتار ہو گئی تھی
ایک ہستی جسے وہ عرصے سے جانتی تھی ـــ!
اور
جس کے لئے اس کے دل میں کوئی جگہ نہ تھی
آناً فاناً اُسے ایکدم کیوں بھا گئی
کیوں اس کا صبر و قرار چھین کر لے گئی
ظفر

یہ تم نے مجھے کیا کر دیا ہے۔

میں اپنے آپ میں نہ رہی۔

یہ تم نے کیسی کسک میرے دل میں پیدا کر دی ہے۔!

جس کی چبھن مجھ سے میرا صبر و قرار لے گئی ہے"

یہ کونسا انداز اختیار کیا ہے تم نے

کہ ۔۔۔ ہر وقت مجھے گھورتے بھی رہتے ہو

اور ۔۔۔ بات بھی نہیں کرتے

آنکھیں نہ جانے کیسے کیسے پیغام دیتی ہیں

مگر

لب ہیں کہ اُن پر تالے پڑے ہیں ۔۔۔!"

اسے ایک دم سے اپنے پہ غصہ سا آ گیا ۔!

آخر وہ اپنا مدعا اس سے بیان کیوں نہیں کر دیتی ۔۔"

کیوں نہیں اُسے کہہ دیتی ۔۔

کہ وہ بے چین رہتی ہے ۔۔ ہر اس لمحہ جب وہ اس سے دور ہوتا ہے۔

اس کے کان ہر دم اس کے قدموں کی آہٹ سننے کے منتظر رہتے ہیں وہ کیوں مزید اسے تڑپا رہا ہے

کیوں نہیں اس سے کہہ دیتا

ایک دفعہ پھر وہ سب کچھ کیوں نہیں کہہ دیتا ۔۔ جو اس نے خط میں لکھا تھا ۔۔!

مگر ــــ!

شائد وہ اس سے ناراض ہے ــــ!

ہو سکتا ہے ــــ متنفر بھی ہو ــــ اس کے نازیبا سلوک سے متنفر ــــ!

تبھی تو وہ زرّین کے ساتھ فلم دیکھنے چلا گیا تھا

اسے یہ بھی خیال نہ آیا کہ اس کے دل پر کیا گزرے گی ــــ!

مگر وہ اس کا کیوں خیال کرتا ــــ جبکہ اس نے خود بھی اس کی محبت کا جواب محبت سے نہیں دیا ــــ ہمیشہ اس کی محبت کا تمسخر اڑایا

اور اس زرّین کو کیا حق ہے کہ اسکی محبت پر ڈاکہ ڈالے ــــ

وہ یقیناً جانتی ہے ــــ کہ وہ ظفر سے محبت کرتی ہے ــــ پھر بھی وہ ظفر سے گھل مل کر رہتی ہے۔

ــــ وہ اس کے جذبات سے کھیل رہی ہے ــــ!

زرّین ــــ تم کمبخت پہلے تو ایسی نہ تھیں ــــ"

تم تو میری سہیلی تھیں ــــ!

میری ہمراز ــــ!

غم گسار ــــ!

ــــ پھر تم کیوں میرے احساسات کو مجروح کرنے پر تل گئی ہو

اور پھر اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا

بھلا زرّین بچاری کا کیا قصور

یہ آگ تو اس کی اپنی لگائی ہوئی تھی

—— اور اسے خود ہی اس آگ میں جھلسنا تھا
اسے خود ظفر سے بات کرنی چاہیئے۔
مگر ——
پھر ایک خیال اس کے ارادے کے آڑے آگیا
جس طرح وقت نے اسے بدل کر رکھ دیا —— عین ممکن ہے کہ ظفر بھی اب بدل گیا ہو —— کہیں اب اعتراف محبت اس کی سبکی کا بہانہ نہ بن جائے
ظفر نے اپنے دل میں کسی اور کو نہ بسالیا ہو۔
منتشر خیالات کی اس دوڑ میں وہ تھک کر رہ گئی
اس کا جوڑ جوڑ دکھنے لگا —— !
اور وہ اٹھ کر باتھ روم میں گھس گئی
ٹب میں اس نے گرم پانی کا نل کھول دیا ——
پانی کی پھوار کی آواز اور گرم گرم بھاپ سے تمام غسلخانہ سیر ہو گیا
اس نے ببل باتھ کے سالٹ پانی میں ملا دیئے ——
تمام ٹب جھاگ جھاگ ہو گیا
اور وہ کپڑے اتار کر ٹب میں بیٹھ گئی
گرم پانی نے اس کے تھکے ہوئے اعصاب پر امرت کا سا اثر کیا ۔
اور اسے ایسا لگا ——
—— جیسے وہ سب کچھ بھول گئی ہو ——
وقتی طور پر کوئی فکر دامن گیر نہ رہا ہو —— !

اور اسی لمحہ گانے کی یہ دھن اس کے لبوں پر سرسرانے لگی
دو تین بار وہ یہ دھن گنگناتی رہی ـــــ!

اور پھر
اسے اپنے آپ پر بے اختیار ہنسی آگئی ـــــ!
اور وہ کھلکھلا کر زور زور سے ہنسنے لگی ـــــ!
وہ رگڑ رگڑ کر صابن اپنے جسم پر مل رہی تھی جیسے ظفر کی محبت کو بھی صابن
کے جھاگ میں بہا دینا چاہتی ہو
محبت ـــــ
جو یکطرفی ہو ـــــ!
جس کا جواب دینے والا سویا ہوا ہو
وہ بہا دینا چاہتی تھی ہر اس احساس کو جو اسے ہر پل بے کل کئے دیتا
تھا ـــــ!"

وہ ـــــ
اس امریکن لڑکی کی طرح بھول جانا چاہتی تھی ـــــ اس فرانسیسی کو ـــــ

جو ـــــ
ـــــ اس کے اعصاب پر تو چھا گیا تھا
مگر ـــــ
ـــــ اپنے سامنے اپنا گھناؤنا ماضی بھی اس پر تھوپ رہا تھا
وہ بھی ظفر کی محبت کو بھلا دینا چاہتی تھی

جس کے اعتراف میں اس کی سُبکی کا اندیشہ تھا
جس کو پانے کی سعی میں اسے اپنی انا چکنا چور ہوتی نظر آرہی
تھی ——— !

٭

نازو کی اَن تھک تیمار داری کی بدولت سلمان رو بصحت ہوتا چلا گیا۔ مگر کبھی کبھار کھانسی کا دَورہ جو اُٹھتا تو اُسے بے حال کر جاتا ــــ مگر اس نے کبھی بھی کسی سپیشلسٹ کو کنسلٹنٹ کرنے کی تکلیف گوارہ نہ کی۔

نازو نے بارہا اصرار بھی کیا ــــ مگر سلمان یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ وہ اچھا بھلا ہے ــــ اور پھر کون کسی بڑے شہر میں سپیشلسٹ کو کنسلنٹ کرنے جائے۔

نازو کو سلمان کی اس علالت کا ایک فائدہ ضرور ہوا کہ اسے سلمان کے قریب رہنے کا موقع میسّر آ گیا ــــ وہ سلمان کے لئے ایک اچھا رفیق ثابت ہوئی اور اس بات کا کم از کم دل میں سلمان بھی معترف تھا۔

وہ اکثر نازو اور چاند کا موازنہ کیا کرتا ــــ نازو کسی لحاظ سے بھی چاند سے کمتر نہ تھی ــــ!

مگر چاند کی بات اور تھی ــــ

اس کا تصور اسے سپنوں کی دُنیا میں لے جاتا ــــ

اور
نازو کے لئے وہ اپنے دل میں محض ایک دوست سے زیادہ جگہ نہ پا سکا
وہ دیکھ رہا تھا کہ نازو کس ڈگر پر چل رہی ہے اس نے بارہا تہیہ
کیا کہ نازو کو صاف صاف الفاظ میں واضح کر دے کہ وہ ایک سائے کے پیچھے
بھاگ رہی ہے!
لیکن پھر وہ اپنے ارادے سے باز آ جاتا
شائد ایک معصوم کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی اس میں ہمت نہ تھی۔
پہاڑ کا ماحول خشک سا ہوتا جا رہا تھا سردی شروع ہو جانے کی
وجہ سے موسم گرما گزارنے والے لوگ تقریباً تقریباً جا چکے تھے۔
کلب کی شامیں بھی اپنے اندر وہ رنگینیاں لئے ہوئے نہ ہوتیں
چند مستقل ممبر اکا دکا آ جاتے!

آج!
نازو سلمان کو زبردستی کلب لے آئی تھی۔
نازو نے بارہا یہ کوشش کی کہ وہ سلمان سے چاند کے بارے میں استفسار
کرے مگر سلمان ہمیشہ ہی ٹال جاتا۔
اور نازو نے یہ بھی محسوس کیا کہ سلمان جب اس سے گفتگو کرتا ہے
تو اس کی آنکھوں میں ایسے کوئی جذبات نہ ہوتے جو ایک خوبصورت
عورت کو دیکھ کر ایک مرد کی آنکھوں میں نمایاں ہونے چاہئیں۔
اور نتیجتاً وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ عین ممکن ہے کہ وہ اسے ایک

دوست تو تصور کرتا ہو ـــــ لیکن اسے اپنی شخصیت سے خاطر خواہ انداز میں متاثر کرنے میں وہ کامیاب نہ ہوئی ہو ـــ!

اور یہی سوچ کر اس نے آج اپنے آپ کو اپنی عادت و معمول کے برعکس سنوارہ تھا ـــ اس نے سلیولیس شرٹ جس کا گلا خاصا کشادہ تھا ـ پہنی تھی ـــ جس میں اس کے مرمریں جسم کی نمائش نہ ہونا تقریباً ناممکن تھا وہ زیادہ وقت بیٹھے برج کھیلتے رہے ـ

نازو کا دوپٹہ بار بار اس کے مرمریں سینے پر سے ڈھلک جاتا۔

مگر

شائد وہ ایک پتھر کے بُت کے سامنے بیٹھی تھی ـــ!

وہ جھنجلا اُٹھتی ـــــ لیکن پھر اسے سلمان کی سادگی پر پیار آجاتا اور وہ پھر سے ہنستے بولنے لگتی ـــ!"

وہ برج کھیلتے کھیلتے بور ہوگئی

"میرے خیال میں اب چلیں"

اس نے کہا

"ہوں ـــ"

سلمان نے چونک کر کہا

"اوہ ـــ ہاں ـــ چلیں ـــ!"

اور وہ کلب سے باہر نکل آئے

باہر رات سرد ہو رہی تھی ـــ

نازو کی مرسیڈیز پارک وے میں کھڑی تھی

نازو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی اور سلمان اس کے ساتھ ـــــ اور پھر چند لمحوں بعد گاڑی پہاڑ کی ٹیڑھی میڑھی سڑکوں پر دوڑنے لگی ـ!

سلمان آج کچھ معمول سے زیادہ سنجیدہ اور خاموش تھا ـــــ گاڑی میں بھی وہ اک چُپ سی سادھے ہوئے تھا

آخر کار نازو نے سکوت سے گھبرا کر کہا

"سلمان صاحب ــ یہ پُراسرار خاموشی ـــــ کچھ بور کر رہی ہے ـ"

"ہوں ـــ"

"صرف ـــ" ہوں سے تو کام نہیں چلے گا ـــــ کچھ باتیں کیجئے ــ!"

"کیا بات کروں ـــ؟"

"کچھ بھی ــ موسم کے بارے میں ــــ اپنے بارے میں ـــ میرے بارے میں ـــ اور نہیں تو پھر میرے نئے لباس کے بارے میں ـ"

سلمان چند لمحوں کے لئے خاموش رہا ـــ

وہ شائد اپنے الفاظ کو تول رہا تھا ــــ اور نازو ان الفاظ کو سننے کیلئے بے تاب ہو رہی تھی ـ

بالآخر سلمان گویا ہوا ـــ

"میں سوچ رہا تھا کہ آپ سے کچھ کہوں ـــ اور بہرحال اب آپ نے خود ہی تذکرہ کر دیا تو میں یہ کہوں گا ـــ!

"کیا ــ؟"

وہ جلدی سے بولی

"یہی ___ کہ یہ لباس آپ نے کیوں پہنا ہے ___"

"کیوں ___ ؟"

"اس میں آپ وہ نہیں لگتیں جس کا تصور میرے دل میں ہے ___"

"کیسا تصور ___ ؟"

نازو نے اشتیاق سے پوچھا

"ایک ایسا تصور جس میں آپ کو ایک دوست ___ ہمدرد ___ غمگسار اور نہ جانے کیا کیا سمجھتا ہوں ___ اور یہ لباس میری نظر میں آپ جیسی ہستی کیلئے عامیانہ ہے"۔

نازو کو یوں محسوس ہوا جیسے اسے اپنی کئی ہفتوں کی محنت کا ثمر مل گیا ہو ___

وہ مسکرا دی ___ اور آہستگی سے بولی

"میں تو سمجھی تھی کہ آپ ایک پتھر کے بُت ہیں ___ مگر آپ تو ___"

"پتھر نہیں ہوں ___ !"

سلمان نے ہنس کر بات پوری کر دی ___ !

وہ گھر آ گئے تھے

سلمان اپنے گھر کے سامنے کار سے اُتر کر بولا

"اچھا ___ تو پھر اجازت ہے ___ !"

"آپ کی خوشی ___ مگر سُنا ہے کہ مہذب سوسائٹی میں ڈیٹ کے بعد لڑکے کا فرض ہوتا ہے کہ وہ لڑکی کو اس کے گھر پہنچائے ___ !"

نازو نے کہا ___

" اوہ ــــ "

سلمان مسکرا دیا ــــ !

" آپ بجا فرماتی ہیں ــــ مجھ سے واقعی بھول ہوئی ــــ چلئے آپ کو گھر تک چھوڑ آؤں ــــ "

" چلئے ــــ !

وہ موتیوں ایسے سفید دانت دکھاتے ہوئے بولی

سلمان پھر کار میں بیٹھ گیا ــــ نازو نے کار لے جا کر اپنی کوٹھی کے گیٹ کے سامنے روکی ــــ ہارن بجایا ــــ نوکر بھاگتا ہوا آیا ــــ اس نے دروازہ کھولا ــــ !

نازو نے گاڑی گیراج میں پارک کی ــــ پھر دونوں چلتے چلتے پورچ تک آ گئے ــــ !

" لیجئے مس شہناز ــــ آپ کا دولت خانہ آ گیا ــــ "

" ارے اتنی جلدی ــــ "

نازو مصنوعی حیرت سے بولی

" جی ہاں ــــ آپ ہماری ہمسائی جو ٹھہریں ــــ "

" آج تو دل چاہتا ہے کہ یہ کم بخت گھر کم از کم ایک سو میل دُور ہوتا ــــ ! "

" تو ہم آپ کو سو میل دُور بھی لے جاتے ــــ "

" سچ ــــ ! "

" بالکل سچ ــــ ! "

"تو چلیئے آپ کو انعام کے طور پر ایک پیالہ کافی کا پلایا جائے"

"نہیں مس شہناز ـــ اب دیر ہو رہی ہے ـــ پھر کبھی سہی ـــ!"

"انعام کا موڈ ہمارا روز روز نہیں ہو گا ـــ!"

"یہ بات ہے ـــ"

"جی ـــ یہی بات ہے"

ـــ اس نے ایک ادا سے کہا۔

"تو چلیئے ـــ آپ بھی کیا یاد کریں گی ـــ!"

❖

یہ پہلی دفعہ تھی جو سلمان نازو کے گھر آیا تھا ــــ حالانکہ ان کے گھروں کے درمیان ایک دیوار حائل تھی ــــ

ــــ یہ ایک چھوٹی سی بنگلہ نما کوٹھی تھی ــــ باہر ایک خوبصورت نیم پلیٹ آویزاں تھی ــــ جس پر مسز ایس عزیزاللہ کندہ تھا ــــ!

غالباً نازو کی والدہ ہوں گی ــــ!

وہ بھی کتنا بیوقوف تھا ــــ اس نے کبھی نازو کے بارے میں دریافت کرنے کی ضرورت نہ محسوس کی تھی حالانکہ اسے نازو کا بے حد ممنون ہونا چاہیئے تھا جس نے شدید بیماری کی حالت میں اس کی تیمارداری کی تھی ــــ اور یہ نازو کی سادہ طبیعت ہی تھی ۔ جو وہ یوں اس سے گھل مل گیا تھا ــــ ورنہ لڑکیوں سے تو اسے خدا واسطے کا بیر تھا ــــ!

مگر پھر چاند کے آجانے سے وہ اپنے عہد پر کاربند نہ رہ سکا تھا ۔

کتنا عرصہ گزرا اسے چاند اور ظفر کی کوئی اطلاع نہ ملی تھی ــــ آخر

کا خط بھی آئے عرصہ ہوا تھا۔

جانے ان میں کیسی گزر رہی ہو ___؟

ظفر کہیں چاند کو مرعوب نہ کرلے ___ وہ کم بخت اسمارٹ بھی تو بہت ہے"

"کیا سوچ رہے ہیں ___"

وہ چونک گیا

اس نے دیکھا ___ کہ وہ نازد کے کشادہ ڈرائننگ روم میں بیٹھا کافی کا پیالہ ہاتھ میں لئے اپنے خیالوں میں بھٹک رہا تھا ___!

"کچھ نہیں ___"

ایک اُداس سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر کھیل گئی ___!

ناز چند لمحے اس کی آنکھوں میں کچھ تلاش کرتی رہی ___ جیسے کوئی الجھی ہوئی گتھی کو سلجھا رہی ہو ___!

وہ بھی کچھ دیر کھوئی کھوئی نظروں سے نازد کو تکتا رہا ___ مگر پھر شائد رعب حسن سے اس کی آنکھیں سرنگوں ہوگئیں ___"

" سلمان صاحب ___ آپ کو سمجھنا ___ بہت دشوار ہے ___!"

"کیوں ___!"

" اس لئے کہ آپ ایک پہیلی سے کم واقع نہیں ہوئے ___"

" حالانکہ ___ بڑے بوڑھے پہیلی عورت کو گردانتے ہیں ___"

___ اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ___!

" کبھی آپ کو کسی نے بتایا ہے کہ آپ کی مسکراہٹ بڑی دلکش ہے ___"

نازو نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا
اور سلمان نے ایسا محسوس کیا جیسے وہ شرما رہا ہو — !
" یہ لڑکیاں — سب ایک جیسی ہوتی ہیں "
چاند بھی عجیب و غریب بات کہہ جایا کرتی تھی — !
اب وہ بھلا نازو کی اس بات کا کیا جواب دے — وہ کیسے نازو کو
کہے کہ تم پہلی لڑکی نہیں ہو جس نے یہ بات اسے کہی ہو — یہ بات اسے کہی ہو —
یہ بات تو رخشی نے بھی کہی تھی — مگر —
— وہ تو بے وفا نکلی — !
وہ الجھ گیا
" تذبذب اور پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی
" آپ بڑے عجیب ہیں — ! "
— نازو کہہ رہی تھی
" جی — ! "
وہ سٹپٹا گیا
اور نازو کھلکھلا کر ہنس پڑی
کھلکھلا کر ہنستے وقت یہ کتنی خوبصورت لگتی ہے "
— سلمان نے سوچا۔
مگر — اس لمحے اس نے محسوس کیا جیسے نازو کے پیچھے — دور اس
کے تحت شعور کے پیچھے ایک ہستی گہری نظروں سے اس کی طرف گھور رہی ہو۔

چاند — !

وہ بیتاب ہوگیا

چاند — میں تمہیں بھول بھی نہیں سکتا۔"

یہ کیسی آگ ہے — جس کی آنچ مجھے جلائے دے رہی تھی — مگر اس کی لَو تم تک نہیں پہنچتی —

تم نہ جانے کبھی مجھے یاد بھی کرتی ہو یا نہیں ۔"

مگر

میں دن بدن تمہارا دیوانہ کیوں ہوا جا رہا ہوں ۔"

وہ جھنجھلا گیا

اسے اپنے آپ پر غصّہ آنے لگا — !

کیوں وہ اپنا آپ برباد کر رہا ہے — !

نازو کہتی ہے کہ وہ شفا یاب ہوگیا ہے

مگر وہ کیسے اُسے بتائے کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ مریض ہے

اور اس کا مرض — !

— لاعلاج ہے ۔"

کینسر کے مرض کا تو یہ علاج ہے کہ کینسر زدہ حصّہ کو جسم سے کاٹ کر پھینک دیا جائے تو پھر وہ بھی کیوں نہ چاند کی یاد کو دل سے نکال کر پھینک دے۔!"

اور

اور

نازو

ہاں ــــ نازو کیا بُری ہے

کیا بُرائی ہے اس میں

چاند سے کسی طرح کم ہے ــــ!

کسی طرح بھی نہیں ــ"

تو وہ نازو کو کیوں نہ اپنا لے ــ!

" نازو ــ"

وہ بڑبڑایا

" جی ــ!"

نازو ہمہ تن گوش تھی

" آپ نے مجھے کبھی بھی اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا ــ"

نازو کا کسی شاداب پھول ایسا چہرہ کھِلا گیا

" آپ نے کبھی پوچھا ہی نہیں ــ"

وہ آہستہ سے آوازمیں بولی

" آپ کی امّی کہاں ہیں ــ"

" جی وہ تو حیات نہیں ہیں ــ!"

" اچھا ــ!"

وہ حیرت سے بولا

" تو پھر آپ نے یہاں ان کا نام نیم پلیٹ پر کیوں کندہ کروایا ہے ــ"

ایک بم تھا جو نازو پر پھٹا

"جی — وہ — وہ —!"

"مسز ایس عزیز اللہ کون ہیں —؟"

"میں —!"

وہ آہستگی سے بولی

سلمان سکتے کے عالم میں نازو کو گھور رہا تھا

"اور آپ کے ہسبنڈ —!"

"وہ بھی حیات نہیں"

"اور وہ بچے"

"ان کی پہلی بیوی سے ہے —!"

ساری بات سلمان کی سمجھ میں آ گئی تھی

— تو نازو ایک بیوہ ہے —!"

خوبصورت — جوان — اور دولت مند —!"

جو اب تک اس سے کھیل رہی تھی —!

اس کے جذبات سے کھیل رہی تھی —!

عورت —!

اس کی روح چلا اٹھی —

مکاری تیرا شیوہ کیوں بن گئی ہے —!

"تو ہر قدم پر مجھے دھوکہ دیتی کیوں چلی آ رہی ہے —!"

نازو ـــ

سلمان کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر سہمی ہوئی تھی ـــ وہ سلمان کے دل کی کیفیت کا اندازہ بخوبی لگا سکتی تھی ـــ

اس کی رنگت تاریک ہوتی چلی گئی ـــ اور وہ ایک جھٹکے کے ساتھ اُٹھ بیٹھا ـــ!

اور پھر شاید اسے چکر سا آرہا تھا ـــ

ـــ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے کھڑا تھا ـــ!

"سلمان ـــ صاحب ـــ!"

وہ بوکھلا کر اُٹھ کھڑی ہوئی

مگر دوسرے لمحہ سلمان دھڑام سے زمین پر گر چکا تھا

"سلمان ـــ سلمان ـــ!"

وہ اس سے لپٹ گئی

مگر وہ بیہوش ہو چکا تھا

اس نے جلدی سے نوکروں کو پکارا

بوڑھا مالی اور خانساماں دونوں دوڑے دوڑے آئے اور پھر وہ اُن کی مدد سے سلمان کو اُٹھا کر اپنے بیڈ روم میں لے گئی ـــ

اس نے جلدی سے ڈاکٹر کو ٹیلیفون کیا ـــ اور جیسے ہی وہ بیڈ روم کی طرف لوٹی ـــ

سامنے نوید کھڑا اسے گھور رہا تھا ـــ!

"باجی ــ کیا ہوا ہے سلمان صاحب کو ــ!"

"وہ بیہوش ہو گئے ہیں ــ مگر تم ابھی تک کیوں جاگ رہے ہو ــ

جاؤ بیٹا ــ سو جاؤ ــ!"

اور نوید اپنے کمرہ میں چلا گیا

چند منٹوں کے بعد باہر کال بیل کی آواز آئی

یہ ڈاکٹر تھا ــ!

اس نے جلدی سے سلمان کا معائنہ کیا ــ اور انجکشن لگا دیا ــ!

مگر سلمان ہنوز بے ہوش تھا

"ڈاکٹر ــ ڈاکٹر صاحب ــ"

ناز دسراسیمگی کے عالم میں بولی

"کیا ہوا ہے انہیں ــ"

"کچھ نہیں ــ ٹھیک ہو جائیں گے ــ!"

ڈاکٹر نے جواب دیا ــ!

"مگر یہ بیہوش کیوں ہیں ــ"

"ذہنی کشمکش کی بدولت نروس سسٹم اریگولر ہو گیا ہے ــ نقاہت

بھی عود کر آئی ہے ــ صبح تک ہوش آجانا چاہئے ــ انہیں مکمل آرام

کی ضرورت ہے ــ!

" ڈاکٹر نے کہا ــ!

"تو کیا ــ یہ یہیں رہیں ــ یا انہیں گھر لے جایا جائے ــ!"

نازو نے پوچھا — !

" میرے خیال میں آج کی رات تو یہیں رہ جائیں تو بہتر ہے — !

ڈاکٹر نے جواب دیا — !

اور پھر چند لمحوں بعد ڈاکٹر واپس جا چکا تھا — !

❖

رات کے ڈھائی یا تین کا عالم تھا
پہاڑی سرد رات کتنی پُراسرار ہو سکتی ہے
اس کا اندازہ آج نازو کو پہلی دفعہ ہوا تھا ۔۔۔ !
وہ اپنے کمرے میں کاؤچ پر پاؤں اکٹھے کئے سمٹی سمٹائی کمبل اوڑھے
غنودگی کے عالم میں بیٹھی ہوئی تھی
سلمان ابھی تک بیہوش پڑا تھا
اس نے اچھی طرح مخملی لحاف اس کے گرد لپیٹ دیا تھا
رات خاموش اور ویران تھی ۔۔۔ کسی بیوہ کی اُجڑی ہوئی مانگ کی طرح'
کبھی کبھار آتشدان میں جلتی ہوئی خشک لکڑیوں کی چڑچڑاہٹ رات کے
سناٹے کو درہم برہم کر دیتی تھی ۔۔ !
" اوں ۔۔۔ اوں ۔۔ !"
اس نے چونک کر دیکھا ۔۔۔

سلمان بے چینی کے عالم میں بڑبڑا رہا تھا

وہ لپک کر اس کے قریب پہونچ گئی — !

اس غضب کی سرد رات میں بھی سلمان کا چہرہ پسینے سے شرابور ہو رہا تھا —

"کون ہو تم — ؟"

وہ وحشت زدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا

"کیسی طبیعت ہے اب —"

اس نے پیار سے بھرپور لہجے میں پوچھا

"کون ہو تم — ؟"

وہ تقریباً چلّایا

نازو اس کے بدلے ہوئے لہجے اور تیور دیکھ کر سہم گئی

"میں — میں ہوں نازو — !"

"نہیں — تم عورت ہو —"

سلمان ہذیان کی کیفیت میں چلا رہا تھا —

"مکار اور دغاباز عورت ہو — بھولے بھالے مردوں کو اپنے حسن کے جال میں پھانسنے والی ایک عورت — جس نے ہر بار میرا سکون لوٹا ہے —!"

سلمان — !"

"مت پکارو میرا نام — مجھے تم سے نفرت ہے — ازل سے نفرت ہے — !"

"کیا کیا ہے میں نے ـــ

ـــ وہ بے بسی سے بولی

"کیا نہیں کیا ہے تم نے ـــ تم مجھے صدیوں سے فریب دیتی چلی آئی ہو۔ تم میرے بیمار باپ کو چھوڑ کر چلی آئیں ـــ وہ سینی ٹوریم میں سسک سسک کر مر گیا ـــ تمہیں پکارتا ہوا مر گیا ـــ! مگر تمہیں ترس نہ آیا اپنے بچے پر بھی ترس نہ آیا ـــ میں تجھے پکارتا رہا ـــ مگر تو مجھے روتا ہوا چھوڑ کر چلی گئی ـــ صرف اس لئے کہ میرا باپ دق کا مریض تھا اور تم ایک صحت مند عورت اور ایک امیر خاندان کی باسی ـــ تو نے ممتا کا گلا بھی گھونٹ دیا ـــ عورت تو فریب کی پتلی ہے ـــ میں اب تیرے جال میں نہیں آؤں گا ـــ!

تو کبھی رخشی بن کر آتی ہے ـــ!

تو کبھی چاند بن کر میرا دوست مجھ سے جدا کرتی ہے ـــ

کبھی بیوہ ہوتے ہوئے بھی ایک لڑکی کا روپ دھارتی ہے ـــ!

"سلمان ـــ!"

نازو رو دی ـــ!

مت بہا یہ آنسو ـــ مکار عورت ـــ تو بھی اپنے بچے کو چھوڑ دے گی ـــ اپنی خوشیوں کی خاطر ـــ اپنی جوان آرزوؤں کی خاطر ـــ اپنے ارمانوں کی خاطر ـــ اور پھر

وہ بھی میری طرح تنہائیوں میں بھٹکتا رہے گا ـــ!

زمانے بھر کی ٹھوکریں کھانے کے لئے

ازل سے محبت کا بھوکا رہے گا۔!
مگر سچی وفا اسے کبھی نہ میسر آئے گی۔!
تیرے جیسی رنگ برنگی تتلیاں، اسے لبھانے کو چلی آئیں گی۔!
مگر۔
سچا اور ابدی پیار اس سے کوسوں دور ہوگا۔!
کوسوں دور ہوگا۔!
کوسوں دور ہوگا۔!
اور سلمان پھر بیہوش ہوگیا۔ نازو اس کے سرہانے بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی۔!
یہ کیسے آنسو تھے۔ کس پر بہا رہی تھی وہ انہیں
اپنے محبوب کی تڑپ اور بے چینی پر
یا۔
اپنے جلے ہوئے نصیب پر۔

چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں اس کی سماعت میں ایک لطیف سی موسیقی کا تاثر پیدا کر رہی تھیں۔
غنودگی کے عالم میں اس نے کروٹ بدلنے کی کوشش کی۔ تو کوئی کھردری سی چیز اس کے بدن سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس نے آنکھیں کھولیں — تو وہ کاؤچ کی ہتھی پر تقریباً اوندھی — گری تھی —

اس نے اپنے حواس کو یکجا کر کے اپنے گرد ماحول کا جائزہ لیا تو ہر بات اسکی سمجھ میں آگئی تھی — رات کا واقعہ اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا اس نے نظریں گھما کر بیڈ کی طرف دیکھا — تو بیڈ خالی تھا

سلمان کہاں گیا — ؟

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی

" خانساماں — مالی — ارے کوئی ہے — ؟"

وہ پکارتی ہوئی کمرے سے باہر نکل آئی

" جی — مالکن — "

سامنے خانساماں مؤدبانہ انداز میں کھڑا تھا

" وہ — سلمان صاحب — کہاں گئے — ؟"

" جی — وہ تو — "

— مالی بتا رہا تھا

" صبح ہی صبح باہر چلے گئے — !"

نازو کی تشویش سلمان کے بارے میں بڑھتی گئی — !

وہ جلدی سے اپنے گرد ایک گرم شال لپیٹے سلمان کے گھر کی طرف لپکی سامنے ہاتو کھڑا پودوں کو پانی دے رہا تھا —

" ہاتو — !

"سلام بی بی جی۔"

ہاتو نے اسے دیکھ کر ہاتھ اپنی پیشانی تک لیجاتے ہوئے کہا

"ہاتو ــــ سلمان صاحب کہاں ہیں ــــ؟

"کیا بات ہے ہاتو ــــ کون ہے؟"

ــــ یہ سلمان کی آواز تھی ــــ جو اس کی آواز سُن کر ہاتھ میں صبح کا اخبار لئے باہر نکل آیا تھا ــــ!

"اوہ آپ ــــ!"

نازو نے اطمینان کا سانس لیا

"آپ صبح ہی صبح بغیر اطلاع کے ہی چلے آئے ــــ میں تو گھبرا ہی گئی تھی۔"

"جی ــــ"

سلمان نے کہا ــــ پھر قدرے توقف کے بعد بولا

"آیئے تشریف لایئے ــــ!"

اور نازو اس کا موازنہ رات والے سلمان سے کرتی ہوئی اس کے ساتھ اندر ہولی ــــ!

"صبح جب میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو آپ کے کمرہ میں پایا۔ کیا ہوا تھا مجھے ــــ؟"

سلمان نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا ــــ!

وہ بھی اس کے سامنے والے کاؤچ پر بیٹھ گئی ــــ!

"تو کیا ــــ آپ کو کچھ بھی یاد نہیں ــــ؟"

اس نے حیرت سے پوچھا

"بس اتنا یاد ہے کہ مجھے چکر سا آیا ــــ اور پھر صبح جب میری آنکھ کھلی تو ــــ میں آپ کو بتا ہی چکا ہوں"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں ــ!"

ــ نازو نے اچنبھے سے پوچھا

"جھوٹ کہنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے ــ؟"

ــــ وہ انتہائی سنجیدگی سے بولا

"ہوں ــ!"

"آپ نے بتایا نہیں ــــ کہ میرے بیہوش ہونے کے بعد کیا ہوا ـ"

"ہم نے آپکو بیڈ پر لے جاکر لٹا دیا"

"ہم نے ــ!"

"میں اور میرے ملازمین نے ــــ اور پھر ڈاکٹر آیا ــــ تمام رات آپ بیہوشی میں پڑے بے چین رہے ــــ پھر میری آنکھ لگ گئی ــ اور صبح آپ غائب تھے ــــ!"

"اوہ ــ!"

"مگر ایکا ایکی آپ کو ہو کیا گیا تھا ــ؟"

"یہ تو مجھے بھی پتہ نہیں ــ!"

سلمان نے دھیمے سے لہجہ میں جواب دیا

"بس ایک چکر سا آیا ــــ اور پھر مجھے کچھ یاد نہیں"

"ایسا لگتا تھا ــــ جیسے آپ کے ذہن پر کوئی بہت بڑا بوجھ ہے۔"

"کیا مطلب ــــ ؟"

ــــ سلمان چونکا

"آپ رات بیہوشی کے عالم میں بہت پریشان نظر آ رہے تھے ــــ"

اور

اور ــــ نہ جانے کیا کیا کہہ رہے تھے ــــ!

"کیا کہہ رہا تھا ــــ!"

سلمان اسے بے بسی سے دیکھتا ہوا بولا

"کچھ سمجھ نہیں آیا ــــ"

ــــ وہ بات چھپا گئی

مگر سلمان اُلجھ کر رہ گیا

ہا تو نے ناشتہ میز پہ لگا دیا تھا ــــ اور وہ اُٹھ کر ڈائیننگ روم کی طرف چل دیئے ــــ!

⁂

اتوار کے روز چاند کی دو سہیلیاں ایسٹ افریقہ سے آئی ہوئی تھیں

زرینہ اور نادرہ ___ !

___ دونوں بہنیں تھیں ___ اور وہاں کے ایک کروڑ پتی مسلمان بزنس مین کی بیٹیاں ___ ماں چھوٹی عمر میں ہی چھوڑ کر دوسرے جہاں کو رخصت ہوئی تھیں ___ لہٰذا انہیں باپ نے ہی دونوں رول ادا کر کے پالا تھا ___

نتیجتہً لاڈ پیار دونوں کو ورثہ میں ملا تھا ___

ٹھیک ٹھاک ناک نقشہ اور خوبصورت گداز لئے ہوئے بدن پر ہلکی سی نمکین کمپلیکشن اور اس پر طرّہ یہ کہ قد بھی بے حد موزوں ___ !

دونوں کسی بھی نوجوان کا دل موہ لینے کے لئے کافی تھیں ___ !

ایک لارج گروپ کی شکل میں تمام کی تمام پارٹی آج کلفٹن گئی ہوئی تھی۔

چھوٹے جمیل کے تو آج وارے نیارے تھے ___ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اپنا ننھا سا دل کس پر نچھاور کرے زرینہ پہ یا نادرہ پہ ___

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

—— دونوں ہی بہت سپورٹنگ تھی

زرینہ نے بیل باٹم میں پیلی اور سُرخ دھاریوں والا سوٹ زیب تن کیا تھا جو اس کے کافر بدن پر چپک کر رہ گیا تھا اور وہ ایک عشیرنی سے کم نظر نہیں آ رہی تھی ——

—— اور نادرہ نے گہرے نیلے سلیکس پر اسے شیپ کا اور ریج کلر کا کرتہ زیب تن کئے ہوئے تھا —— جو کہ اس کے حسنِ لباس کے سلیقہ کا نادر نمونہ تھا!

چاند نے سفید سلیکس پر سفید ہی پیلے بوائے شرٹ پہنی ہوئی تھی جو اس کی شہابی رنگت پر خوب سجیب رہی تھی —— اور زرین بھی بیل باٹم میں کوئی پھول دار قسم کی چیز سے آراستہ تھی ——

چاروں کا حُسن کسی کندن کی طرح دمک رہا تھا ——!

اسرار اور چھوٹا جمیل کا ہینڈسم ہیں تھے

اور ظفر نے پتلون پر براؤن کلر کی امپورٹڈ جرسی زیب تن کی ہوئی جو اُسے بہت سج رہی تھی ——!

زرینہ اور نادرہ دونوں ہی ظفر پر نچھاور ہوئی جا رہی تھیں اور ظفر اُن کو اُن ہی کے ممالک کے دلچسپ واقعات سُنا رہا تھا ——!

" ہاؤ ونڈرفل —— مسٹر ظفر آپ تو کمال ہیں —— آپ کس خوبصورتی سے ایسٹ افریقہ کے واقعات ہمیں ہی سُنا رہے اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم خود وہاں کے لیئے ابھی تک اجنبی ہی رہے ہوں "

زرینہ کہہ رہی تھی —!

اور چھوٹے جمیل کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے جنگل کی کسی بنگالی ٹائگرس کی زبان میں صوفیہ لارن اپنے اٹیلین ایکسنٹ میں بول رہی ہو —!

یا پھر ایسو کمپنی کا وہ اشتہار۔ جو ٹیلیویژن پر روز دکھایا جاتا ہے۔

زرین نے چاند کو ٹہوکا دیتے ہوئے اس کی توجہ چھوٹے جمیل کی طرف مبذول کرائی —!

" اری — ذرا دیکھ تو — یہ تو گیا کام سے "

چاند نے دیکھا کہ زرینہ تو ظفر سے محو گفتگو تھی اور چھوٹا دنیا جہاں سے بے خبر اپنے ہونٹوں پر ایک انتہائی مضحکہ خیز مسکراہٹ جمائے زرینہ میں کھویا ہوا تھا —

جیسے بھرے ہوئے کلفٹن میں دونوں تنہا رہ گئے ہوں —

" جمیل صاحب —!"

چاند بولی

" جی — جی —!"

— چھوٹا ہڑبڑا کر بولا

" کیا ہو رہا ہے —؟"

— چاند نے بڑے رازدارانہ انداز میں سرگوشی کی

اور چھوٹا شرما گیا — اور اختر اس کی اس ادا پہ بہت محظوظ ہوئے نادرہ بھی اٹھ کر اُن کے قریب آ گئی —

"کیا ہو رہا ہے ــــ؟"

ــــ اس نے بھی آتے ہی یہ سوال کیا اور تمام محفل گلنار ہو گئی

چھوٹے کی خفت میں مزید اضافہ ہو گیا ــــ اور وہ مزید سُرخ نظر آنے لگا ــــ!

"جمیل صاحب ــــ کیا آپ کوئی میک اَپ استعمال کرتے ہیں"

نادرہ نے اس کی سُرخ و سفید رنگت سے متاثر ہوتے ہوئے کہا ــ!

"جی نہیں ــــ!"

ــــ وہ شرما گیا

"بالکل نہیں ــــ؟"

ــــ نادرہ نے حیرت سے دریافت کیا

"جی بالکل نہیں ــــ بالکل نہیں ــــ ہاں ــــ ہاں وہ کبھی کبھار پاؤنڈز کریم استعمال کر لیتا ہوں ــــ!"

ــــ نادرہ نے ہنستے ہوئے کہا

"جی ہاں ــــ پاؤنڈز وینشنگ ــــ!"

چھوٹے نے اپنی جانب سے نہایت ہی مہذب جواب دیا تھا

ــــ اور ہنسی کا فوارہ تمام محفل کو لالہ زار بنا گیا

نادرہ نے ہنستے ہوئے چھوٹے جمیل کی طرف دیکھا

"آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں ــــ!"

اور چھوٹے کو اپنا سانس سینے میں اٹکتا ہوا محسوس ہوا وہ نادرہ کی آنکھوں

کے کئی پیام پڑھ گیا

ہوئی ـــ ہوئی ـــ آخر ہوئی متاثر ـ

ـــ اس نے سوچا

" دلچسپ ـــ "

اختر بولا

" بیحد دلچسپ ـــ مس نادرہ کیا بتاؤں ـــ " چھوٹا بذاتِ خود ایک عجوبہ ہے ـــ ابھی تو آپ ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتیں "

" اچھا ـــ !"

" جی ہاں صرف یہ ہی میرے بارے میں جانتا ہے "

ـــ چھوٹا جل کر بولا

ظفر اور زرینہ بھی آکر ان میں شامل ہو گئے تھے ـ

" بھئی کیا ہو رہا ہے ـــ !

ـــ ظفر نے پوچھا

" آیئے ـــ آپ کی کسر باقی ہے "

ـــ چھوٹا جلا بھنا بیٹھا تھا

" ارے بھئی میں نے کونسا تمہاری دم پر پاؤں رکھ دیا ہے "

ظفر نے شکایتاً کہا

" نہیں ظفر اس جرم کا مرتکب تو میں ہوا ہوں ـــ کیوں چھوٹے ـــ ؟"

ـــ اختر بولا

"بالکل ــــ"

ــــ لاشعوری طور پر چھوٹے جمیل کے منہ سے نکل گیا

ــــ اور ہنس ہنس کر سب کا بُرا حال تھا ــــ !

"چھوٹا بہت دلچسپ آدمی ہے ــــ ایک دفعہ کا ذکر ہے ــــ"

"ظفر ــــ ظفر ــــ سوچ سمجھ کے ــــ"

ــــ چھوٹے نے ظفر کی بات اُچک لی

"ایسا نہ ہو کہ تمہیں پچھتانا پڑے ــــ"

"ورنہ تم کیا کر لو گے ــــ ؟"

ــــ اختر نے شہ دی

"میں اس کا وہ قصہ سناؤں گا ــــ جب اس نے مجھ سے فراڈ کیا تھا ــ !"

"کون سا فراڈ ــــ ؟"

ــــ ظفر نے پوچھا

"وہی ریلوے ٹکٹ والا ــــ"

ــــ اور اختر ایک قہقہہ مار کر ہنسا

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین ــــ یہ دردناک قصہ میں آپ سب کو سناتا ہوں۔ اور بتاتا ہوں کہ ظالم ظفر کس طرح غریب چھوٹے کے دس روپے ہضم کر گیا تھا۔ کیوں چھوٹے بتاؤں سب کو ــــ ؟"

"ہاں ہاں ضرور بتاؤ تاکہ پتہ چلے کہ یہ یار کم اور یار مار زیادہ ہے ــــ"

"چھوٹے خدا کے واسطے ذلیل و خوار ہونے سے بچ جاؤ ــــ"

ظفر نے آخری وارننگ دی

مگر چھوٹا کہاں ماننے والا تھا۔ !

" بتاؤ نہ اختر ورنہ میں خود بتاتا ہوں "

" بتاتا ہوں ۔۔ میں بتاتا ہوں ۔۔ ہاں تو صاحبو بہت دنوں کی بات ہے چھوٹا جمیل اور ظفر دونوں کالج میں اکٹھے پڑھا کرتے تھے کوئٹہ جیسے ننھے مُنے سے شہر میں رہتے تھے ۔۔ دونوں نے مِل مِل کر پیسے جوڑے اور کراچی کی زیارت کی ٹھانی ۔۔ بالآخر وہ دن بھی آن پہنچا کہ جب یہ دونوں بوریا بستر باندھے کراچی کے سفر کو روانہ ہوئے ۔۔

۔۔ چھوٹے نے ظفر کو اپنے ٹکٹ کے بھی پیسے دیئے اور دو عوامی ٹرین کے ٹکٹ خرید لایا ۔۔ عوامی کا ٹکٹ غالباً پچیس روپے کا آتا تھا اور انھوں نے غلطی سے پینتیس وصول کر لئے "

" دیکھو ۔۔ دیکھو ۔۔ تم ظفر کی حمایت کر رہے ہو "

چھوٹے نے احتجاج کیا

" واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ۔۔ ظفر نے دھوکے سے پینتیس وصول کر لئے اب تمام راستہ ظفر کو یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ چھوٹے کے دس روپے اس کی جیب میں ہیں اگر کہیں چھوٹے کو پتہ چل گیا تو قیامت آ جائے گی لہٰذا اس نے دورانِ سفر چھوٹے کو کوئی پیسہ خرچ نہ کرنے دیا ۔۔ دونوں عزیز دوست خوش خوش کراچی آئے اور سیر و تفریح میں مگن ہو گئے ۔۔ !

مگر دوسرے ہی دن بے چارے چھوٹے کو ٹیلیگرام ملا کہ وہ فوراً واپس کوئٹہ

پہنچے — چارو نا چار بے چارہ چھوٹا — اپنا بوریا بستر باندھ کے کوئٹہ کے لئے روانہ ہوا — ہم دونوں اسے اسٹیشن چھوڑنے آئے — مگر ظفر سے بعید چوک ہو گئی — وہ یہ کہ اس دفعہ ٹکٹ لینے چھوٹا خود گیا — !

چھوٹا جب ٹکٹ لیکر آیا — تو اس کا رنگ کسی آبنوسی لکڑی کی طرح سیاہ ہو رہا تھا — غصہ سے اس کی آنکھیں شرارے برسا رہی تھیں اور قد بھی کچھ لمبا ہو رہا تھا — جو شائد اس کے اکڑ کر چلنے کی وجہ رہا ہو اس نے آتے ہی ظفر کو گریبان سے پکڑا — اور بولا

"تم کو شرم نہیں آتی —"

چھوٹے کی مہین آواز ناک سے نکلتی ہوئی تمام ریلوے اسٹیشن میں گونج گئی —

"کیوں — ؟"

ظفر نے گھبرا کر جواب دیا

"عوامی کا ٹکٹ کتنے کا آتا ہے —"

— چھوٹے کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا

ظفر بے چارہ سر سے پاؤں تک لرز گیا — مگر آفرین ہے اس پر کہ یہ فوراً سنبھل گیا — !

"کتنے کا آتا ہے — ؟"

ظفر نے الٹا سوال کر دیا — !

"پچیس کا — !"

"تمہارا دماغ خراب ہے"

"دیکھ لو ۔۔۔!"

چھوٹے نے ٹکٹ دکھایا

"دیکھوں تمہارا سر ۔۔۔ تمہیں اتنا بھی علم نہیں کہ کوئٹہ ساڑھے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے جہاں کے لئے ریلوے کے محکمہ کو تین انجن لگانے پڑتے ہیں اگر انہوں نے کراچی سے کوئٹہ کے لئے دس روپے زیادہ لے لئے تو کونسا آسمان سر پر گر پڑا ۔۔۔

ظفر یہ سب کہہ رہا تھا ۔۔۔ اور میں دل ہی دل میں ظفر کو کوس رہا تھا کہ یہ کیسا بکواس کر رہا ہے ۔ ایک تو ریلوے کے کرائے میں فرق ہوتا ہی نہیں اور دوسرے اگر کرایہ زیادہ لگے بھی تو کراچی سے ۔ نہ کہ کوئٹہ سے جہاں سے آتے وقت اترائی ہی اترائی ہوتی ہے ۔۔۔! اور پھر چھوٹا اتنا بے وقوف ہرگز نہیں کہ ظفر کی اس بات میں آجائے ۔۔۔"

"مگر ۔۔۔!"

"مگر کیا ۔۔۔؟"

سب نے یک زبان ہو کر پوچھا

چھوٹا کچھ دیر غصہ آور نگاہوں سے ظفر کو گھورتا رہا اور آخر ایک دلکش سی مسکراہٹ اس کے حسین لبوں پر کھیل گئی ۔ اور یہ بولا

"مجھے معلوم تھا ۔۔۔ میں تو یونہی تمہیں آزما رہا تھا ۔۔۔!"

تمام فضا قہقہوں سے گونج اٹھی ۔ اور چھوٹا کوکا کولا کی بوتل اٹھا کر اختر کو مارنے دوڑا ۔ اور اختر ۔ اس سے بچتا ۔ بچلا نگتا اُدھر اُدھر دوڑ رہا تھا ۔۔۔! ؞

لوئی جی بھی پہونچ گیا تھا ـــ

پہلے تو سب جبیبس پلے ہاؤس میں چلے گئے ـــ وہاں کوئی ایک گھنٹہ اودھم مچانے کے بعد سب نے وہیں سیلف سروس ریسٹورنٹ میں ڈٹ کر کھانا کھایا۔ سب پے منٹ اختر نے کی ـــ اور پھر یہ تمام کا تمام قافلہ سمندر کے کنارے کی طرف چلا ـــ

کلفٹن کی اونچی اور لمبی سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ ساحل سمندر کی طرف گامزن تھے ـــ لوئی جی میڈی ٹرینین کے بارے میں بتاتا جا رہا تھا اور زرین اور چھوٹا بڑے انہماک سے اس کی باتیں سن رہے تھے

زرینہ اختر سے محو گفتگو تھی ـــ!

نادرہ ظفر کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی ـــ!

اور

چاند

ان سب سے الگ تھلگ چلی جارہی تھی
اپنے آپ میں مگن
ظفر نظریں بچاکر اسے دیکھ رہا تھا
چاند کے چلنے کا انداز غضب کا تھا ـــ وہ ایسے چل رہی تھی جیسے ہوا
کے دوش پر اڑتی جارہی ہو ـــ
یا پھر کسی شفاف جھیل میں بہتی چلی جارہی ہو ـــ!
چاند الگ الگ رہنے لگی تھی ـــ ظفر نے محسوس کیا
کسی کے دل کی اندرونی کیفیت تو خدا جانے مگر
چاند اسے بدلی بدلی نظر آرہی تھی ـــ!
اس کا چلبلاپن ـــ ہنسی مذاق ـــ وہ نہیں رہا تھا
پہلے اس کی آنکھ کی ایک ایک جنبش کسی کو اُلجھانے کے لئے کافی تھی
مگر
اب ایسا لگتا تھا جیسے وہ خود اُلجھ گئی ہو۔
اس کی محنت شائد رائیگاں نہ جائے ـــ!
"ظفر ـــ"
ـــ اس نے دل میں کہا ـــ
"کچھ دیر اور دل پر جبر کر جا ـــ دیکھ شائد تیری قسمت کا آفتاب
جلد ہی طلوع ہو جائے ـــ"
اور وہ

— آنے والے لمحات کے تصوّر میں مگن سیڑھیاں اُترتا رہا — !

چلتے چلتے ایک سیڑھی پر اس کا پاؤں اُلٹا پڑا — !

اور وہ لڑھکتے لڑھکتے بچا — اگر نادرہ اس کا ہاتھ نہ تھام لیتی تو شائد وہ لڑھک جاتا — !

اور اسی لمحہ اس نے دیکھا

کہ چاند کی گھورتی ہوئی نظریں ان دونوں کو ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دیکھ رہی تھیں —

ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر کھیل گئی

اور اس نے نادرہ کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کردی —

نادرہ نے بھی ہولے سے اس کا ہاتھ دبا دیا اور اسے بڑے دلکش انداز میں دیکھکر مسکرا اُٹھی — !

ظفر نے کنکھیوں سے چاند کی طرف دیکھا — تو وہ تلملا کر رہ گئی — !

وہ نظر نیچی کئے ہنستا ہوا کچھ گنگنانے لگا

— اور چاند پاؤں پٹکتی ہوئی دُور تک سیڑھیاں اُترتی چلی گئی — !

کلفٹن پر ساحل کے قریب ایک پُرانی وضع کی موٹی موٹی اینٹوں کی دیوار بنی ہوئی تھی — جو سمندر اور کلفٹن کو آپس میں منقطع کرتی تھی — پاس ہی چند پیشہ ور گھوڑوں والے موجود تھے — !

" گھوڑ سواری کریں گی — بی بی جی — ؟"

— ایک گھوڑے والا آگے بڑھکر زرینہ سے مخاطب ہوا —

" گھوڑسواری ___ ضرور "

اور پھر زرینہ ___ لوئی جی ___ اور چھوٹا جمیل ___ تینوں ایک ایک گھوڑا لیکر اس پر سوار ہو گئے ___

زرینہ اور لوئی جی تو پھرتی سے گھوڑوں پر سوار ہو گئے مگر چھوٹے جمیل کو اپنے منحنی قد ہونے کی وجہ سے گھوڑے پر سوار ہوتے وقت دشواری پیش آئی لیکن جیسے تیسے کر کے وہ بھی بالآخر سوار ہو ہی گیا ___

پھر اختر اور زرین دونوں نیچے سمندر کے کنارے کی جانب ہو لئے ظفر نے بھی ادھر کا رُخ کرنا چاہا مگر نادرہ نے اسے روک دیا ۔

" او سویٹ ظفر ___ یہیں پر سمندر کے دیو سے لطف اندوز ہوتے ہیں "

ظفر نے چاند کی طرف دیکھا ___ !

___ مگر وہ ان کی طرف دیکھے بغیر اِک شانِ بے نیازی سے نیچے ساحل پر چلی گئی ۔

نادرہ ظفر کو ایسٹ افریقہ کا کوئی واقعہ سُنا رہی تھی

مگر

ظفر کی نگاہیں دور نیچے جاتی ہوئی چاند کا تعاقب کر رہی تھیں ___ ؟

آفتاب اپنے تین پہر پورے کر کے اپنی آخری منزل شام کی طرف گامزن تھا کلفٹن کا تمام ماحول پُر ہول پُر اسرار حد تک رومان آلود ہو رہا تھا

سورج کی میٹھی میٹھی کرنوں کی سنہری چادر نیلے سمندر کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے بیتاب ہو رہی تھی ۔

اس ملگجے میں سفید سلیکس اور سفید ہی شرٹ میں وہ رجاتی ہوئی چاند ایسے لگ رہی تھی ۔۔۔!

جیسے

سنہرے بادلوں میں نور کی ایک کرن

اس کے مرمریں پیکر پر اس کے تراشے ہوئے سنہری بال جو ہوا کے لطیف جھونکوں کے بار سے اس کے کاندھوں پر آ رکے اُڑے جا رہے تھے ۔۔۔!

وہ اس کے حسن و جمال پر فنا ہو کر رہ گیا ۔۔۔!

کوئی اگر اس سے اس لمحہ پوچھتا کہ کائنات کی خوبصورت ترین چیز کیا ہے ۔!"

تو لاشعوری طور پر اس کی زبان سے ایک ہی لفظ نکلتا ۔۔۔!

چاند ۔۔۔!

اس نے اپنی آنکھیں موند لیں تاکہ وہ اس سہانے اور دلفریب منظر کو مقید کر لے ۔۔۔!

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ۔۔۔!

"آپ کہاں کھوئے ہوئے ہیں ۔۔۔؟"

نادرہ اسے جھنجھوڑ رہی تھی

وہ چونک گیا ۔۔۔ اور پھر مسکرا کر بولا

"منظر بڑا دلفریب تھا ۔۔۔!"

"اویس ۔۔۔ ویری رومانٹک ۔۔۔"

۔۔۔ نادرہ اس کا بازو دباتے ہوئے بولی

اور وہ بس مسکرا کر رہ گیا

شائد نادرہ کی بے حیائی پر —"

چاند اپنے خیالوں میں مگن سمندر کے قریب دُور تک چلتی رہی اور پھر اسے سمندر کا نرم نرم پانی اپنے پاؤں سے ٹکراتا ہوا محسوس ہوا

اس لطیف سے لمس نے اسے بہت محظوظ کیا —!

وہ دور تک پانی میں چلتی گئی

پانی اب اس کے گھٹنے گھٹنے تک تھا —— ایک لہر آئی اور وہ تقریباً پانی میں نہا گئی —!

وہ مسکرا دی

منزی گیبز پھر سے مشعلِ راہ بن کر اس کے سامنے آ گئی تھی —!

پانی کے لمس سے اس کے جلتے ہوئے بدن کو قدرے سکون محسوس ہوا۔!

دور مٹیالے مٹیالے بادلوں میں سورج اپنا آپ چھپانے کی ناکام سعی کر رہا تھا۔

بالکل اسی طرح جس طرح وہ ظفر کے خیال کو اپنے دل سے نکالنے کی ناکام سعی کر رہی تھی —!

مگر ظفر کو کیا ہو گیا تھا

وہ اوچھی حرکات پر کیوں اُتر آیا تھا — وہ یقیناً اسے تنگ کر رہا ہے۔

مگر کیوں —؟

کیوں وہ اسے تنگ کرتا ہے۔
یہ تو وہ جانتی تھی کہ وہ اتنا گرا ہوا ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ کہ نامردہ اور زدینہ
ایسی حیا سے عاری لڑکیوں سے یوں گھل مل جائے
کم از کم وہ پہلے تو ایسا کبھی نہ تھا
تو پھر وہ یہ سب کیوں کر رہا ہے۔
صرف اسے تنگ کرنے کے لئے۔
محض اسے ستانے کے لئے۔
اس نے اپنی آنکھیں موند لیں اور اپنا سر پیچھے کو جھٹک دیا۔
ہلکے ہلکے ہوا کے نم دار جھونکے اس کے کان کی سرخ لو اور شہابی رخساروں
سے کھیل رہے تھے۔
دل اور دنیا کی اس کشمکش میں وہ الجھ گئی تھی۔!
دل سرکشی پر آمادہ تھا
تو
دنیاوی شرم وحیا کے تقاضے اس کی آرزوؤں کے مانع تھے
دل کہتا تھا اپنے محبوب کے قدموں سے لپٹ جا
تو
دنیا سب کی نظروں سے گر جانے کا خوف دلا رہی تھی
ذہنی کشمکش کی اس رسہ کشی میں وہ اپنے گردوپیش سے بے خبر اپنی سوچ
میں غرق تھی۔ کہ کسی نے اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

اس نے چونک کر اپنی آنکھیں کھول دیں

سامنے ظفر کھڑا تھا ___!

وہ چند ثانیوں کے لئے بھیگی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی ___!

ایک دلکش سی مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر سجائے وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا ___!

ان آنکھوں میں کیا جادو تھا

اس کا دل چاہا کہ وہ اس کے سینے سے لگ جائے ___

اس دیوانگی میں اپنے دل کی آرزو پوری کرے۔

مگر

اس سے پہلے کہ وہ کسی ایسے عمل کی مرتکب ہوتی

ظفر کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی

"آپ بہت گہرائی میں چلی آئی ہیں ___"

وہ اکھڑی اکھڑی سانسوں اور کھوئی کھوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی

"اگر پانی کی لہر بہا لے جاتی تو ___؟"

___ وہ اپنائیت سے کہہ رہا تھا

چاند نے اس انداز سے ظفر کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہو

"تو کیا ہوتا ___؟"

"چلئے واپس چلیں ___ اختر آپ کے بارے میں پوچھ رہا تھا"

وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے واپس لا رہا تھا ___!

اور

وہ

خاموش شرمائی لجائی چوکھی کی دلہن کی مانند اس کے ساتھ چلی آرہی تھی

چاند بی بی ــــ!

اختر نے اسے دور سے دیکھکر ہانک لگائی

" بھئی ــــ کہاں چلی گئی تھیں ــــ؟"

" ڈوبنے کا ارادہ تو نہیں تھا ــــ!"

ــــ زرّین نے گرہ لگائی۔

" میرا بھی یہی قیاس تھا ــــ"

ــــ ظفر نے ٹیپ کا بند لگا دیا

اور اس نے ایک زخمی سی نظر اس پر ڈالی ــــ ظفر اسے دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔

وہ اپنے کمرہ میں اپنے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی آج کے گزرے ہوئے واقعات پر غور کر رہی تھی ــــ

ظفر کے حرارت سے بھرپور ہاتھوں کا لمس کسی چھاپ کی مانند اس کے ہاتھوں پر چپک کر رہ گیا تھا ــــ

وہ دیر تک اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی اور پھر جذبات سے مغلوب

ہو کر اس نے اُن پر اپنے پھولوں کی پتیوں ایسے لب رکھ دیئے۔

کسی کھٹکے سے دل کا چور بدک گیا ___ اور اس نے خوفزدہ سی نظروں سے اپنے چاروں طرف دیکھا ___

کوئی نہ تھا ___!

وہ اپنی اس دیوانگی پر مسکرا دی

سامنے آئینے میں اس کا عکس قمقمے کی روشنی میں مسکراتا ہوا اس سے اٹھکیلیاں کر رہا تھا ___

اس کی آنکھیں خمار آلود ہو گئیں

آج وہ خوش تھی ___

بہت خوش ___

اس نے اپنے سراپے پر ایک نظر ڈالی ___ اس کے سلیکس گرد آلود ہو رہے تھے ___

اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی ___

اور پھر کپڑے بدلنے میں مصروف ہو گئی ___!

رات کو وہ جی بھر کر سوئی ___

کتنے ہی عرصہ بعد اسے اتنی گہری نیند میسر آئی تھی ___ صبح اٹھ کر معمول کے مطابق ناشتے سے فراغت پا کر وہ لکھنے بیٹھ گئی ___ اور کتنے ہی صفحات لکھ ڈالے ___

وہ آج بڑے خوشگوار موڈ میں تھی

مسز رحمٰن ایک دو دفعہ اس کے کمرہ میں آئیں اور اسے شاد و شاداب دیکھ کر اس کی بلائیں لیتی ہوئی چلی گئیں —

زرّین کا ٹیلیفون آیا — مگر اس نے آج اسے بھی ٹال دیا —

— اس نے کہہ دیا تھا کہ آج وہ لکھنے کے موڈ میں ہے اور جب زرّین نے یہ دریافت کیا تھا کہ وہ کون سے پڑاؤ پر پہنچی ہے تو اس نے بتا دیا تھا کہ اس کے ناول کا ہیرو اس کی ہیروئن کے بہت قریب آگیا تھا اور اس کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ بھی لایا تھا — !

بادل آج گھٹا بن بن کر آسمان پر منڈلا رہے تھے — مگر شاید ابھی تک انہوں نے برسنے کی نہ ٹھانی تھی —

سہ پہر کے فوراً بعد ہی شام گہری ہو رہی تھی — مگر وہ اپنے گرد و نواح سے بے خبر لکھ رہی تھی —

اچانک کمرہ میں روشنی ہوئی —

کسی نے لائٹ سوئچ آن کر دیا تھا

اس نے دیکھا سامنے ظفر کھڑا مسکرا رہا تھا

اس کے ہاتھ میں ایک پیکیٹ بھی پکڑا ہوا تھا

اس کے دل کی دھڑکن اپنی رفتار سے کئی گنا بڑھ گئی

"کمال ہے — میں آپ کو ہر جگہ ڈھونڈتا رہا اور آپ ہیں کہ یہاں پر اندھیرے میں چھپی بیٹھی ہیں "

چاند کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اس کے کانوں میں شہد آگیں

رس گھول رہا ہو —

" آپ آج جلدی نہیں آ گئے — !"

— بالآخر وہ بولی

" کام جلدی ختم ہو گیا — جلدی آ گیا "

— اس نے کندھوں کو جھٹکتے ہوئے کہا

" ہاں — یہ لیجئے — !"

" یہ کیا ہے — ؟

اس نے ایک ادائے ناز سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا

" خود ہی دیکھ لیں "

چاند کو ایسا لگ رہا تھا — جیسے اس کا دل دھڑک دھڑک کر سینے سے باہر گر پڑے گا

" لیجئے نا "

— ظفر کہہ رہا تھا

اس نے بڑھ کر لرزتے ہاتھوں سے وہ پیکیٹ تھام لیا — اور پھر وہ پیکیٹ کھولنے میں مصروف ہو گئی — !

یہ ایک پہاڑی لباس تھا — جس پر شیشیوں اور رنگ برنگے دھاگوں سے ایمبرائیڈری کا کام ہوا ہوا تھا —

وہ ظفر کے حسنِ انتخاب پر مسکرا دی

" شکریہ — !

اس کی پلکیں بوجھل ہوتی جارہی تھیں

" شکریہ میرا نہیں سلمان کا ادا کریں ۔۔!"

۔۔ وہ بولا

" سلمان ۔۔!"

۔۔ اس نے حیرت سے کہا

" جی ہاں ۔۔ یہ پیکیٹ اس نے مجھے یہاں آنے سے پہلے دیا تھا مگر میں آپ کو دینا بھول گیا تھا ۔۔!

ظفر نے کہا ۔۔!

ایک زلزلے کی سی کیفیت چاند پہ طاری تھی

۔۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے چاروں اطراف سینکڑوں عمارتیں گر گئی ہوں اور وہ ان کے ٹن ہا ٹن ملبے کے نیچے دب گئی ہو ۔

وہ جھلا اُٹھی ۔۔

ظفر ایک دفعہ پھر اسے بیوقوف بنا گیا تھا ۔۔!

٭

پچھلے چند دنوں سے چاند کے معمول میں فرق آگیا تھا
نہ وہ پہلے سے بھڑکیلے لباس ــ
نہ کوئی سیر و تفریح

اور

نہ ہی دوست و احباب سے ملاقاتیں ــ
کلب گئے ہوئے بھی اسے ایک عرصہ ہوگیا تھا
زرینہ اور نادرہ واپس ایسٹ افریقہ جا چکی تھیں ــ!
زرین کبھی کبھار چلی آتی اور پھر وہ بھی زیادہ دیر نہ ٹھہرتی ــ!
شائد چاند کے اس رویے سے اُکتا کر لوٹ جاتی ہو
چاند کی زندگی میں ایک جمود سا طاری ہوگیا تھا ــ!
کسی ہنگامے کو اس کی زندگی سے دُور کا واسطہ نہ رہا ــ
وہ اپنا بیشتر وقت لکھنے پر صرف کرتی ـــــ اس کا ناول بھی اب اختتام

کو پہنچ رہا تھا۔ مگر ناول کے انجام کا وہ ابھی تک کوئی تعین نہ کر پائی تھی
الجھے الجھے خیال ہر وقت اسکو نڈھال کئے رہتے۔
وہ بچپن ہی سے بہت خودسر اور لاڈلی رہی تھی ۔
والدین اس کو پیار کرتے
ایک بھائی تھا وہ بھی اسے بیحد چاہتا تھا
وہ نوعمری میں ہمیشہ اسے تنگ کیا کرتی ۔ اس سے خواہ مخواہ رُوٹھ جاتی
اس کے کھلونے ہڑپ کر جاتی
مگر وہ ہمیشہ اس کی ہر بات کا خندہ پیشانی سے جواب دیتا
اسے مناتا ۔ اس کے لئے مٹھائیاں لاتا ۔ کھلونے لاتا۔
کبھی کبھار تو وہ جھنجھلا اُٹھتی ۔ بھائی کے اس یکطرفہ پیار پر ۔
وہ بار بار چاہتی ۔ کہ اختر اس کی پٹائی کرے اسے مارے جس طرح
اس کی کئی سہیلیوں کے بھائی اپنی بہنوں کو مارا کرتے تھے ۔ اور وہ بھی ان کی
طرح اپنی امی یا ابو کے سامنے جا کر منہ بسورتی ہوئی شکایت کرے ۔
مگر ۔ !
اختر تو کبھی بھی اس کو ایسا موقعہ نہ دیتا ۔ !
اس کی ہر خواہش کا احترام کرتا
اس کی ہر ضد کے آگے سرنگوں ہو جاتا
مگر ۔
جب سے وہ سنِ شعور کو پہونچی تھی ۔ وہ بھائی کی دل سے قدر دان

ہوگئی تھی ۔۔!

پھر وہ سنجیدہ سی رہنے لگی

اور کھلنڈرا اختر بہن کا یہ روپ دیکھ نہ سکا ۔۔!

اب وہ اسے اکثر تنگ کیا کرتا ۔۔۔ چھیڑتا

مگر ۔۔۔

وہ مسکرا کر یا زیادہ سے زیادہ ہنس کر اسے ٹال جاتی ۔۔!

اس کے اس طرح کے brought up نے اس کے اندر ایک قسم کی خود اعتمادی پیدا کردی ۔۔!

اور وہ زندگی کا ہر زینہ کامیابی سے طے کرتی چلی آئی ۔۔!

عشق و محبت کے ثقیل فلسفے اسے ہمیشہ بور کرتے "

وہ مرد و زن سے خندہ پیشانی سے ملتی ۔۔۔ مگر کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال اس کے دل میں نہ آیا تھا ۔۔ کہ وہ بھی کسی کو چاہے ۔۔۔ یا کوئی اسے چاہے ۔۔۔!

لڑکے عموماً اس کے حسن و جمال سے بھرپور سراپے کو دیکھ کر بوکھلا جاتے یا پھر الٹی پلٹی حرکات کرنے لگتے ۔۔ جن سے وہ اکثر لطف اندوز ہوتی ۔

نہ اس نے کبھی اپنے مستقبل کے بارے میں سوچا تھا ۔۔!

اور نہ ہی وہ اس کی فی الحال ضرورت محسوس کرتی تھی ۔۔!

مگر اس کے نہ چاہتے ہوئے بھی ظفر اس کی زندگی میں ایک سیلاب کی مانند چلا آیا تھا ۔۔

حالانکہ کچھ عرصہ قبل اگر کوئی اسے جبراً ظفر و سلمان میں سے کسی کو پسند کرنے کا حکم صادر کر دیتا — تو شائد وہ سلمان کو چنتی — !

مگر اب —

ظفر کی شخصیت دن بدن اس پر حاوی ہوتی چلی جا رہی تھی

جانے کیوں ظفر کی ایک ایک ادا اسے بھاتی — !

اس کے لباس کا انتخاب —

— اس کے بال سنوارنے کا انداز

اس کا بات بات پر مسکرا کر مد مقابل کی آنکھوں میں جھانکنے کا انداز۔

سب ہی کچھ تو اسے پسند تھا

ظفر کا اس کے ساتھ لاتعلقی کا سا برتاؤ گوا نو کھا ضرور تھا

مگر — !

شائد اس میں بھی ایک طرح کی لذت چھپی ہوئی تھی — !

لیکن یہ خیال کہ ظفر اس کی دسترس سے باہر ہے — اسے بے حال کر دیتا — !

وہ جھنجھلا اٹھتی — !

بار ہا اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ دو لفظوں میں اس تمام قصہ کا قضیہ چکا دے — !

مگر — !

کس طرح — !

مشرقی عورت کتنی بھی مغرب زدہ کیوں نہ ہو —!
کتنی ہی وارفتگی سے کسی کو کیوں نہ چاہے
کبھی بھی اپنے دل کی بات زبان تک نہیں لاتی —!

ظفر ایک عجیب سی الجھن میں گرفتار رہا!
جس ڈگر پر وہ آنکھیں بند کئے چلا جا رہا تھا — جانے وہ اُسے کہاں لئے جا رہی تھی —
منزل سے تو وہ اپنی باخبر تھا — مگر راستے کا تعین کرنے وقت اس نے ایک جوا ہی تو کھیلا تھا —!
چاندنا اب یکسر ہی بدل گئی تھی —!
نہ وہ پہلے سی شوخیاں نہ ہی وہ انداز تکلم —
پہلے تو وہ اسے دوست سمجھتی تھی — مگر
اب ممکن ہے اس سے متنفر ہو گئی ہو —!
مگر
اس شام کلفٹن پر جب اس نے اس کو کاندھوں سے پکڑ کر پکارا تھا تو وہ کیسی عجیب عجیب سی نظروں سے اسے تک رہی تھی —!
وہ ایک لمحہ اس کی زندگی کا اہم ترین لمحہ بن کر رہ گیا تھا
اور وہ لمحہ جو پلک جھپکتے گزر گیا تھا
اور پھر جب دوسرے روز وہ اسے سلمان کا تحفہ دینے گیا تھا تو وہ

کس طرح خوش ہو گئی تھی ــــ!
حیا کی شفق آلود سُرخی اس کے شہابی رخساروں سے کھیلنے لگی تھی۔
مگر
سلمان کے ذکر پر وہ بجھ سی گئی تھی
کیوں ــــ آخر کیوں ــــ
ظفر ــــ!
اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے آپ سے دریافت کیا ــــ!
کیا ایسا تو ممکن نہیں ــــ کہ وہ ــــ وہ اب پہلی سی چاند نہ رہی ہو ــ!
جو اسے محض ایک شرمیلا سا انسان سمجھتی تھی
تو ــ کیا ــــ وہ سچ مچ ــــ!
اور اس کے دل کی دھڑکن تیز تر ہوتی چلی گئی
تو اب مجھے کیا کرنا چاہیئے ــــ کیا کرنا چاہیئے ــــ!"
اکھڑی اکھڑی سانسوں سے وہ اپنے آپ ہی سے مخاطب تھا
بول ظفر ــــ بول
ــــ ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے ــــ اور تو یادوں کے حسین تاثرات میں کھو یا رہ جائے ــــ وقت جو کبھی کسی کو معاف نہیں کرتا ــــ دیکھ حُسن۔ عشق کے آگے سربسجود ہو رہا ہے ظفر ــــ وقت ضائع مت کر ــــــ اور سوچ ــــ کچھ سوچ ــــ!
"میں ــــ اس سے ملوں گا"

ـــ وہ اُونچی آواز میں بولا

" اپنے دل کی بات صاف صاف لفظوں میں بیان کردوں گا ـــ"

" تو ـــ وہ کیا کہے گی ـــ ؟"

ـــ اس نے خوش کن انداز میں سوچا ـــ !

" وہ کہے گی ـــ وہ کہے گی ـــ وہ الجھ گیا ـــ وہ کیا کہیگی ـــ ؟"

وہ افسردہ سا ہو گیا ـــ !

اور اسے اس کا پہلا جواب یاد آ گیا ـــ !

کتنے ارمانوں سے اس نے وہ خط اسے لکھا تھا ـــ ایک ایک لفظ کا موازنہ کیا تھا ـــ !

مگر

اس نے کیسا ٹکا سا جواب دیدیا تھا ـــ !

ایک بار خفت اُٹھانے کے بعد وہ اپنے اندر کوئی ایسا قدم اُٹھانے کا حوصلہ نہ پاتا ـــ جس سے ایک مبہم سی اُمید بھی دم توڑ جاتی جو اس کی آرزوں کی رہی سہی متاع تھی ـــ !

" میں کیا کروں ـــ کیا کروں ـــ !"

تحفہ ـــ !

اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آ گئی ـــ !

" ٹھیک ہے ـــ میں کوئی تحفہ چاند کے لئے لاؤں ـــ !"

چاند مغرب میں اتنے سال گزار کر آئی ہے اور سنا ہے وہاں حال دل

کی عکاسی کا بہترین ذریعہ پھول ہی سمجھے جاتے ہیں ــــ!
پھول ــــ جو خوشی اور غم دونوں کے تاثرات بہ آسانی گوش گزار کرتے ہیں۔

سفید پھول ــــ عقیدت کی نشانی
پیلے پھول ــــ خلوص و احترام کی نشانی
اور
اور سُرخ گلاب کے پھول ــــ محبّت کی نشانی
وہ جھوم اُٹھا ــــ
ــــ اپنے اس خیال پر جھوم اُٹھا
" ظفر ــــ یو آر گریٹ
وہ تقریباً دوڑتا ہوا اپنے کمرہ سے نکلا
اور سامنے آتی ہوئی چاند سے ٹکرا گیا ــــ چاند کے ہاتھوں میں پکڑا ہوا ناول کا مسودہ زمین پر گر گیا ــــ!
" اُوف ــــ معاف فرمایئے گا ــــ"
وہ ہنستے ہوئے بولا
ــــ اور جلدی جلدی زمین پر بکھرے ہوئے کاغذ سمیٹنے لگا۔
چاند اسے کھوئی کھوئی نظروں سے دیکھتی رہی ــــ اور آخرکار بولی
" بڑے خوش نظر آرہے ہیں ــــ"
ــــ" جی ہاں ــــ اور جانتی ہیں کیوں ــــ"

"بتادیجئے ___!"

وہ مسکرادی ___!

ظفر اس کی دلفریب مسکراہٹ پر مرمٹا ___!

"بتایا نہیں ___؟

___ چاند پوچھ رہی تھی

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرایا ___!

"میں نے ___ آج ___ شائد مونٹ ایورسٹ فتح کرلی ہے ___!"

اور یہ کہتے ہوئے وہ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اس کی نظروں سے دور ہوگیا اور وہ خوشی اور حیرت کے ملے جُلے تاثرات لئے اسے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی ___!

دروازہ پر دستک کی آواز سے وہ چونک گئی ___ وہ اپنے بالوں پر برش کر رہی تھی ___!

"کون ___؟"

"میں ہوں ظفر ___؟"

چاند کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی ___ ایک حسین سی مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے اس نے جلدی جلدی اپنے بالوں کو آخری پیچ دیا اور لپک کر دروازے کی چیٹخنی کھول ڈالی ___

سامنے ظفر ایک دلکش انداز سے مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا ___!

چاند کو اپنے سینے میں دل اچھلتا ہوا محسوس ہوا۔

"آجائیے ــــ!"

اس نے ایک طرف ہو کر اسے راستہ دے دیا

وہ دیکھ رہی تھی کہ ظفر اپنے دونوں ہاتھ پشت پر رکھے شائد کوئی چیز اٹھا کر اندر چلا آ رہا تھا ــــ!

"بیٹھئے ــــ!"

اس نے ملائمت سے کہا

ــــ اور خود ایک کرسی پر بیٹھ گئی

مگر ظفر بیٹھا نہیں ــــ بالکل اس کے مقابل آ کر کھڑا ہو گیا

وہ عجیب عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی ــــ!

"چاند ــــ"

ــــ اس نے گھمبیر آواز میں اُسے مخاطب کیا

اور وہ تڑپ کر محض اسے دیکھتی رہ گئی ــــ!

"آپکو بچپن والا ظفر یاد ہے ــــ جو بڑا شریر تھا ــــ اور آپ سے کھیلا کرتا تھا ــــ!"

"ہوں ــــ!"

ــــ وہ مسکرا دی

"اور یہ بھی یاد ہو گا ــــ کہ وہ آپ کو آپ کہہ کر مخاطب نہیں کرتا تھا بلکہ تم کہتا تھا ــــ!"

"تو ــــ!"

اور مسکرا کر اس نے نفی میں سر ہلا دیا ۔۔۔!

" تو چاند ۔۔۔ دیکھو میں تمہارے لئے کیا لے کر آیا ہوں ۔۔۔"

چاند نے اپنی جھکی ہوئی آنکھوں کو حرکت دی اور اب وہ ظفر کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے سرخ گلاب کے پھولوں کا گلدستہ صاف دیکھ رہی تھی ۔۔۔!

اور اسے ایک لمحہ کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی کیتھیڈرل میں سفید گاؤن پہنے کھڑی ہو ۔۔۔

اور ظفر کالے سوٹ میں ملبوس ہاتھوں میں سرخ گلاب کے پھولوں کا گلدستہ لئے کھڑا اسے اپنائیت کی نظر سے دیکھ رہا ہے ۔۔۔!

وہ مسکرا دی ۔۔۔!

اس کے شفاف موتیوں جیسے دانت چمکنے لگے ۔۔۔!

اس نے آہستگی سے ظفر کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے گلدستے پر اپنا مرمریں رکھ دیا ۔۔۔ ظفر کی انگلیاں اس کی مخروطی انگلیوں سے ٹکرا گئیں ۔۔۔

حیا کی سرخی سے اس کا رنگ گلنار ہو گیا ۔۔۔

اور

دوسرے لمحہ اس نے گلدستہ ظفر کے ہاتھ سے لیکر اپنا چہرہ اس میں چھپا لیا۔

⁘

تمام رات وہ سپنوں کی وادیوں میں گھومتی رہی
صبح جب نوکرانی اسے جگانے آئی تو وہ بڑے خوشگوار موڈ میں تھی
اس نے جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا۔۔۔ صبح کا لباس اہتمام سے زیب
تن کیا ۔۔!
اور پھر ناشتہ کی ٹیبل پر چلی گئی
جہاں گھر کے دوسرے افراد ناشتہ کر رہے تھے ۔۔۔!
مگر
اس نے دیکھا ظفر وہاں نہ تھا ۔۔!
اس نے چاہا کہ کسی دریافت کرے ۔۔۔ مگر پھر وہ کچھ سوچ کر خاموش
ہی رہی ۔۔!
" ظفر کیوں جا رہا ہے ۔۔۔!"
رحمٰن صاحب اپنی بیگم سے پوچھ رہے تھے ۔۔!

وہ چونک گئی ۔۔ چھری اس کے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچی ۔!

بیگم رحمٰن کہہ رہی تھیں

" پتہ نہیں کہہ رہا تھا ۔۔ کہ کافی عرصہ ہوا ہے اسے آئے ۔۔ والدہ سے ملنے لاہور جا رہا ہے ۔۔!"

" شائد ایک ہفتہ کی چھٹی ہے ۔۔!"

" کب جا رہا ہے ۔۔؟"

" ابھی ابھی کمرہ میں جاتے وقت کہہ گیا ہے کہ اس کا پلین آدھے گھنٹے میں جا رہا ہے ۔۔!"

چاند پتہ نہیں کس کیفیت میں ناشتہ کر رہی تھی ایک ایک نوالہ اس پر بار ہو رہا تھا۔

اس کا بس چلتا تو ناشتہ چھوڑ بھاگ کر ظفر کے کمرہ میں چلی جاتی

مگر

سب لوگ کیا سوچتے

سب لوگ ناشتہ ختم کر کے اُٹھ گئے ۔۔ وہ بھی جلدی جلدی اُٹھ کر ظفر کے کمرہ کی طرف چل دی ۔۔!

ظفر اپنا سوٹ کیس بند کر رہا تھا ۔۔!

" ظفر ۔۔!

۔۔ وہ پکاری

" چاند ۔۔!"

— ظفر گھوم گیا

چاند کی نظریں جھک گئیں — وہ اس کے نزدیک آگیا

"میں لاہور جا رہا ہوں — !"

"مجھے معلوم ہے — !"

"جانتی ہو کیوں — ؟"

"اپنی امّی کو ملنے — !"

"نہیں —"

— وہ مسکرا دیا

"اپنی امّی کو لینے — !"

وہ حیران کن نظروں سے اسے دیکھنے لگی

"اور پھر تمہیں وہ تمہاری امّی سے میرے لئے مانگ لیں گی — !"

اور وہ کسی پھولوں کی ڈالی کی طرح لچک گئی — !

سفید موتیوں ایسے دانت چمکنے لگے — !

ظفر مسکرا دیا —

"اچھا اب یہیں کھڑی رہو گی — مجھے ایئر پورٹ تک سی آف نہ کرو گی"

"چلئے — !"

وہ زیر لب مسکراتے ہوئے گویا ہوئی — !

وہ جب ایئر پورٹ پہنچے تو جہاز روانگی کے لئے تیار تھا — ظفر

نے ایک نظر چاند کو دیکھا

"اچھا — تو ہم چلے —!"

"میں انتظار کرونگی —!"

— چاند نے دھیمے سے لہجہ میں کہا

"سچ —!"

— ظفر اس کا ہاتھ اپنے میں لے کر بولا

"ہوں —!"

وہ مسکرا دی

"اچھا تو خدا حافظ —"

"خدا حافظ —"

اور ظفر اس کی نظروں کے سامنے تیز تیز قدم اٹھاتا — جہاز کی سمت روانہ ہو گیا —

اور وہ حسین یادیں لئے گھر لوٹ آئی —!

❁

اختر کے خط نے سلمان کو پریشان کر دیا تھا

ظفر کی امی کراچی آئی ہوئی تھیں — اور ظفر خود جا کر انہیں لیکر آیا تھا۔!

اس کا کیا مطلب ہو سکتا تھا۔؟

ضرور ظفر نے کوئی چال چلی ہے۔!"

اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔"

اور پھر وہ جلدی جلدی چھٹی کی درخواست لکھنے میں مشغول ہو گیا

" مسٹر سلمان آپ اپنے ہوش میں تو ہیں ۔"

درخواست پڑھکر باس جھنجھلا اٹھا۔!

" آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ظفر کے جانے کے بعد اس کی جگہ بھی ابھی تک خالی پڑی ہے اور اس پر آپ کئی دن بیمار رہے — چلئے بیماری پر کسی کا کیا زور — مگر کام کا تو حرج ہوا — اور اب اللہ اللہ کر کے آپ دفتر آئے ہیں — تو یہ چھٹی کی درخواست چہ معنی دارد۔"

"سر مجھے ایک ضروری کام سے کراچی جانا ہے۔!"

"مگر میں آپ کو چھٹی نہیں دے سکتا۔!"

"تو آپ میرا استعفےٰ قبول فرمائیں۔"

"مسٹر سلمان۔۔۔ آپ ہوش میں تو ہیں۔!"

باس چلایا

"میرا جانا بہت ضروری ہے۔!"

"آپ کا کیریئر تباہ ہو جائے گا۔"

"پرواہ نہیں۔"

"آخر آپ کو کیا کام ہے۔؟"

"یہ میں آپ کو نہ بتا سکوں گا۔"

"سلمان۔۔۔ ابھی آپ نوجوان ہیں۔۔۔ جذباتی فیصلے کبھی کبھار انسان کو تباہی کے راستے کی طرف لے جاتے ہیں۔!"

باس جو ایک نیک دل انسان تھا سلمان کو سمجھاتے ہوئے بولا

مگر سلمان پر تو صرف ایک بھوت سوار تھا۔!

اس کی چھٹی حس اسے متنبہ کر رہی تھی کہ اگر وہ اس وقت چوک گیا تو تمام عمر پچھتائے گا۔!

وہ نوکری چھوڑ سکتا تھا

مگر چاند کو کسی قیمت پر اپنے ہاتھ سے جاتا نہ دیکھ سکتا تھا۔

چاند اس کی زندگی کا مقصد بن چکی تھی۔!

نوکری تو کیا وہ چاند پر اپنی زندگی بھی داؤ پر لگانے سے دریغ نہ کرتا
وہ
ان ہی سوچوں میں مگن گھر آگیا — اور جلد جلد اپنا سامان ٹھیک کرنے
لگا —!
ہاتو کو اس نے ایک ماہ کی فاضل تنخواہ دیکر چلتا کر دیا ۔
ہاتو غریب روتا رہا — ہر طرح منت کرتا رہا — کہ سلمان اسے
بھی ساتھ لے چلے —!
مگر —!
سلمان شائد اس وقت ہوش و حواس میں نہ تھا — اس نے ہاتو کو بُری
طرح ڈانٹ دیا —
ہاتو روتے روتے نازو کے گھر چلا گیا — اور تمام معاملہ اسے بتایا ۔!
نازو پلک جھپکتے ہی سلمان کی طرف پہنچی
مگر
سلمان جا چکا تھا —!
وہ دوڑتی ہوئی گھر آئی — گیراج سے اپنی مرسیڈیز نکالی اور بس کے اڈے
کی طرف چل دی ۔
— لیکن اس کے پہنچنے سے قبل ہی بس روانہ ہو چکی تھی
اس کے دل کو ایک چوٹ سی لگی
سلمان جاتے وقت اس سے مل کر بھی نہیں گیا تھا

وہ اسے ایک نظر دیکھ بھی نہ سکی

لیکن

عین اس لمحہ اس کی نظریں سلمان پر پڑیں جو ایک اڈے پر سراسیمگی کے عالم میں کھڑا تھا ــــ!

" سلمان صاحب ــــ!"

وہ گاڑی سے اُتر کر دوڑتی ہوئی اس کی جانب لپکی

" مس نازو ــــ بس نکل گئی ہے ــــ آپ برائے مہربانی مجھے لفٹ دیں تاکہ ہم بس کو پکڑ لیں ــــ"

وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے ــــ!

اور دوسرے ہی لمحہ گاڑی فراٹے بھرنے لگی

" سلمان صاحب ــــ!"

" ہوں ــــ!"

" آپ اکیلے کہاں جا رہے ہیں ــــ"

" نازو ــــ میں نے نوکری چھوڑ دی ہے ــــ اور اب کراچی جا رہا ہوں!"

" کیوں ــــ؟

" پتہ نہیں کیوں ــــ؟

" یہ کیا بات ہوئی ــــ؟

ــــ نازو نے حیران ہو کر پوچھا

" وہ دیکھئے بس نظر آ گئی ــــ!"

مگر نازو رکی نہیں ــــ بلکہ بس سے بھی آگے نکل گئی

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں ــــ!"

"میں آپ کو کراچی لے کر جا رہی ہوں ــــ"

"آپ اپنے حواس میں تو ہیں ــــ"

ــــ سلمان نے گھورا

"ہوش و حواس میں کبھی تھا ہی کون کمبخت ــــ"

نازو نے افسردگی سے کہا

"نازو ــــ گاڑی روکئے ــــ!"

"جی نہیں ــــ!"

"آپ کو کیا ہو گیا ہے ــــ!"

"وہی جو آپ کو ہوا ہے ــــ!"

"میں کہتا ہوں گاڑی روکئے ــــ"

ــــ سلمان سختی سے بولا

"گاڑی نہیں رکے گی ــــ!"

ــــ وہ بھی بضد تھی

"آخر کیوں ــــ؟"

"سلمان صاحب ــــ!"

ــــ نازو بولی

"ــــ کیا میرا آپ پر اتنا حق بھی نہیں کہ ایک چھوٹی سی ضد اپنی بھی پوری

کرلوں ۔"

"کیسی ضد ۔۔۔۔؟"

"کم از کم اس چھوٹے سے سفر میں تو آپ کی شریک رہوں ۔"

"کیا دیوانگی ہے ۔۔۔؟"

"دیوانگی ہی سہی ۔۔۔!"

"پیچھے نوید کا کیا ہوگا ۔۔ ؟"

"گھر میں نوکر چاکر ہیں ۔۔۔۔ اور پھر یا تو کو بھی گھر چھوڑ آئی ہوں ۔"

سلمان بے بسی سے اسے دیکھتا ہوا خاموش ہوگیا ۔۔

❖

رحمٰن صاحب کی کوٹھی آج بقعہ نور بنی ہوئی تھی ـــــ ہر سمت برقی قمقموں کی رنگ برنگی روشنی کوٹھی کے در و دیوار کو زر نگار بنا رہی تھی ـــــ سامنے کشادہ لان پر لمبے لمبے سرو کے بوٹوں میں پنہاں ننھے ننھے قمقمے بہت جاذب نظر لگ رہے تھے ـــــ لان کے وسط میں نصب ایک خوبصورت سا فوارہ اس رنگ برنگی روشنی میں ایک قوس و قزح کا سا سماں باندھ رہا تھا ـــ مین گیٹ کو بھی انتہائی اہتمام سے سجایا گیا تھا ـــ ! اور اس پر نیون سائن سے جلی حروف میں ویلکم لکھا ہوا تھا ـــ

کوٹھی کے تقریباً ہر گوشے میں مہمان بکھرے ہوئے تھے ـــ زیادہ تعداد عورتوں کی تھی جو بھڑکیلے لباس پہنے گوٹے گہنوں میں لدی پھندی مرقع نمائش بنی ادھر ادھر گھوم رہی تھیں ـ

بچے بھی بنے سنورے ہر طرف منڈلاتے نظر آ رہے تھے ـ !

کل چاند اور ظفر کا بیاہ تھا

اور آج رات

چاند کی رسم مہندی

چاند اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں گھری کچھ جھینپی جھینپی سی بیٹھی ہوئی تھی ۔۔۔ !

لڑکیاں ۔۔۔ میک اَپ کی مشہور کمپنیوں کے چلتے پھرتے اشتہار دکھائی دے رہی تھیں ۔۔۔

مگر زرّین نے تو آج کمال کر دیا تھا ۔۔۔۔ ہر کسی کی نظریں بے اختیار اس کے سراپے پر جا پڑتیں

" اگر کوئی باہر سے ناواقف آ جائے تو یہی سمجھے کہ دلہن زرّین ہے ۔ !"

۔۔۔۔ ایک لڑکی نے زرّین پر چوٹ کی ۔۔۔

مگر زرّین بھی اپنے حلقہ میں برمحل جواب دینے میں اپنی مثال آپ تھی ۔

" تو دیر کس بات کی ہے ۔۔۔ یہ لو میرا بیگ ۔۔۔۔ اندر ٹائیلٹ میں چلی جاؤ ۔۔۔ اور نکال لو اپنے دل کی بھڑاس ۔۔۔ !"

" لو ۔۔۔ میرا مطلب یہ تھوڑے ہی تھا ۔۔۔"

وہ لڑکی زچ ہوتے ہوئے بولی

" تو کیا مطلب تھا ۔۔۔ ؟"

" میرا تو صرف یہی مدعا تھا کہ تمہارے حسن کی تعریف کروں ۔۔"

" تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا ۔۔۔"

۔۔۔۔ زرّین آنکھ میچتے ہوئے بولی

"ویسے بُری تم بھی نہیں ہو ــــ!"

"اللہ ــــ تم بڑی بے شرم ہو ــــ"

ــــ وہ جھینپتے ہوئے بولی

اور تمام سہیلیوں کی ہنسی کی جھنکار کمرہ میں گونج گئی ــــ!

ظفر جب لاہور سے اپنی والدہ کو لیکر کراچی آیا تھا تو اس کی والدہ نے چاند کو ایک نظر دیکھتے ہی پسند کر لیا تھا ــــ

ــــ بات کچھ آگے بڑھی ــــ اور رحمٰن صاحب اور اُن کی بیگم نے زرّین کے ذریعہ چاند کا عندیہ معلوم کیا اور چاند کے مثبت ردعمل پر یہ رشتہ فوراً طے پا گیا ــــ

اگلے چاند کی پہلی تاریخ کو نکاح کی رسم ہونی قرار پائی ــــ چونکہ ظفر کا اس دنیا میں اپنی والدہ کے سوا کوئی نہ تھا ــــ اس لئے رحمٰن صاحب نے ایک شرط رکھی کہ وہ چاند اور ظفر کو گھر پر ہی رکھیں گے ــــ ظفر نے ان کی اس شرط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ــــ

گو رحمٰن صاحب کے مجبور کرنے پر وہ صرف اس حد تک راضی ہوا کہ اپنی سروس کی کنفرمیشن تک وہ دونوں ان کے ہاں رہیں گے ــــ لیکن اس کے فوراً بعد ہی وہ اپنا الگ انتظام کر لیں گے ــــ

ہر دو فریقین کی شادی کی تمام رسوم رحمٰن صاحب کی کوٹھی میں ہی کی جانی قرار پائیں ــــ!

ظفر اور اختر نے مل کر اپنے دوست واحباب عزیز و اقارب کی ایک لمبی فہرست مرتب کی اور سب کو شادی کے دعوت نامے ارسال کر دیئے گئے —

سلمان کے بارے میں اختر نے رائے دی کہ اُسے دعوت نامے کی بجائے بذریعہ تار مطلع کیا جائے — تاکہ وہ فوراً کراچی پہونچ جائے — اور ان دونوں کا امور شادی کی ذمہ داریوں میں خاطر خواہ ہاتھ بٹائے —!

یہاں آ کر ظفر کے دل کا چور ٹھٹک گیا — وہ شادی سے قبل ہرگز سلمان کا سامنا نہ کرنا چاہتا تھا — لہٰذا اس نے سلمان کو تار دینے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی —

— اور پھر جانتے بوجھتے ہوئے اسے نظر انداز کر گیا

اس کے باوجود — وہ دل ہی دل میں ہراساں تھا کہ کہیں سلمان کو کسی اور وسیلے سے اطلاع نہ مل جائے — اور وہ یہاں آنہ پہونچے —!

وقت آہستہ آہستہ بیت رہا تھا — اور وہ گھڑیاں گن گن کر اس لمحہ کا منتظر تھا — جب —

— چاند اس کی ہو چکی ہوگی —

پھر —!

دنیا کی کوئی طاقت ان کے درمیان حائل نہ ہو سکے گی

مگر جب تک وہ اک انجانے سے خوف سے دوچار تھا

آج کا دن بھی بیت گیا تھا — بس ایک رات اور تھی — اور پھر وہ اپنی منزل پا لے گا —!"

صرف ایک رات
پلک جھپکتے بیت جائے گی — !
"ظفر —"
اختر اس سے دریافت کر رہا تھا — !
"یار — سلمان نے حد کر دی ہے — نہ آنے کی اطلاع اور نہ ہی کوئی پیغام — مجھے اس سے کم از کم ایسی امید ہرگز نہ تھی — !"
"ہاں اسے آتو جانا چاہیئے تھا — کیا پتہ رات کی ٹرین سے آجائے" — ظفر نے بات بنائی۔
اتنے میں ایک مرسیڈیز آکر ان کی کوٹھی کے سامنے رُکی —
ظفر کو اپنے پیروں تلے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی
سامنے سلمان گاڑی سے نکل کر ایک خاتون کے ہمراہ کوٹھی میں داخل ہو رہا تھا —
اختر بھاگتا ہوا اس کی طرف ہو لیا —
— اور پھر دونوں دوست گلے مل رہے تھے — !
"آؤ سلمان — مگر تم اتنی دیر سے کیوں آئے "
"دیر سے —"
— سلمان حیرت سے بولا
"میں سمجھا نہیں —"
"بھئی تمہیں تار جو دیا تھا کہ فوراً چلے آؤ — !"

"تار ـــــ!"

"ہاں تار ـــــ!"

مگر مجھے تو کوئی تار نہیں ملا ـــــ!"

ـــــ سلمان حیرت میں ڈوبا ہوا تھا

"تو تم اچانک کیسے آگئے ـــــ!"

"تمہارا خط ـــــ"

اس نے صرف اتنا ہی کہا ـــــ مگر کچھ سوچ کر بات وہیں دبا گیا

"میرا خط ـــــ"

"ہاں ہاں تمہارا خط ملا ـــــ تم مجھے بہت یاد آئے ـــــ سوچا کافی دیر ہوئی ہے ـــــ تم سے مل آؤں ـــــ!"

"نہیں ـــــ!"

اختر حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے بولا

"سچ ـــــ!"

"بھئی کمال ہے ـــــ پھر تو خوب وقت پر آئے ـــــ!"

"وہ کس طرح ـــــ"

ـــــ سلمان اپنے دل کے اندیشے کو دباتا ہوا بولا

"اور یہ سب اہتمام کیسا ہے ـــــ!"

"بھئی کل چاند کی شادی ہے اور آج رات اس کی رسم مہندی ہے!"

سلمان پر ایک بجلی سی گری ـــــ

شائد اختر قمقموں کی زرد روشنی میں اس کے چہرے پر غالب آتی ہوئی ویرانی نہ پڑھ پایا تھا ——

ورنہ سلمان کا چہرہ ایسے ہو رہا تھا —— جیسے اس میں زندگی کی حرارت نہ رہی ہو ——!"

"حیا —— چاند کی شادی ہے —— مگر کس کے ساتھ ——!"

"بھئی اپنے ظفر کے ساتھ ——"

یہ سلمان کا دل ہی جانتا تھا —— کہ وہ ان پیروں پر کیسے کھڑا تھا۔ ورنہ اس کی لرزتی ہوئی ٹانگیں کب کا جواب دے چکی ہوتیں —— اگر وہ تھوڑی سی ہمت سے کام نہ لیتا ——

عین اس لمحہ اُسے اختر کی گردن کے پیچھے ظفر کا چہرہ دکھائی دیا

وہ ایک ٹکٹکی باندھے ظفر کو گھور رہا تھا

"ہیلو سلمان ——!"

ظفر پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے آگے بڑھا

مگر وہ اسے گھورتا رہا ——!

پیچھے سے اسے کسی نے ٹھوکا دیا ——!

یہ نازو تھی ——!

جو صورت حال کا اندازہ لگا چکی تھی ——!

اس نے ایک نظر گھوم کر نازو کی طرف دیکھا

"آپ کے دوست آپ کو وش کر رہے ہیں سلمان ——!"

— نازو نے سرگوشی کی

وہ چونک گیا —

اس نے دیکھا — اختر کسی اور مہمان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا اور ظفر اس کے سامنے مجرموں کی طرح کھڑا تھا — !

"ہیلو سلمان — !"

— اس نے ایک دفعہ پھر کہا

"ہیلو ظفر — !"

اس نے اسی لہجے میں جواب دیا — !

"سلمان بیٹے — !"

— یہ بیگم رحمٰن تھیں —

"بھئی تم کب آئے — !"

— سلمان نے بڑھ کر انہیں آداب کیا

"جی — ابھی ابھی آیا ہوں —

"تار وقت پر مل گیا تھا — !"

— وہ پوچھ رہی تھیں

"تار — !"

"ہاں تار — جو ظفر نے تمہیں دیا تھا —"

سلمان نے تڑپ کر ظفر کی طرف دیکھا — مگر ظفر اس کی بے چین نظروں کی تاب نہ لا سکا اور اس کی نگاہیں جھک گئیں — !

"جی — آنٹی — مل گیا تھا — !"

— سلمان نے آہستگی سے کہا — !

"اور یہ کون ہیں — ؟"

— بیگم رحمٰن نے نازو کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا

"یہ میرے ساتھ ہیں"

— سلمان نے کہا

"اوہ — سمجھی — اچھا بھئی چلو اندر — چل کر منہ ہاتھ دھولو — تھوڑی دیر بعد چاند کی رسم مہندی ہونے والی ہے — !"

"جی — اچھا — !"

اور یہ کہہ کر وہ نازو کو ساتھ لئے چاند اور اس کی سہیلیوں کے جھرمٹ میں جا پہنچیں — !

سلمان دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا

سامنے چاند بیٹھی تھی — !

اس کی چاند — جس کی یاد کو سینے سے لگائے وہ زندہ تھا — !

جس کی وہ اب تک پرستش کرتا چلا آیا تھا

جو گلِ لالہ کی طرح حسین اور دلفریب تھی

حوریں اور پریاں جس کے بے داغ حسن کو سلام کہتی تھیں

وہ سامنے بیٹھی تھی — !

ایک ایسے روپ میں جس میں اس نے اسے تصور میں بارہا دیکھا تھا

وہی روپ دھارے آج وہ حقیقت میں اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

اور،

اب وہ

پرائی ہونے جا رہی تھی —— !

کسی اور کی ہونے ——

"آداب —— سلمان صاحب ——"

وہ اس کی سُریلی آواز میں کھو گیا

اس کی جھکی جھکی نظریں —— کسی نئی نویلی دلہن کی طرح حیا بار ہو رہی تھیں!

اسے پہاڑ کی وہ دُلہن یاد آ گئی —— جسے دیکھ کر چاند کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی —— !

اور آج وہ خود وہی رُوپ دھارے اس کے سامنے تھی —— !

وہ اسے دیکھتا رہا ——

کھوئی کھوئی نظروں سے ——

اس کے لب ہلے —— پتہ نہیں اس نے کیا کہا —— شاید کوئی رسمی بات —— !

اسے اتنا یاد تھا —— کہ پھر نزہتین آگے بڑھ کر نازو کا ہاتھ تھامے چاند کے قریب چلی گئی تھی —— !

نازو اور چاند ساتھ بیٹھ گئیں

نہ جانے بیگم رحمٰن کیا کہہ رہی تھیں —— اُسے تو بس اتنا ہی پتہ

تھا — !

کہ — وہ لٹ گیا تھا — !

ایک ایسے بھٹکے ہوئے انسان کی طرح جس کا مقصد حیات فوت ہو چکا ہو —

وہ وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا

چاند کی رسم مہندی شروع ہو گئی — !

تمام سہیلیاں ایک دائرے کی شکل میں کھڑی ہو گئیں اور چاند کو انہوں نے اپنے بیچوں بیچ کھڑا کر لیا — !

چاند سمٹی سمٹائی آنکھیں نیچی کئے اُن میں گھری کھڑی تھی — کوئی بھلا اس وقت یہ کہہ سکتا تھا — کہ یہی لڑکی ولایت سے لوٹ کر آئی تھی۔

سات سہاگنیں — مسکرائیں — چہچلیں کرتیں آگے بڑھیں اور باری باری چاند کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر اپنی چھوٹی انگلیوں سے مہندی کے باریک نشان لگاتی ہوئی واپس پلٹتی گئیں نازو بھی مسکراتی ہوئی آگے بڑھی مگر دوسرے ہی لمحے اُسے اپنی بیوگی کا احساس ہو گیا اور وہ بجھے دل سے واپس پلٹ گئی — !

— کہ کہیں اس کی بدنصیبی کا سایہ چاند پر نہ جا پڑے —

❖

سگریٹ کے مرغولے تمام کمرہ میں پھیلے ہوئے تھے ــــ اور سلمان
بستر پر نیم دراز اپنے اُلجھے ہوئے خیالات میں جکڑا ہوا تھا
کمرہ میں دستک ہوئی ــــ!
یہ ظفر تھا
"کھانے پر سب تمہارے منتظر ہیں"
ــــ اس کی آنکھوں میں خلوص نمایاں تھا
سلمان آنکھیں موندے جوں کا توں لیٹا رہا ــــ!

"سلمان ــــ!"

"ہوں ــــ!"

"کھانا نہیں کھاؤ گے ــــ!"
سلمان نے آنکھیں کھولیں ــــ اور ایک جھٹکے سے اُٹھ کر بیٹھ بیٹھ گیا ــــ

" میں نے ــــ !"

ــــ ظفر ہچکچاتے ہوئے بولا

" تمہیں تار تو دیا تھا ــــ پتہ نہیں کیوں نہ ملا ــــ !"

سلمان نے تڑپ کر اسے چھیدتی ہوئی نظروں سے دیکھا جس کا سامنا کرنا ظفر کے بس سے باہر تھا

" کیا بات ہے ــــ تمہاری صلاحیتیں زنگ آلود ہوتی جارہی ہیں"

سلمان سرد مہری سے بولا

" یعنی ــــ"

" یعنی ــــ پہلے تو تم بڑی خوبصورتی سے جھوٹ بولا کرتے تھے لیکن اب تو صاف پکڑائی دے رہے ہو ــــ"

" سلمان ــــ !"

ــــ ظفر نے احتجاج کیا

" جی ــــ !"

ــــ وہ اسے چھیدتی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا

اور ظفر کچھ کہہ بھی تو نہ سکا ــــ

بالآخر اس نے ہمت کی اور بولا

" ٹھیک ہے میں نے تمہیں تار نہیں دیا تھا ــــ"

" مگر کیوں ــــ ؟"

" کیوں ــــ شائد اس لئے کہ میں تمہارا سامنا کرنا نہیں چاہتا تھا ــــ"

" وجہ ـــــ ؟"

" وجہ ــــ تم سے چھپی ہوئی نہیں ہے ــــ وہ عہد جو ہم نے مل کر کیا تھا ــــ میں اس سے پھر گیا تھا ــــ"

" یہ تو میں تب ہی جانتا تھا ــــ جب تم وہاں سے تبادلہ کرا کر چلے آئے تھے" سلمان پھیکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لا کر بولا

" سلمان ــــ میں اب تمہیں کیا بتاؤں ــــ کہ چاند میری زندگی پر کس بُری طرح حاوی ہو گئی تھی ــــ میں اس کے بغیر ایک پل زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ مجھے اس کے بغیر اپنا وجود کھوکھلا کھوکھلا سا محسوس ہوتا تھا اور اس کا صرف ایک ہی علاج تھا کہ میں چاند کو حاصل کروں ــــ"

" اور یہ سب تم نے کمالِ خوبصورتی سے کیا ــــ !"

ــــ سلمان کا لہجہ طنز کے تیر برسا رہا تھا ــــ !

" مگر سلمان ــــ چاند مجھے چاہتی ہے ــــ !"

" اگر تمہاری جگہ میں کراچی چلا آتا ــــ تو شائد چاند کے احساسات مختلف ہوتے ــــ"

" یہ محض تمہارا خیال ہے سلمان ــــ تم چاند کو نہیں سمجھتے ــــ"

" تو تم سمجھتے ہو ــــ !"

" ہاں میں سمجھتا ہوں ــــ !"

ــــ ظفر بولا

" اور میں بھی سمجھتا ہوں ــــ کہ میرا ایک دوست ہے جو

ہمیشہ میرے حق پر ڈاکہ ڈالتا رہا ہے ۔۔۔!"

جو زندگی کے ہر موڑ پر مجھے فریب دیتا چلا آیا ہے

اور ۔۔۔ جسے میں نے ایک بھائی کی طرح پیار کیا ۔۔۔!

مگر

اس نے کبھی میری دوستی اور وفا کا پاس نہ رکھا

۔۔۔ یہ کہتے ہوئے سلمان کی آواز بھرا گئی ۔۔۔ اور وہ کمرہ سے باہر نکل گیا ۔۔۔!

اور ظفر

ساکت و جامد وہیں ایک بت کی مانند کھڑا تھا

سلمان کے آخری الفاظ اسے جھنجھلا کر رکھ گئے تھے ۔۔۔!

ان الفاظ کی کڑواہٹ میں چھپی ہوئی حقیقت اسے خود اپنے ہی سامنے بے نقاب کر گئی تھی ۔۔۔!

زندگی میں پہلی دفعہ اسے اپنے آپ سے نفرت سی ہونے لگی ۔۔۔!

سلمان اس پر ایسا گھاؤ لگا گیا تھا ۔۔۔ جس کا علاج اس کے پاس کوئی نہ تھا ۔۔۔!

واقعی وہ سلمان کے حق پر ڈاکہ ڈالتا چلا آیا تھا

اس کو وہ دن بھی یاد آ گئے جب وہ دونوں ساتھ ساتھ اسکول جایا کرتے تھے ۔۔۔ کلاس میں ان کی بے لوث دوستی کو سب رشک کی نظروں سے دیکھتے تھے۔

اور وہ دن بھی اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا ــــ!

جب حساب کی کلاس میں ماسٹر نے ایکا ایکی ان لڑکوں کو، بنچ پر کھڑا کر کے بید سے مارنا شروع کر دیا تھا جو ہوم ورک کر کے نہیں لائے تھے۔!

وہ بھی ہوم ورک کر کے نہ لایا تھا ــــ پھر اس کے زرد چہرے کو دیکھ کر سلمان نے اس کی کاپی اپنی کاپی سے بدل دی ــــ اور خود ماسٹر سے مار کھا لی ــــ!

اور وہ دن بھی جب سلمان سکالرشپ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اور وہ ناکام ہوا تھا ــــ! تو سلمان نے بھی سکالرشپ نہ لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا ــــ کہ سلمان کے گھریلو حالات کتنے تنگ ہیں ــــ!

اور

وہ دونوں کالج چلے گئے ــــ!

اور پھر رخشی سلمان کی زندگی میں آ گئی ــــ!

تو ــــ خاموش طبع سلمان کتنا خوش رہنے لگا تھا

مگر ــــ!

ــــ اُسے اس کی خوشی ایک آنکھ نہ بھائی ــــ!

اور اس نے رخشی پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے تھے ــــ!

اور رخشی اس سے یا شائد اس کی دولت سے مرعوب ہو کر اس کی طرف چلی آئی ــــ

اور
سلمان زندگی میں پہلی بار اس سے روٹھا تھا
مگر
اس نے اسے منانے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی ــــ !
"ظرف ــــ"
ــــ اس کا ضمیر اسے جھنجوڑ رہا تھا
تو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھا اور بتایا کہ سلمان کے ایثار تو نے کیا دیا ــــ ؟
تم نے تو عہد کیا تھا کہ عورت تمہاری زندگی میں نہیں آئے گی ۔!
اور یہ بھی دیکھ لیا ــــ کہ عورت کے وجود نے کیسے تمہیں تمہارے دوست کی نظروں سے گرا دیا ــــ !
تو پھر اب میں کیا کروں ــــ ؟
ــــ وہ بے بسی سے بولا
"صرف ایک ہی راستہ ہے ــــ"
"وہ کیا ــــ ؟
ــــ اس نے پوچھا
" دوستی کی راہ پر قربان ہو جا ــــ چاند کو چھوڑ دے ــــ تو اسے بتا دے کہ تم اس سے کیا ہوا عہدِ وفا نبھا سکو گے ــــ
مگر چاند کا دل ٹوٹ جائے گا ــــ آخر اس کا کیا قصور ــــ ؟

یہی تیری سزا ہے کہ چاند تڑپے اور تم اس کی تڑپ کی کسک ہمیشہ اپنے دل پر محسوس کرتے رہو ــــ پاگل جو مزا کھونے میں ہے وہ پانے میں کہاں یہی وقت ہے دوستی کے امتحان میں پورا اترنے کا ــــ!

ــــ تم تو اچھی طرح جانتے ہو ــــ کہ سلمان بھی چاند کو چاہتا ہے اگر اس وقت تم نے چاند سے بیاہ رچا لیا تو تمام عمر اپنی نظروں میں آپ ہی گرے رہو گے ــــ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے ــــ!

" ٹھیک ہے میں یہاں سے بہت دور چلا جاؤں گا ــــ چاند کی دنیا سے دور سلمان کی نظروں سے دور جہاں ان کی یاد بھی مجھ تک نہ پہونچ سکے۔!

اور پھر ــــ!

وہ وہیں پر کاغذ قلم لیکر چاند کو آخری خط لکھنے بیٹھ گیا ــــ!

سلمان اختر کو پکارتا ہوا چاند کے کمرے کے سامنے سے گزرا تو اس کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا ۔۔۔ اور سامنے چاند مہندی لگے ہاتھوں میں کاغذ کا ایک پرچہ لئے خاموش بیٹھی خلاء میں گھور رہی تھی ۔!
سلمان ایک لمحہ کے لئے ٹھٹکا ۔۔۔ اور پھر وہ اس کے کمرہ میں آ گیا ۔

" مس چاند ۔۔۔ میں ۔۔۔ آپ کو مبارکباد دینے کے لئے آیا ہوں ۔"

" کس بات کی مبارکباد ۔۔۔ ؟"

۔۔۔ وہ سرد لہجے میں بولی

" جی ۔۔۔ !"

۔۔۔ سلمان حیرت زدہ ہو کر اسے تکنے لگا ۔

" میں پوچھتی ہوں ۔۔۔ کیا بگاڑا تھا میں نے آپ کا ۔۔۔ جو آپ میری دنیا کو درہم برہم کرنے چلے آئے ہیں ۔۔۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ـــ ؟"

ـــ وہ پریشان ہو کر بولا

"یہ میں نہیں ـــ یہ کاغذ کا ٹکڑا بول رہا ہے ـــ یقین نہیں آتا تو اپنی آنکھوں سے پڑھ لیجئے ـــ !"

وہ خط اس کے ہاتھوں میں دیکر روتی ہوئی پلنگ پہ گر گئی

ـــ اور سلمان لرزتے ہاتھوں میں خط تھامے پڑھنے لگا

چاند

میری زندگی ـــ میری رُوح ـــ میری متاعِ حیات

میں زندگی کے ایک ایسے دوراہے پر آ کھڑا ہوا ہوں جہاں دونوں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے ـــ اور میرے لئے راستے کا تعین کرنا انتہائی دشوار ہو رہا ہے ـــ !

ایک طرف تمہارا پیار ہے جو میری دنیا ہے

تو

دوسری طرف سلمان کی آرزوؤں کا خون ـــ !

سلمان میرا دوست ہے جسے میں نے ہمیشہ بھائیوں کی طرح چاہا۔ مگر تمہارے حسن کے سحر نے مجھے اپنی دوستی کے آداب سے گمراہ کر دیا ـــ میں بھول گیا ـــ کہ سلمان کے مجھ پر کئی احسانات ہیں۔ میں یہ بھی بھول گیا ـــ کہ وہ بھی تمہیں اتنا ہی چاہتا ہے جتنا میں۔ ـــ میں نے ہمیشہ اس کے حق پہ ڈاکہ ڈالا ہے ـــ اور اب

ایک ہی صورت ہے ازالے کی ۔ کہ میں اس کے راستے سے ہٹ جاؤں ۔ ایک طرف تمہارا خیال ہے ___ تو دوسری طرف سلمان کا ۔ !
اگر تمہاری جانب جھکتا ہوں تو اس میں میری اپنی خوشی بھی شامل ہے ___ کون نہ کہے گا کہ میں نے تمہاری خوشی کی خاطر دوست کی دوستی کو چھوڑا ___ ہر کوئی یہی سمجھے گا کہ اپنی خوشی پہ دوست کی محبت کو قربان کر دیا ___ اور میں یہ ندامت برداشت نہ کر سکوں گا ___ !
اس لئے میں جا رہا ہوں ___ کہاں ___ مجھے خود بھی خبر نہیں بس ___ کہیں دور ___ بہت دور ___ جہاں تمہیں بھولنے کی کوشش میں میں کامیاب ہو جاؤں ___ !

چاند ___ خدارا مجھے معاف کر دینا ___

صرف تمہارا
بدنصیب ظفر

سلمان کے ہاتھوں سے پرچہ گر گیا ___ !
چاندا بھی تک سسک رہی تھی ___ !
سلمان ایک لمحہ ضائع کئے بغیر باہر نکلا ___
اس نے ظفر کا پوچھا ___ مگر ___ کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے ___ !
تھوڑی تگ و دو کے بعد مالی نے بتایا کہ ظفر ٹیکسی پہ بیٹھ کر بڑی سڑک کی طرف نکلا تھا

بڑی سڑک دو طرف کو جاتی تھی
ایک اور راستہ صدر کو جاتا تھا

اور

دوسرا راستہ ایئر پورٹ کی طرف
اس نے نازو کی گاڑی لی اور ایئر پورٹ کی جانب ہولیا — !
چند ہی منٹوں بعد وہ ایئر پورٹ پر پہنچ گیا
ایئر پورٹ پر آج بہت بھیڑ تھی — !
شائد کوئی میرج پارٹی جانے والی تھی
سلمان کی متلاشی نگاہیں — چاروں طرف ظفر کو تلاش کر رہی
تھیں — !
اور آخر اسے ظفر نظر آگیا
"ظفر —"
— وہ بھاگتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا
"یہ کیا حماقت ہے ظفر — !"
"کیسی حماقت — !"
"میں نے تمہارا خط پڑھ لیا ہے ظفر —"
"تمہیں تو خوش ہونا چاہئے تھا — پھر پریشان کیوں نظر آرہے
ہو — ؟"
— ظفر تلخی سے ہنسا

سلمان ایک لمحہ کے لئے اسے گھورتا رہا — اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ کھیل گئی

— وہ بڑھ کر ظفر کے گلے لگ گیا —

ظفر نے بھی اسے شدت سے بھینچ لیا —

"ظفر — چلو گھر — !"

"نہیں سلمان نہیں —"

ظفر کی آواز بھرا گئی

"کیوں — ؟"

"میں تمہاری آرزوؤں کی لاش پر اپنی محبت کا تاج محل نہیں تعمیر کر سکتا سلمان — " میں تم سے بہت شرمندہ ہوں —"

"ہشت — پاگل کہیں کے —"

سلمان نے پیار سے اسے چپت لگاتے ہوئے کہا —

"میں تو تمہیں خواہ مخواہ تنگ کر رہا تھا —"

"وہ کیسے — ؟"

"وہ اس طرح کہ تم نے شہناز کو دیکھا ہے —"

"شہناز — !"

"ہاں بھئی — نازو —"

"وہ جو تمہارے ساتھ آئی ہے —"

"ہاں — میں اس سے اگلے ہفتہ شادی کر رہا ہوں —"

— سلمان نے بمشکل تمام یہ جھوٹ بولا

"سچ —"

— ظفر حیرت و مسرت کے ملے جلے تاثرات لئے ہوئے بولا

"بالکل سچ —"

سلمان اُداس تھا — !

"اوہ سلمان — !"

— ظفر اس سے لپٹ گیا —

— اور سلمان کی آنکھوں میں دو آنسو چھلک آئے — !

مگر وہ کمال ضبط سے انہیں پی گیا — !

⁘

ظفر صاحب آ گئے ۔۔۔ !

نوکر بھاگتا ہوا چاند کے کمرے میں آ گیا

چاند ۔ نازو ۔ اور زرین تینوں بھاگی بھاگی کوٹھی کے بیرونی گیٹ پر پہنچ گئیں

سامنے سڑک پر ظفر آ رہا تھا ۔۔۔

" ظفر ۔۔۔ !" ۔۔۔ چاند پکاری

چاند ۔ وہ لپکتا ہوا چاند کے قریب پہنچ گیا ۔ اور اس کو دونوں ہاتھوں میں لے لیا ۔

" ظفر ۔۔۔ !" ۔۔۔ وہ رو دی

" مجھے معاف کر دو چاند ۔۔۔ دیکھو میں واپس آ گیا ہوں "

وہ اپنے رومال سے چاند کی بھیگی ہوئی آنکھیں پونچھتا ہوا بولا

" وہ تو ہمیں نظر آ رہا ہے کہ تم واپس آ گئے ہو "

ظفر نے چونک کر دیکھا ۔۔۔

زرین مسکرا رہی تھی

" شرارت بی بی ۔ آپ بھی موجود ہیں ۔ اور آپ " وہ نازو کو دیکھ کر بولا ۔

" چچی رستم نکلیں ۔۔۔ بھائی جان ۔۔۔ "

نازو کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا

" جی ۔۔۔ !"

" جی جناب ۔ معاملہ یہاں تک پہنچا ہوا ہے ۔۔۔ اور ہمیں خبر تک نہیں "

"کیسا معاملہ ــــ ؟"

ــــ چاند نے دریافت کیا

"چاند ہماری بھابی سے ملو ــــ اگلے ہفتہ ان کی اور سلمان کی شادی ہونے والی ہے ــــ"

"آپ کو کس نے کہا ــــ"

ــــ نازو حیرت میں ڈوبی ہوئی تھی ــــ

"سلمان نے مجھے خود کہا ہے ــــ"

ــــ ظفر ہنستے ہوئے بولا

اور نازو کو یوں محسوس ہوا جیسے دنیا جہاں کے مندروں کی گھنٹیاں بج اٹھی ہوں۔

"کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے ــــ

اوہ میرے معبود ــــ کیا ایسا ممکن ہے ــــ !

اور اس نے دیکھا

سلمان

اس کا سلمان سامنے سے گاڑی پارک کر کے آ رہا ہے ــــ

اس کی آنکھوں میں دنیا جہاں کا خمار چھلک آیا ــــ !

سلمان

وہ دل ہی دل میں پکار اٹھی

سلمان نے اسے دیکھا ــــ اور مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا ــــ

مگر ساتھ ہی نازو کی چیخ فضا میں گونج گئی ــــ !

آن کی آن میں ایک تیز رفتار موٹر نہ جانے کہاں سے نکل آئی اور سلمان کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہوئی دُور نکل گئی — !

گاڑی کے پہیّوں کی چرچراہٹ کی آواز سنسان سڑک پر دُور تک سنائی دی۔ اور سلمان ایک کٹی ہوئی پتنگ کی مانند دُور جا گرا

ظفر — چاند — زرّین اور ناز دوڑتے ہوئے سلمان کے قریب پہونچے۔

سلمان کا سر پھٹ چکا تھا اور وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا

"سلمان — !"

— ناز اس سے لپٹ گئی

"آنکھیں کھولو سلمان — !"

سلمان نے کرب سے ڈوبی ہوئی نظروں سے ناز کو دیکھا

ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر دوڑ گئی

"سلمان — !"

— ظفر اور چاند ایک ساتھ پکارے

سلمان نے دیکھا چاند بھیگی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی — !

"چا — چاند — میں آپ کا ظفر — لے آیا ہوں"

"سلمان — !"

— چاند رو دی

"میں کبھی یہ گوارہ نہ کر سکتا تھا — کہ آپ کو کبھی کوئی تکلیف — میری وجہ — سے ہو — میں نے آپکو — تکلیف دی — جسکی سزا مجھے مل گئی۔"

" بس کیجئے ـــ خدارا بس کیجئے ـــ !"

ـــ چاند روتے ہوئے بولی

سلمان نے اپنی نظریں چاند اور ظفر سے ہٹا کر نازو کو دیکھا

" نازو ـــ "

" سلمان ـــ !"

" اچھا ـــ خدا حافظ ـــ "

ـــ ایک اداس اور وحشت زدہ سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر کھیل رہی تھی ـــ

" سلمان ـــ "

ـــ نازو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سینے سے لگا لیا

" اگر کہیں دوسرا جنم ہوتا ـــ تو میں تم سے ضروری وعدہ لیتی ـــ کہ تم صرف میرے ہو گے "

" مگر ـــ دوسرا جنم کہاں ہے ـــ !"

ـــ وہ حسرت بھرے لہجہ میں بولا

" اگر ہوتا ـــ " وہ بچوں کی طرح ضد کر بیٹھی

" تو ـــ تو ـــ میں ضرور وعدہ کر لیتا ـــ !"

اور اس کی گردن ڈھلک گئی

چاند اور ظفر سلمان کی لاش سے لپٹ گئے ـــ زرّین بھی اشکبار تھی۔

مگر ـــ نازو کی آنکھوں کی نمی تو جیسے سلمان اپنے ساتھ لے گیا تھا

اس کے محبوب کی لاش خون میں لت پت اس کے سامنے پڑی تھی

وہ وہیں بے حس و حرکت بیٹھی اُن سب کو سلمان کی لاش اُٹھا کر لے جاتے دیکھ رہی تھی — اور پھر پتہ نہیں کون اسے بھی اپنے بازؤں کا سہارا دیکر اندر لے گیا

سارے گھر میں کہرام مچا ہوا تھا — !

بجلی کا سرکٹ اُڑ گیا — !

اور تمام گھر اندھیرے کا مسکن بن کر رہ گیا

آسمان کالے کالے بادلوں سے اٹا پڑا تھا

اماوس کی رات — !

یہ رات بھی کتنی بدنصیب تھی — اندھیرا کل کائنات پر راج کر رہا تھا — ماحول اُداسی کا لبادہ اوڑھے سوگوار تھا — شائد اس کے محبوب کی بے وقت موت پر سوگوار ہو — یا پھر ایک اور قمری مہینہ گزر جانے کے غم میں ماتم کناں ہو — !

نازو کی زندگی بھی ویرانیوں کی آماجگاہ بن گئی تھی

اور اس کے بجھے ہوئے دل پر بھی ایک ایسی ہی رات کا تاریک سایہ لہرا رہا تھا — !

اماوس کی رات تو گزر جائے گی — چاند کی پہلی رات کے لئے

مگر اس کی زخم خوردہ آرزؤں کی رات تو عمر بھر کی رات تھی

کیونکہ اب اس کو اپنی زندگی میں کسی چاند کی اُمید نہ تھی — !

تاریکی اس کا مقدر بن گئی تھی

وہ اس اندھیرے ماحول سے گھبرا اُٹھی

اور وہاں سے باہر نکل آئی — !
باہر اس کی موٹر کھڑی تھی — وہ اپنی موٹر میں سوار ہو گئی
اور پھر مرسیڈیز بینز کشادہ سڑک پہ دوڑنے لگی
نازو — !
سُلگتے ہوئے ارمانوں کی ادھ جلی راکھ کی تپش اسے بھسم کئے جا رہی تھی۔
اسے اپنا وجود ایسا لگ رہا تھا — جس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہی ہو۔!
وہ چلی جا رہی تھی — ایک نامعلوم منزل کی طرف
پھر ایک جھٹکے کے ساتھ گاڑی رُک گئی — اس نے دیکھا پٹرول کی سوئی
سُرخ جھنڈی دکھا رہی تھی — !
سوئے اتفاق سے پیٹرول پمپ بالکل نزدیک تھا
اس نے باہر نکل کر پیٹرول پمپ پر ملازم لڑکے کو بلایا جو گاڑی دھکیل کر
اسٹیشن پر لے گیا —
"میم صاحب کتنا پیٹرول ڈالوں ؟"
"ٹینکی بھر دو — !"
اور لڑکا پیٹرول بھر کر اس سے پیسے لیکر اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔!
اس نے گاڑی پھر اسٹارٹ کی
وہ ٹرن لے ہی رہی تھی کہ اس نے دیکھا — کہ کھمبے کے ساتھ دو
نوجوان کھڑے اسے بڑی لوفرانہ نظروں سے گھور رہے تھے — !
"باسٹرڈز — !"

وہ بڑبڑائی ــــ اور گاڑی آگے بڑھانے لگی ــ کہ ان میں سے کسی نے کوئی

فحش سا جملہ کہہ دیا ــ

نازو کے دماغ کی رگیں تن گئیں ــ

ــ غصے سے اس کا رنگ سرخ ہو گیا

عین اسی لمحہ ایک بھولا بسرا منظر اس کے ذہن میں کوند گیا

اور اس کے چہرے کا رنگ تاریک ہوتا گیا

اس نے گاڑی کو ریورس گیئر میں ڈالا ــــ اور گاڑی پہیوں کی چرچراہٹ

کے ساتھ ان دونوں کے بالکل قریب آکر رک گئی ــ !

وہ دونوں معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ــ !

اور نازو اپنے ہونٹوں پر جبراً ایک مسکراہٹ لاکر بولی

"آپ کو لفٹ چاہیئے ــــ ؟"

اندھے کو کیا چاہیئے ــ دو آنکھیں ــــ !

ــ ان دونوں نے اسے حیرت سے دیکھا ــ جیسے انہیں اپنے کانوں پر یقین

نہ آرہا ہو ــ مگر نازو کے ہونٹوں پر دلنواز مسکراہٹ ان کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی ــ

"جی ــ جی ہاں ــ !"

ــــ ایک نے کہا

اور نازو نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا

وہ دونوں لپک کر سیٹ پر بیٹھ گئے

"آپ کہاں جائیں گے ــ ؟

— نازو نے پوچھا

" جہاں آپ لے چلیں — !"

— ان میں سے ایک لوفرانہ انداز میں ہنس کر بولا

اور دوسرا سگریٹ کا لمبا سا کش لیکر دھواں نازو کیطرف پھینکتے ہوئے مسکرادیا —

وہ تلملا کر رہ گئی — کراہیہ اور نفرت سے اسے گھن آنے لگی مگر وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی

" میں تو یہاں سے بہت دور رہتی ہوں — !"

" ہمیں بھی فرصت ہی فرصت ہے — !"

— ان میں سے ایک چہکا

" خوب — !"

نازو بولی

— اور پھر اس نے گاڑی کو فرسٹ گیئر میں ڈال کر حرکت دے دی

اس نے ایک نظر دونوں کو دیکھا

دونوں ہی قبول صورت تھے — اور عمریں بھی بیس بائیس کے لگ بھگ رہی ہوں گی ۔

بادل زور زور سے گڑگڑائے — اور موسلادھار بارش برسنے لگی

" ونڈر فل — !"

— ایک بولا

"قسمت آج ہمارے ساتھ ہے ۔موسم بھی حسین ہے ۔اور ساتھی بھی خوبصورت ۔۔۔!"

اور نازو نے ایکسلیٹر پر اپنا پاؤں دبا دیا ۔۔۔

گاڑی فراٹے بھرنے لگی

بارش کے قطرے ونڈ شیلڈ پر پڑ رہے تھے

نازو نے وائپرز آن کر دیئے ۔۔۔!

گاڑی ۔۔۔ پچاس میل کی رفتار سے چل رہی تھی ۔۔۔!

"خوب آپ گاڑی بہت اچھا چلاتی ہیں ۔۔۔"

۔۔۔ ایک ہنسا

اس نے ایکسلیٹر پر اپنے پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا ۔۔۔

گاڑی ۔۔۔ ستر میل کی رفتار سے چل رہی تھی

" ارے باپ رے ۔۔۔ ہاؤ اکسائٹینگ ۔۔۔"

دوسرا بولا

سپیڈو میٹر نوّے پر چل رہا تھا ۔۔۔

اُن میں سے ایک گھبرایا

" دیکھیئے اتنی ۔۔۔ تیز نہ چلائیں ۔۔۔"

" کیوں ڈر گئے ۔۔۔ ؟

۔۔۔ نازو مسکرائی

" نہیں نہیں ۔۔۔یہ بات تو نہیں ۔۔۔ ویسے احتیاط اچھی ہوتی ہے ۔!"

نازو کے دل و دماغ میں ایک طوفان اٹھ رہا تھا
تقدیر اور تدبیر کی جنگ میں ـــــ وہ ہار چکی تھی۔
اپنا سب کچھ ہار چکی تھی
قدرت نے زندگی کے ہر موڑ پر اس کے ساتھ ایک نیا مذاق کیا تھا
اور اب ـــ وہ ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح اپنا آخری سرمایۂ حیات اپنی زندگی داؤ پر لگا رہی تھی۔!
فرق صرف اتنا تھا۔ کہ جواری کو ایک امید ہوتی ہے داؤ جیتنے کی۔!
اور یہاں اب کوئی تمنا نہ تھی ـــ!
ـــ کوئی آس نہ تھی
کوئی ایسی آرزو نہ تھی ـــ جس کی خاطر وہ زندہ رہتی
رنگ و بو کی اس دنیا میں اب اس کے لئے کوئی کشش نہ رہی تھی۔!
اور یہ بھی تو حالات کی ستم ظریفی تھی ـــ
کہ ان دو لڑکوں کو بھی اس کے سامنے لا کھڑا کیا
ایک ایسے لمحہ پر
جب وہ موت و زندگی کا خونی کھیل کھیلنے جا رہی تھی
اور اب ـــ وہ قدرت کے بنائے انسانوں کے ظلم و ستم کا بدلہ قدرت کے ہی بنائے ہوئے دو انسانوں سے لے رہی تھی
وہ بھی تو دو انسان تھے
ـــ جنہوں نے اس کی زندگی کو جہنم زار بنا کر رکھ دیا تھا

ایسے ہی یہ دونوں بھی ہیں — !
جو سرِ شام — اپنے گلے میں شرافت کے نیلام کا طوق پہن کر معصوم
عورت کے شکار کو نکلتے ہیں —
وہ تو اس دُنیا سے جا رہی ہے
تو کیوں نہ کم از کم دو خارش زدہ کتوں سے اس دُنیا کے بوجھ میں کمی کر جائے !
تاکہ خدا اگر پوچھے — کہ تو نے دُنیا میں کونسا نیکی کا کام کیا —
تو وہ کم از کم یہ تو بتا سکے — کہ گناہ کی اس دُنیا میں سے اس نے دو جہنمی
تو کم کر دیئے —
نازو نے سپیڈو میٹر دیکھا
وہ — سو پر ہچکولے کھا رہا تھا
اور باہر آندھی اور طوفان شرط باندھ کر چل رہے تھے
بارش کی رفتار تیز تر ہو رہی تھی
اس نے وائپرز آف کر دیئے
بارش کے پانی کے زور سے تمام ونڈ شیڈ بھر گئی
اور — سامنے بالکل اندھیرا چھا گیا
دونوں لڑکے چلا اُٹھے
" یہ آپ کیا کر رہی ہیں — !"
سلمان
میں آ رہی ہوں سلمان —

"گاڑی روکیے ۔۔۔!"

۔۔۔ وہ دونوں چلا رہے تھے

مگر ۔۔۔ وہ اپنا پاؤں ایکسلیٹر پر دباتی چلی گئی

سپیڈو میٹر ایک سو بیس پہ تھا

تمام کائنات گھومتی نظر آ رہی تھی

باہر کی دنیا سے اب اس کا کوئی واسطہ نہ رہا تھا

وہ تو اپنی اس چھوٹی سی دنیا میں دو اجنبیوں کے ساتھ بیٹھی سفرِ آخرت کی طرف گامزن تھی

"ارے ۔۔۔ اس کا دماغ خراب ہے ۔۔۔ گاڑی رکواؤ ۔۔۔ گاڑی رکواؤ ۔۔۔!"

۔۔۔ ایک نے دوسرے سے کہا

"گاڑی روکو ۔۔۔۔ میں کہتا ہوں گاڑی روکو ۔۔۔!"

سلمان میں آ رہی ہوں

میں آ رہی ہوں سلمان

ان دونوں میں سے ایک اُچک کر اگلی سیٹ پر آنے کی کوشش کرنے لگا ۔۔۔

نازو چلائی

"خبردار ۔۔۔ جو آگے بڑھے ۔۔۔ نہیں تو گاڑی کو سڑک سے نیچے پھینک دونگی"۔

وہ سہم کر پیچھے ہٹ گیا

"مگر آپ ۔۔۔!" وہ ہکلایا

"کیا کر رہی ہیں ــــ"

"عیش نہیں کریں گے آپ ــــ"

وہ ایک زہر آلود ہنسی ہنسی ــــ!

"ہماری توبہ ــــ خدا کے واسطے گاڑی روکئے ــــ!

"آگیا نا خدا یاد ــــ ذلیل کمینے ــــ عورت کی کوکھ سے جنم لیتے ہو ــــ اور عورت ہی کو سرِ عام رسوا کرتے ہو ــــ کیا اس لئے مائیں تمہیں خونِ جگر پلا پلا کر بڑا کرتی ہیں ــــ!"

"ہمیں معاف کر دیں ــــ!"

ــــ وہ ہاتھ جوڑ رہا تھا

"معاف تو اب تمہیں اوپر والا کرے گا ــــ"

"خدا کے واسطے گاڑی روکیں ــــ آپ شریف عورت ہیں ــــ عزت دار ہیں ــــ ہم بھی شریف ہیں ــــ پتہ نہیں ہمیں کیا ہو گیا تھا ــــ خدارا گاڑی روکئے ــــ گھر میں میری جوان بہن میرا انتظار کر رہی ہو گی ــــ اس کا اس دنیا میں میرے سوا کوئی نہیں ہے ــــ! بہن ــــ گاڑی روکئے ــــ!

"بہن ــــ!

نازو کو یوں محسوس ہوا ــــ جیسے چیختی چلاتی آندھی اور طوفان کی صدائیں یکلخت خاموش ہو گئی ہوں ۔

زندگی میں پہلی دفعہ کسی نے اسے بہن کہا تھا

اس نے گھوم کر دیکھا

خوف وہراس نے ان کے چہرے سے بدمعاشی کی نقاب اتار پھینکی تھی!
اور اب ـــــ وہ کسی معصوم بچے کی طرح سہما اور گھبرایا گھبرایا نظر آ رہا تھا
ایک لمحے کے لئے نازو کو یوں لگا جیسے اس کی جگہ نوید بیٹھا اسے سہمی
سہمی نظروں سے دیکھ رہا ہو ـــــ!
نوید
اور نازو کو ان دونوں پر ترس آگیا ـــ بے اختیار پیار سا آگیا
" اوہ میرے خدا میں کیا کر رہی ہوں "
پھر اس نے جلدی سے بریک پر اپنا پاؤں رکھا
اور چاہا ـــــ کہ اسے دبا دے
مگر
عین اسی لمحہ
ـــــ گاڑی ایک گہری کھائی میں الٹ چکی تھی ـــــ!

❖

سلمان کو سپردِ خاک کر دیا گیا
آج ظفر و چاند کی شادی کا دن تھا
مگر سلمان کی بے وقت موت نے تمام گھر کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔
ظفر نے چپ سادھ لی تھی چاند الگ کھوئی کھوئی سی تھی
—— اور اختر تو دہاڑیں مار کر رویا تھا
جتنا وہ ہنس مکھ تھا کھلنڈرا تھا —— اتنا ہی وہ حساس بھی تھا۔
خالہ بھی بین پر بین کئے جا رہی تھیں ——
گھر کا ہر فرد سوگوار تھا
دن تو جوں توں کر کے گزر گیا
مگر —— شام اپنے ساتھ اداسی سمیٹے چلی آئی
چاند ظفر کے لئے چائے کی ٹرے اس کے کمرے میں لے آئی —— !
ظفر نے کل سے کچھ نہ کھایا تھا
چاند خاموشی سے چائے بناتی رہی
اور پھر پیالی ظفر کی طرف بڑھا کر بولی
"ظفر —— !"
"ہوں —— !"
—— ظفر چونکا
"چائے پی لیں ——"

" دل نہیں چاہتا "

وہ اشکبار ہو رہا تھا

" غریب شادی کیلئے آیا تھا۔ کیا پتہ تھا۔ کہ موت اسکی منتظر کھڑی ہے

" ظفر۔ اپنا دل ہلکا نہ کریں۔۔۔!" چاند بولی

" چاند۔ میں کیسے بھولوں اسے۔ اسکی کس کس بات کو بھلاؤں۔ زندگی کے ہر موڑ پر وہ شانہ بشانہ میرے ساتھ رہا ہے چاند۔ اس نے کبھی میرا دل نہ دکھایا۔ میں نے ہی ہمیشہ اس سے زیادتیاں کیں" ظفر کی آواز شدت غم سے بھرا گئی

چاند اُٹھ کر ظفر کی کرسی کی پشت پر جا کھڑی ہوئی۔ اور اپنی انگلیوں سے اس کے بالوں کو سہلانے لگی۔۔۔!

" ظفر۔۔۔!" ۔۔۔ چاند بولی

" انسان چلے جاتے ہیں۔ اور اپنی یادیں دلوں میں ہمیشہ کیلئے چھوڑ جاتے ہیں۔۔۔ سلمان اگر آج ہم میں نہیں تو کیا ہوا۔ اُن کا مسکراتا چہرہ ہمیشہ یاد رہیگا۔ وہ ایک عظیم انسان تھا۔ اور عظیم انسان مرتے نہیں۔ ہمیشہ زندہ و تابندہ رہتے ہیں۔۔۔

" چاند۔۔۔!"

ظفر اداس لہجہ میں مسکرا دیا

" ظفر" وہ بھی اپنے محبوب کے ہونٹوں کی مسکراہٹ دیکھ کر کھل گئی

" مگر۔۔۔ یہ نازو کہاں چلی گئی۔۔۔؟

" بیچاری نازو۔ سلمان کے سوا اب کیا رکھا تھا یہاں اس کے لئے۔۔۔ شائد اپنے گھر چلی گئی ہو۔۔۔!

ختم شد